منکرینِ میلاد کو دنداں شکن جواب

حافظ بُخاری علامہ سیّد عبدالصمد چشتی قدس سرہ

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔
بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔
اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

منکرین میلاد کو دنداں شکن جواب

یعنی

حق الیقین فی مبحث مولد اعلی النبیین

تصنیف

حضور قبلۂ عالم حافظ بخاری سید عبد الصمد مودودی چشتی قدس سرہٗ

مترجم

حضرت علامہ مولانا مجاہد حسین صاحب رضوی

استاذ دار العلوم غریب نواز، الہ آباد، یوپی

ناشر

مکتبہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا (یوپی)

نام کتاب : منکرین میلاد کو دنداں شکن جواب
حق الیقین فی مبحث مولد اعلیٰ النبیین

نام مصنف : حضور حافظ بخاری سید عبدالصمد مودودی چشتی قدس سرہٗ

نام مترجم : مولانا مجاہد حسین رضوی (استاذ دارالعلوم غریب نواز، الٰہ آباد)

پروف ریڈنگ : مولانا مجاہد حسین رضوی (استاذ دارالعلوم غریب نواز، الٰہ آباد)

کمپیوزنگ : شاہین کمپیوٹر، ۴۰۷/، بخشی بازار، الٰہ آباد، یوپی

طبع اوّل : ۲۰۰۳ء

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰ (گیارہ سو)

صفحات : ۳۴۴

قیمت :

ملنے کے پتے

(۱) کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶، فون 23243187
(۲) نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی ۳
(۳) مکتبہ اہلسنّت و جماعت عقب مسجد چوک، حیدرآباد، (اے، پی)
(۴) این، بی، ٹریڈرس، رشی بازار، اننت ناگ، کشمیر
(۵) کلیم بک ڈپو، تین دروازہ، احمد آباد، گجرات

تقدیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قبلۂ عالم، اعلم علماء زمانہ، حافظ کلام باری وصحیح بخاری حضرت الشیخ الشاہ، السید عبدالصمد مودودی، چشتی قدس سرہٗ بیسویں صدی عیسوی کی ایک عظیم الشان علمی وروحانی شخصیت کا نام ہے، جنھوں نے اپنی تعلیم وتبلیغ اور رشد و ہدایت سے ایک زمانہ کو فیضیاب فرمایا، اور لاکھوں بندگان خدا کی، ایمان وعقیدہ کے لٹیروں سے حفاظت فرمائی۔

سہسوان ضلع بدایوں کی دھرتی پر ۱۴؍شعبان ۱۲۶۹ھ بروز جمعہ آپ کی ولادت ہوئی، ۵؍شوال ۱۲۷۴ھ کو برٹش سامراج کے ظالم ہاتھوں، آپ کے والد گرامی حضرت الشیخ سید غالب حسین علیہ الرحمہ شہید کئے گئے اور اس طرح اپنے زمانہ کا یہ درّ یتیم صرف اپنی والدہ ماجدہ کی کفالت میں آ گیا۔

چار سال کی عمر میں تسمیہ خوانی ہوئی، ساتویں سال میں حفظ قرآن کی تکمیل کے ساتھ ساتھ فارسی زبان میں لکھنے پڑھنے لگے، زندگی کی گیارہویں منزل تک پہونچتے پہونچتے متوسطات تک درس نظامی کی تکمیل کر لی اور شیخ المشائخ حافظ سید محمد اسلم صاحب خیرآبادی علیہ الرحمہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

پھر علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے بدایوں حاضر ہوئے اور سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضلِ رسول بدایونی علیہ الرحمہ کے علمی فیوض وبرکات سے کماحقہٗ مالا مال ہوئے اور چودہ سال کی عمر میں تمام علوم مروّجہ سے فراغت حاصل کر لی۔

زمانۂ طالب علمی میں آپ نے مسئلہ ''شش مثل'' کے موضوع پر بحث میں امیر احمد سہسوانی جیسے سرخیل گروہ کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور پھر جب ۱۲۹۳ھ میں قصبہ پھپھوند شریف میں آمد ہوئی تب پورے قصبہ پر روافض کا تسلط تھا آپ کی تشریف آوری سے ایک انقلاب برپا ہوا، سنیت غالب ہوگئی اور رفض وشیعیت کا

نام ونشان مٹ گیا۔

۱۳۱۱ھ میں جب ندوۃ العلماء کا اجلاس ہوا، اور اس کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے در دولت پر علماء اہلسنت کے زبردست مجمع میں مجلس علماء اہلسنت کی تشکیل ہوئی تو آپ ہی کو صدر ندوہ کے بالمقابل مجلس علماء اہلسنت کا صدر چنا گیا اور آپ ہی کی صدارت میں کلکتہ اور پٹنہ میں جدوہ کانفرنس ہوئی۔

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ بروز شنبہ رشد وہدایت کا یہ آفتاب غروب ہوا جس کی روشنی سے آج بھی اہل ایمان کے قلوب روشن ہیں اور جن کی تربت آج بھی خلقِ خدا کے لئے فیض رسانی کا ذریعہ ہے۔

احقاقِ حق اور ابطالِ باطل آپ کی زندگی کا نصب العین تھا چنانچہ آپ کے قلم حق رقم سے چھوٹے بڑے گیارہ رسائل جو منظر عام پر آئے ہیں وہ سب کے سب فرقہ ہائے باطلہ کے رد میں ہیں۔

اہلسنت و جماعت اور وہابیہ کے مابین اصل اختلاف تو ایمان وکفر کا ہے لیکن جن فروعی مسائل میں وہ سیدھے سادے مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں ان میں میلاد و قیام ایک بڑا مسئلہ ہے سیکڑوں سال سے کیا علماء کیا عوام پورا عالم اسلام اس عمل میلاد و قیام پر عامل چلا آرہا ہے لیکن نجدیوں کے نئے دھرم میں یہ عمل بدعت ضلالت اور نہ جانے کیا کیا ہے۔

محفل میلاد کے عدمِ جواز پر نواب صدیق حسن قنوجی ثم بھوپالی نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔ نام برعکس نہند کے مطابق جس کا نام "کلمة الحق" ہے۔ محفل میلاد کے جواز پر مشتمل مولانا سعد اللہ صاحب مرحوم کے ایک فتویٰ کا رد بنام "تنقید الجواب" بھی انہی کی تحریر ہے۔ نواب صاحب موصوف کے بڑے بھائی احمد حسن قنوجی کی کچھ تعلیقات بھی اسی موضوع پر ہیں۔

فارسی زبان میں مذکورہ تینوں تحریریں ایک ساتھ چھپی ہیں وجنہیں آپ "مجموعۂ قنوجیہ" بھی کہتے ہیں۔

حضور قبلۂ عالم علیہ الرحمہ نے ان تینوں تحریروں کا مسکت اور دندان شکن

جواب دیا ہے جواب کا جو حصہ "کلمة الحق" سے متعلق ہے اس کا نام "حق الیقین فی مبحث مولد اعلیٰ النبیین" ہے جو حصہ "تعلیقات" سے متعلق ہے اس کا نام "عین الیقین فی مبحث مولد اکمل النبیین" ہے اور جو حصہ "تنقید الجواب" سے متعلق ہے اسے "فائدہ" کا عنوان دیا گیا ہے۔ فارسی زبان میں یہ تینوں حصے ایک ساتھ چھپے ہیں۔ جنہیں آپ "مجموعہ صمدیہ" بھی کہہ سکتے ہیں۔

فی الحال آپ کے ہاتھوں میں جواب کا پہلا حصہ "حق الیقین فی مبحث مولد اعلیٰ النبیین" ہے جسے ہم نے اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی استاذ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد کے علمی، ادبی اور سلیس ترجمہ کے ساتھ مصنف قدس سرہٗ کے جشنِ صد سالہ منعقدہ ۲۳/۲۴/۲۵ فروری ۲۰۰۳ء کے مبارک موقع پر پیش کیا ہے۔

ہمیں پوری توقع ہے کہ تعصب اور عناد کی عینک اتار کر، عدل وانصاف کی نظر سے جو لوگ بھی اس کتاب کا مطالعہ کریں گے انہیں اس بات کا حق الیقین ہو جائیگا کہ محفل میلاد اور قیام تعظیمی، کتاب وسنت کے عام اصول سے ثابت ایک مستحسن مندوب اور قابل ستائش امر ہے اور اس پر بدعت وضلالت کا فتویٰ لگانے والے دین وشریعت پر افتراء کرنے والے ہیں۔

اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابه۔

سید محمد انور چشتی
جنرل سکریٹری انجمن حافظ بخاری
آستانۂ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف۔
ضلع اوریا۔ یوپی۔
۱۱/ فروری ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب
العالمین والصلوٰۃ و السلام
علیٰ سید المرسلین خاتم
النبیین سید نا و مولانا
محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و
احبابہٖ اجمعین ۔ امابعد۔

برکافۂ اہل اسلام آشکارا باد کہ
عقد مجالس اذکار سراسر موجب برکت
ست وسبب نزول رحمت رب غفور و
اعلان توقیر وتکریم واشاعت ذکر کریم
حضرت محبوب رب العالمین سید
المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ "
ورفعنا لك ذكرك" مبین رفعت
شان و لعمرك قسم جان آن سرور
جہان ست مستوجب حصول قرب
ست ونورٌ علیٰ نورٍ۔

سیما درین قرب قیامت کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین
والصلوٰۃ و السلام علیٰ
سید المرسلین خاتم
النبیین سید نا و مولانا
محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ
و احبابہٖ اجمعین ۔ امابعد۔

تمام اہلِ اسلام پر روشن ہے
کہ ذکر کی مجلسوں کا انعقاد سراسر
موجبِ برکت اور رب غفور کی رحمت
کے نزول کا سبب ہے ، حضرت
محبوب رب العالمین ،سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر
شریف کی اشاعت اور تعظیم وتوقیر کا
اعلان باعثِ حصولِ قرب ونورٌ علیٰ
نور ہے۔جن کی رفعتِ شان کا بیان
"ورفعنا لک ذکرك" اور
جس سردار عالم کی قسمِ جان
"ولعمرك" ہے۔

خصوصاً قرب قیامت کے اس

منکرین نبوت جناب خاتم رسالت و
مانعین و مبطلین و جاحدین عظمت
ووجاہت حضرت محبوب رب
العزت درمجامع ومجالس خود ہادر پے
اخفاو انکار فضائل و ارہاصات۔و
معجزات حضرت سید المرسلین باشند
اجتماع اہل اسلام برای مجالس اذکار
حضرت خیر الانام علیہ السلام و
اشاعت تکریم وتوقیر ذکر مکرم حضرت
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البتہ
زیادہ ترموجب احکام دین ومستلزم
ارغام شیاطین ست۔

ہر چند کہ نزد اہل ایقان این
ہمہ عیاں ست اما از انجا کہ این زمان
آن وقتی ست کہ جہلا وسفہاء را حوصلۂ
خود سری در سر افتادہ کہ عمو مات

دور میں جبکہ خاتمِ رسالت کے
منکرین اور حضرت محبوبِ
ربُ العزت کی عظمت ووجاہت
کے مانعین و مبطلین اپنی مجالس اور
اجتماعات میں سید الرسل صلی اللہ
علیہ وسلم کے معجزات، قبل نبوت کے
حیرت انگیز کارناموں اور فضیلتوں کو
چھپادینے اور انکار کر دینے کے
درپے ہوں، مسلمانوں کا حضرت
خیر الانام علیہ السلام کے ذکر کی
مجلسوں میں اکٹھا ہونا اور سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مکرّم کی
تعظیم وتوقیر کی اشاعت کرنا یقیناً
دین کے استحکام اور شیاطین کو
دھتکارنے کا بڑا سبب بنے گا۔

ہر چند کہ اہلِ یقین کے
نزدیک یہ ساری باتیں ظاہر ہیں
تاہم یہ وہ زمانہ ہے جس میں
نادانوں، احمقوں کے سر میں خودسری
کا حوصلہ سما گیا ہے انہوں نے

کتاب وسنت و معتقدات حقہ محققۂ
جمہور اہل سنت و جماعت را بر طاق
اغماض گذاشتہ خودرا شارع فہمیدہ
اندونوبت بہ تحمیق وتجہیل وتفسیق و
تذلیل بلکہ تکفیر وتضلیل برگزیدگان
رب جلیل رسانیدہ اند۔

مبتدعی تنزیہ او تعالی را از
زمان و مکان و جہت در بدعات
حقیقیہ داخل میگرداند۔

وملحدے میگوید کہ عقد قضیہ
غیر مطابقہ للواقع والقاء آن بر ملائکہ و
انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست
والّا لازم آید کہ قدرت انسانی از ید
ازقدرت ربانی باشد۔

بدمذہبی وحی شریعت ومکالمۂ
حقیقی باحق تعالیٰ وعصمت لابدی ہیچو

کتاب و سنت کے عمومات کو اور
جمہور اہلسنت و جماعت کے حق و
ثابت معتقدات کوچشم پوشی کی طاق
پر رکھ کے اپنے آپ کو شارع سمجھ
رکھا ہے۔نوبت یہاں تک پہونچ
چکی ہے کہ ربِّ جلیل کے برگزیدہ
بندوں کو انہوں نے نہ صرف یہ کہ
جاہل، احمق، فاسق اور ذلیل قرار دیا
بلکہ انکی تکفیر وتضلیل تک کردی ہے۔
(العیاذ باللہ تعالیٰ)

ایک بدعتی اللہ تعالیٰ کو زمان،
مکان اور جہت سے پاک ماننے کو
بدعاتِ حقیقیہ میں داخل قرار دیتا ہے۔

ایک ملحد کا کہنا ہے کہ واقعہ
کے خلاف قضیہ بنا کر فرشتوں اور
نبیوں پر اس کا القاء کرنا الٰہی قدرت
سے باہر نہیں ورنہ انسانی قدرت کا
ربّانی قدرت سے بڑھ جانا لازم آئیگا۔

ایک بدمذہب شریعت کی وحی، اللہ
تعالیٰ کے ساتھ حقیقی مکالمہ اور انبیاء کی

عصمت انبیاء برائے مقبولین خود
ثابت می کند۔

بیدینے از کتاب و سنت و
اجماع امت خبر نہ داشتہ از حیات انبیاء
علیہم السلام در برزخ کہ بتصریح محققین
دین بالاتفاق حسی حقیقی جسدی مماثل
حیات دنیوی ست انکار کردہ بریں بنا
عدم جواز استمداد و توسل و تشفع و عدم
سماع حضرت سرور انام سلام و کلام
زائرین قبر مبارک را حق می پندارد ۔

و بے ایمانی از عطا گردیدن
شفاعت بجناب شفیع المذنبین کہ
احادیث صحیحہ صریحہ مثل اعطیت
الشفاعۃ وغیرہم مثبت آں ہستند واز
حقیت و تیقن و قطعیت شفاعت
آنحضرت انکاری دارد۔

طرح یقینی عصمت کو اپنے پسندیدہ
لوگوں کے لئے ثابت مانتا ہے۔

ایک بے دین جو کتاب وسنّت
اور اجماعِ امّت سے بے خبر ہے،
برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی
اُس زندگی کا انکار کرتا ہے جو محققین
دین کی صراحت کے مطابق
بالاتفاق حسی، حقیقی جسمانی اور دنیوی
زندگی کے مماثل ہے۔ اور اس بنیاد
پر ان باتوں کو حق سمجھتا ہے کہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
مدد، وسیلہ اور شفاعت طلب کرنا
جائز نہیں ہے اور وہ قبر مبارک کے
زائرین کا سلام وکلام نہیں سنتے۔

ایک بے ایمان حضور شفیع
المذنبین ﷺ کے لئے عطاءِ
شفاعت جو "اُعطیتُ
الشفاعۃ" وغیرہ جیسی صحیح وصریح
احادیث سے ثابت ہے۔ اس کی
حقانیت تیقّن اور قطعیت کا انکار کرتا ہے

حالانکہ بموجب تصریح جمہور اہل
سنت اعتقاد بودن آنحضرت یقیناً
اول شافع و اول مشفع و مقبول
الشفاعت واجب ست۔

روسیاہی در معجزات وفضائل
جناب سرور کائنات گفتگو ہای بیہودہ
میکند و گمراہی برا طلاق لفظ آیت بر
معجزہ اعتراض می نماید۔

جاہلی بر مجرد چندی از افعال
بی اعتقاد الوہیت حکم شرک فی
العبادت لازم می سازد۔

غافلے بر امور خیر کہ از مستحسنات
ائمہ اعلام و متضمن ترویج خیر و موجب
رونق اسلام اند باوجود اندراج
درعمومات شریعت و عدم مزاحمت و
مخالفت کتاب وسنت اطلاق بدعت
بہ یک معنی راست کردہ بے باکانہ
در میدان تضلیل و تکفیر ائمۂ

حالانکہ جمہور اہلِ سنت کی
صراحت کے مطابق حضور ﷺ کو
اول شافع، اولیٰ مشفّع اور مقبول
الشفاعۃ ماننا واجب ہے۔

ایک روسیاہ حضور ﷺ کے
معجزات اور فضائل کے بارے میں
بے ہودہ گفتگو کرتا ہے۔ ایک گمراہ
معجزہ کو "آیت" کہنے پر معترض ہے۔

ایک جاہل الوہیت کا اعتقاد
رکھے بغیر محض چند افعال پر شرک
فی العبادت کا حکم لازم قرار دیتا ہے۔

ایک غافل کچھ ایسے امورِ
خیر پر جو ناموراماموں کے مستحسنات
سے ہیں، بھلائی کی ترویج پر مشتمل
اور اسلام کی رونق کا سبب ہیں
باوجودیکہ وہ شریعت کے عمومات
میں مندرج ہیں کتاب وسنت کے
مخالف و مزاحم بھی نہیں ایک ہی معنی
کے لحاظ سے بدعت کے اطلاق کو
درست قرار دیکر بڑی بے باکی سے
ائمۂ دین کی تکفیر و تضلیل کے میدان

دین قدم می اندازد کہ اوہام ایں لیام را
رفضہ دستاویز لزوم طعن و ملام بر
اصحاب کرام میگردانند بلکہ نصاریٰ
اقوال ایں جہال را بطور الزام
رو بروے عوام پیش نمودہ نوبت طعن
بجناب نبی کریم وقرآن عظیم می رسانند

ہر خس و خار کہ در راہ نمودی دارد
آخر ای بادِ صبا این ہمہ آوردۂ تست

بدیں جہت چندی از نافہمان از حسن و
فضل مجالس اذکار حضرت خیر الانام
سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم انکار
دارند و بر ابطال شرف و برکت ایام
ولادتِ باسعادت ہمتہا می گمارند
و باوجودیکہ ائمہ معتمدین و اجلۂ
مستندین از فقہا و محدثین باستحسان
ہیئت اجتماعیۂ مجالس شریفہ در ازمنۂ
لطیفہ در کتب مشہورۂ دین تصریح

میں قدم رکھتا ہے کہ ان لئیموں کے
اوہام کو رافضی لوگ دستاویز بنا کر
صحابۂ کرام کو مطعون کرنا ان کی
ملامت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ
نصاریٰ ان جاہلوں کے اقوال کو عوام
کے سامنے بطور الزام پیش کر کے نبی
کریم وقرآن عظیم تک کو مطعون
کرتے ہیں۔

راہ میں جو جھاڑ جھنکھاڑ پیش نظر ہیں
اے بادِ صبا! یہ سب تمھاری ہی کارفرمائی ہے

اسی بنا پر بعض ناعاقبت
اندیش لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے ذکر کی مجلسوں کے فضل
وحسن کا انکار کیا ہے اور حضور ﷺ
کی ولادتِ باسعادت کے زمانہ
کے شرف و برکت کو باطل قرار دینے
کی جرأت کی ہے۔ جبکہ ائمۂ مجتہدین
واجلۂ مستندین فقہاء اور محدثین نے
ہیئت اجتماعیہ لطیف زمانوں میں
اجتماعیہ کے ساتھ مجالس شریفہ کے
انعقاد کی اپنی مشہور دینی کتابوں میں

فرمودہ اند بلکہ رسائل مستقلہ دریں
باب تالیف نمودہ اند و اگر در پاۓ کسی
دریں باب خارشکے خلیدہ بدفع
شبہاتش پرداختہ اند و قول شاذ و نادر را
مردود ساختہ اند چنانکہ اینہمہ از
مطالعہ موردروی و انسان العیون
وسیرت شامی ومواہب وحسن المقصد و
کشف الظنون وغیرہ توان دریافت۔
باانہمہ چندے از طائفہ
ہوائیہ بر مجرد انکار شکیب نہ نمودہ
اعتقاد شرف و برکت ایام ولادت
باسعادت ونفس استحباب اعادۂ شکر
نعمت وعقد مجلس اذکار پر برکت را از
زبان شقاوت تو امان مانند بزم جنم
کنہیا قرار مید ہند و بر مجوزین وعاملین

صراحت فرمائی ہے بلکہ اس موضوع
پر مستقل رسائل تصنیف کئے ہیں اور
اگر کسی کے پیروں میں شک کا کوئی
کانٹا چبھا تو اس کے شبہات کو دور
کرنے میں مصروف ہوتے ہیں اور
شاذ و نادر قول کو مردود قرار دیا ہے
جیسا کہ یہ ساری باتیں موردردی
انسان العیون ، سیرتِ شامی ،
مواہب ، حسن المقصد اور کشف
الظنون وغیرہ کتابوں کے مطالعہ
سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔
اس کے باوجود چند نفس
پرست جماعتوں نے محض اس مجلس
کے انکار پر صبر نہیں کیا ہے بلکہ
ولادتِ باسعادت کے زمانہ کی
برکت وشرف کے اعتقاد اور شکرِ نعمت
کے اعادہ کے استحباب اور ذکر کی
مجلسوں کے انعقاد کو کنہیا جنم کی مانند
قرار دیا ہے اور بانیان مجالس کو
مشرکین کی جماعت میں شامل

مجالس شریفه تهمت دخول درزمرۂ
مشرکان وخلل اصل ایمان می نهند ونمی
دانند که این حکم فاسد چه آفتها بر پامی
سازد ودرثبوت روایت دین اسلام و
احکام شریعت بواسطۂ اہل عدالت
رخنه می انداز دو از غایت غوایت و
غباوت این قدر ہم نمی اندیشند که
کسانیکه سلسله سند دین خود باوشان
راست میکنند ہم داخل مجوزین و
عاملین این عمل بوده اند۔

بمشاہدۂ این حال بخیال
خوشنودی ذو الجلال خواستم که بدفع
طعن و ملام عوام کالانعام از حضرات
ائمه اسلام پردازم وحرفی چند دررفع
اوہام آں لیام تحریر سازم۔

ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ ان کے
اصلِ ایمان میں خلل قرار دیا ہے۔
انہیں نہیں معلوم کہ یہ حکمِ فاسد کون
سی آفتیں برپا کرے گا اوراسی بات
میں رخنہ ڈالدے گا کہ شریعت کے
احکام اور دین اسلام کی روایت کا
ثبوت اہلِ عدالت کے توسط سے
ہوا ہے۔ ان کی انتہائی گمراہی اور
حماقت یہ ہے کہ جن ائمہ کرام
سے انہوں نے اپنے دین کا سلسلہ
جوڑا ہے وہ بھی عملِ میلاد کو نہ صرف
جائز ماننے والے بلکہ اس پر عمل پیرا
ہونے والوں میں رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر
میں ، رب ذو الجلال کی خوشنودی
حاصل کرنے کے خیال سے ،
عوام کے طعن و ملامت کو
ائمہ ٔاسلام سے دفع کرنے اور
ان بد بختوں کے اوہام کو زائل
کرنے کی خاطر چند باتیں تحریر کرنا
چاہتا ہوں۔

از جمله رسائل طائفه مجموعه
قنوجیه را که جمع نمودۂ دو برادر خورد
وکلاں ست واین طائفه رابران نازش
بے پایان ست برائے تحریر جواب
منتخب ساختم وعجالۃً بہ تحریر آنچه در خاطر
آمد بے آنکه نوبت بجمع کتب کثیره
رسد دریں رساله پرداختم۔

قوله در خواص و عوام
ہندوستان شائع است الخ

اقول دریں مقام نقل
عباراتی چند از علماء دین بقلم می آید تا
واضح گردد که تخصیص ذکر ہندوستان
محض بنا برایہام وتغلیطِ عوام می نماید
علامه قسطلانی علیه الرحمه در مواهب
لدنیه که مستند این طائفه است فرموده

ان گمراہوں کی تحریروں
میں ’’مجموعہ قنوجیہ‘‘ جو دو برادر خورد و
کلاں کی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ جس
پر اس گمراہ فرقہ کو بڑا ناز ہے میں
نے جواب کے لئے منتخب کیا ہے۔
عجلت میں جو کچھ دل میں تھا اس
رسالہ میں تحریر کردیا ہے کثیر کتابوں کو
اکٹھا کرنے کی نوبت نہیں آئی ہے۔

قولہ۔(مجلس میلاد)
ہندوستان کے عوام و خواص میں
رائج ہے۔الخ

اقول۔اس مقام پر چند
علماء دین کی عبارتیں نقل کرنا چاہوں
گا تاکہ واضح ہوجائے کہ ہندوستان
کی تخصیص عوام کو وہم اور غلطی میں
مبتلا کرنے کی خاطر ہے۔

اس فرقہ کی بھی مستند کتاب
مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ولا زال اهل الاسلام
يحتفلون بشهر مولده عليه
السلام ويعملون الولائم و
يتصدقون فی لياليه با نواع
الصدقات و يظهرون السرور
ويزيدون فی المبرات
ويعتنون بقراءة مولده
الكريم و يظهر عليهم من بركاته
كل فضل عظيم الخ۔

وہمیں مطلب از حافظ ابوالخیر سخاوی
درسیرت شامی منقول ست۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ کہ ہم مستند
ایں طائفہ است در موردروی فرمودہ۔

اما اهل مكة معدن الخير و
البركة فيتوجهون الى المكان

"حضور اکرم ﷺ کی ولادت
پاک کے مہینہ میں، محفلوں کا انعقاد
کرنا لوگوں کی دعوتیں کرنا، اس کی
راتوں میں ہر طرح کے صدقات
کرنا، مسرت وشادمانی کا اظہار کرنا،
نیکیوں میں اضافہ کر دینا آپ کی
ولادتِ پاک کے تذکرے کا اہتمام
کرنا ہمیشہ سے مسلمانوں کا معمول
رہا ہے۔ جس کی برکتوں سے ان پر ہر
طرح کے فضلِ عظیم کا ظہور ہوتا ہے۔

اسی مطلب کی عبارت
حافظ ابوالخیر سخاوی کی کتاب سیرت
شامی میں منقول ہے۔

ملا علی قاری جو اس فرقہ
کے بھی مستندین میں ہیں اپنی کتاب
"موردروی" میں فرماتے ہیں۔

(شب ولادت) منبع خیر و
برکت مکہ مکرّمہ کے باشندے اس
مکان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

المتواتر بين الناس انه محل
مولده رجاء بلوغ كل منهم
بذلك لقصده ومزيد اهتمامهم
به الی آخرہ۔

وہمردان ست ولا هل
المدينة كثرهم الله تعالى به
احتفال و علىٰ فعله اقبال الخ

وہمردان است و اما
العجم فمن حين دخل هذا
الشهر المعظم والزمان المكرم
لا هلها مجالس فخام من
انواع الطعام للقراء الكرام و
العلماء العظام و الفقراء من
الخاص والعام الخ

قولہ- با آنکہ از فقہا ومحدثین
معتمد ہیچکی باستحسان وجواز آن نرفتہ الخ

جس کے متعلق لوگوں میں یہ مشہور
ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
جائے ولادت ہے۔ اس اُمید کے
ساتھ کہ اس توجہ اور زیادتی اہتمام کی
بنیاد پر ان کی مرادیں بر آئیں گی۔

ملاعلی قاری اسی کتاب میں رقم طراز ہیں۔
ساکنانِ مدینہ، اللہ ان کی
تعداد میں اضافہ فرمائے اس موقع پر
پوری لگن کے ساتھ محفلیں منعقد
کرتے ہیں۔

اسی کتاب میں لکھتے ہیں:
"رہے عجم کے باشندے تو جب بھی
یہ عظیم الشان مہینہ آتا ہے اسی وقت
سے قرأ کرام، علماء عظام اور خاص و
عام فقراء کے لئے انواع و اقسام
کے کھانوں کی بڑی بڑی محفلوں کا
انعقاد کرتے ہیں"

قولہ — معتمد فقہاء و محدثین
میں کوئی بھی اس کے جواز اور
استحسان کی طرف نہیں گئے۔ الخ

اقول - این قولی ست سقیم و
کیدی ست عظیم شیخ عبدالحق و ملا علی
قاری و محمد طاہر صاحب مجمع البحار و
شیخ عبدالوہاب متقی مکی و امام ابن
جزری صاحب حصنِ حصین و حافظ
ابن رجب حنبلی و علامہ ابوالطیب سبتی
مالکی و حافظ جلال سیوطی و صاحب
سیرت شامی و مجد الدین شیرازی
علامہ سیف الدین ابو جعفر ترکمانی
دمشقی حنفی و شیخ برہان الدین جعبری و
علامہ حمد اللہ و امام سلیمان برسوی و
مولانا حسن بحرینی و برہان ناصحی و شیخ
شمس الدین سیواسی و شیخ محمد بن حمزۃ
العربی الواعظ و شمس الدین دمیاطی و فخر
الدین دنقلی و حافظ زین الدین عراقی و
علامہ برہان ابوالصفا و حافظ ابوشامہ و

اقول - یہ بات صحیح نہیں،
مکر عظیم ہے۔ ۱- شیخ عبدالحق، ۲-
ملا علی قاری، ۳- محمد طاہر صاحب مجمع
البحار، ۴- شیخ عبدالوہاب متقی مکی،
۵- امام ابن جزری صاحب حصن
حصین، ۶- حافظ ابن رجب حنبلی،
۷- علامہ ابو الطیب سبتی مالکی،
۸- حافظ جلال الدین سیوطی،
۹- صاحب سیرت شامی ۱۰-
مجد الدین شیرازی، ۱۱- علامہ سیف
الدین ابو جعفر ترکمانی دمشقی حنفی،
۱۲- شیخ برہان الدین جعبری،
۱۳- علامہ حمد اللہ، ۱۴- امام سلیمان
برسوی، ۱۵- مولانا حسن بحرینی،
۱۶- برہان ناصحی ۱۷- شیخ شمس
الدین سیواسی، ۱۸- شیخ محمد ابن حمزہ
العربی الواعظ، ۱۹- شمس الدین
دمیاطی، ۲۰- فخر الدین دنقلی،
۲۱- حافظ زین الدین عراقی،
۲۲- علامہ برہان ابوالصفا،
۲۳- حافظ ابوشامہ، ۲۴- حافظ ابن

حافظ ابن حجر عسقلانی و علامہ ابوالقاسم
لؤلوی و علامہ ابوالحسن البکری و امام
سخاوی و برہان الدین صاحب
سیرت حلبی و علامہ ابن حجر مکی کہ حالِ
تصانیفِ این حضرات معروف و مشہور
و در کتب متداولہ مشہورہ مثل کشف
الظنون بمدح و قبول مسطور
و مذکور ست و سوای این حضرات دیگر
علماء معتمدین از اجلہ محدثین و فقہاء
مشہورین از اہل حرمین طیبین و سائر
بلاد اسلامیہ در رسائل و فتاویٰ خود
استحسان آن فرمودہ اند و رسائل مولد
تالیف نمودہ اند۔

باری اگر از قصور علم بکتب علماء
سابقین عبورش رو نہ نمود دریافت این
امر از اقوال مشہورہ علماء لاحقین و
فضلاء متاخرین کہ در قرب ہمیں زمان

حجر عسقلانی، ۲۵- علامہ ابوالقاسم لؤ
لوی، ۲۶- علامہ ابوالحسن البکری،
۲۷- امام سخاوی، ۲۸- برھان
الدین صاحب سیرت حلبیہ،
۲۹- علامہ ابن حجر مکی، جیسے ائمہ کرام
جن کی تصنیفات خود مشہور و معروف
ہیں۔ جن کی مقبولیت اور مدح و
ستائش کا تذکرہ کشف الظنون جیسی
شہرت یافتہ اور متداول کتاب میں
بھی ہے ان حضرات کے علاوہ
حرمین طیبین اور دیگر اسلامی ممالک
کے دوسرے جلیل القدر فقہاء و
محدثین و قابل اعتماد علماء نے اپنی
معتبر اور مستند کتابوں میں عملِ میلاد
کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے۔ اور
رسائل میلاد کی تالیف کی ہے۔

اگر قلت علم کی بناء علماء
سلف کی کتابوں تک رسائی نہیں ہو
سکی ہے تو یہ بات اُن علماء خلف و
فضلاء متاخرین کے مشہور
اقوال سے معلوم کرنا کیا بعید

گذشتہ اند چہ دور بود بالخصوص کسانیکہ
درسلسلہ سند صاحب رسالہ وامثالش
در روایات کتب فقہ وتفسیر وحدیث و
عقائد معدود و در رسائل امثال
صاحب رسالہ استناد باوشان موجود
مانند شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ
عبدالرحیم صاحب محدث دہلوی ومرزا
حسن علی صاحب محدث لکھنوی
وغیرہم۔

اگر گوئی کہ صاحب رسالہ
کہ درسکر خود بینی سرشار ست ہمہ
سابقین و لاحقین رابی خبر از فقہ
وحدیث بلکہ از جاہلین وضالین بلکہ
موافق عقیدہ طائفہ از کافرین و
مشرکین می شمارد پس چہ جائے اعتماد و
اعتبار ست وذکر ایں ہمہ سابقین و
لاحقین از ائمہ دین و علماء مشہورین
بمقابلہ اش بیکار ست۔

تھا وہ تو ابھی عنقریب گذرے ہیں۔
بالخصوص ان لوگوں کے اقوال جو فقہ،
تفسیر، حدیث اور عقائد کی کتابوں
کی روایت میں، صاحب رسالہ اور
اس جیسے لوگوں کے سلسلۂ سند میں
معدود ہیں اور جن سے صاحب
رسالہ جیسے لوگوں کے رسائل میں
استناد موجود ہے۔ جیسے شاہ ولی اللہ
صاحب، شاہ عبد الرحیم صاحب
محدث دہلوی، مرزا حسن علی صاحب
محدث لکھنوی وغیرہ۔

اگر تم کہو کہ صاحب رسالہ خود
بینی کے نشہ میں چور ہے تمام سابقین
ولاحقین کو فقہ وحدیث سے بے خبر
بلکہ جاہل و گمراہ بلکہ اپنی جماعت
کے اعتقاد کے مطابق کافر ومشرک
شمار کرتا ہے اس لئے اُن پر کیا اعتماد
اُن کا کیا اعتبار، اُس کے مقابلہ میں
ان تمام سابق و لاحق ائمۂ دین و
مشہور علماء کا تذکرہ بے کار ہے۔

پس اولاً گویم کہ اگر چہ عامہ طائفہ
اسماعیلیہ وہابیہ بجہت بیخوفی از خدا
وفقدان شرم وحیا ہمیں اعتقاد آرند و
آنحضرات عظام ومتبعین آن کرام را
از زمرۂ ضالین و جاہلین بے دین می
شمارند اما از صاحب رسالہ تصریح این
امر بظاہر دور ست چہ در آخر ہمیں
رسالہ کہ برائے اظہار استناد صاحب
رسالہ سند استاذ صاحب رسالہ ثبت
ست ومنقبت شان بلفظ استاذ المحققین
سند العالمین فی العالمین مولانا المفتی
صدر الدین خاں دہلوی۔

درج ودران سند اکتساب نمودن
صاحب رسالہ فقہ واصول فقہ وعقاید و
کتب دیگر علوم دین مثل بخاری
و تفسیر بیضاوی وغیرہ را از

میں اولاً عرض کروں گا کہ اگر چہ عام
اسماعیلی وہابی، خدا سے بے خوفی اور
بے شرمی و بے حیائی سے یہی اعتقاد
رکھتا ہے، اور اُن عظیم الشان
حضرات اور ان کے پیروکاروں کو
گمراہ، جاہل اور بے دین سمجھتا ہے
تاہم صاحب رسالہ کا کھلے طور پر یہ
کہنا بظاہر بعید ہے۔ اس لئے کہ اس
کتاب کے اخیر میں صاحب رسالہ
کے مستند ہونے کا اظہار کرنے کے
لئے ان کے استاذ کی سند لکھی ہوئی
ہے جس میں ان کے استاذ کو ان
القاب سے یاد کیا ہے۔

استاذ المحققین، سند
العالمین فی العالمین،
مولانا المفتی صدر الدین
خاں دھلوی۔

اور اسی سند میں صاحب رسالہ کے
فقہ، اصول فقہ، عقائد اور دیگر کتب
علوم دینیہ مثلاً بخاری شریف بیضاوی

مفتی صاحب موصوف مذکورست وہمدران سند متصف بودن صاحب رسالہ بغربت و اہلیت و شرم وحیا مسطورست۔

ہمان سند العالمین فی العالمین درفتویٰ مشہورہ خود کہ بحالت حیات شان در لکھنو مطبوع ہم شدہ است می فرمایند۔

عمل مولد شریف درماہ مولد حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم و اجتماع مومنین درین روز مسعود کہ خالی باشد از منہیات ومکروہات الی قولہ از بہترین اعمال حسنہ است ومتوارث ہست از علمائے اعلام و قضاۃ ومفتیان اہل اسلام ومشائخ کرام کابراً عن کابرو اتفاق ست جم غفیرراازاعاظم علماء دین

شریف وغیرہ کو حضرت مفتی صاحب موصوف سے اکتساب کرنا مکتوب ہے نیز اسی سند میں صاحب رسالہ کا غربت ، اہلیت اور رم و حیاء سے متصف ہونا بھی مذکور ہے۔

وہی سند العالمین فی العالمین اپنے اُس مشہور فتویٰ میں جو اُن کی حیات ہی میں لکھنو سے چھپا تھا۔ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) حضرت سید الاولین و الآخرین ﷺ کی ولادت کے مہینہ میں میلاد کا عمل اور اس مسعود دن میں مومنوں کا وہ اجتماع جو منہیات و مکروہات سے خالی ہو۔ الی قولہ۔ بہترین اعمال حسنہ سے ہے جس پر پیڑھی در پیڑھی سے مشائخ کرام ، مفتیان اہلِ اسلام ، قاضیان کرام علماء اعلام کا توارث چلا آرہا ہے۔ اس عمل مکرم کے استحسان پر عرب

عرب وعجم برحسن ایں عمل مکرم ومعمول بہ اکابر محدثین و فقہائی اقطار عالم است و شک نیست کہ ایں عمل محمود موجب مزید ثواب و برکات ونزول رحمت وشفائی قلوب وانشراح صدورو قرۃ عیون اہل اسلام وارغام شیاطین وخذلان اہل ضلال و طغیان ست خصوصا دریں زمانہ دریں ملک کہ بے ادبان و جاہلان از عوام بہ تقویت و استظہار عملداری حال نوبت زبان درازی باقصی غایت رسانیدہ اند الی آخرہ۔

وبعد نقل اقوال ائمہ دین وعلماء مشہورین فرمودہ۔

پس قول تاج الدین فاکہانی مالکی کہ ایں عمل مذموم ست بالمقابل جم غفیر از ائمہ دین وعلمائے محققین از فقہا و محدثین کہ باستحسان

وعجم کے بڑے بڑے علماء دین کی بھاری جماعت کا اتفاق ہے اور دنیا کے تمام ممالک کے اکابر فقہا و محدثین کا معمول بہ۔ کوئی شک نہیں یہ پسندیدہ عمل ثواب و برکات اور نزولِ رحمت کی زیادتی کا باعث ، دلوں کی شفا، سینوں کا انشراح، اہلِ اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ، شیطانوں کی دُھتکار، سرکشوں اور گمراہوں کی رسوائی کا سبب ہے، بالخصوص اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاں بے ادب جاہل لوگ عملداری کی تقویت کی بناء پر انتہائی درجہ کی زبان درازی پر اتر آئے ہیں۔

ائمہ دین اور مشہور علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

پس تاج الدین فاکہانی مالکی کا قول کہ ”یہ عمل مذموم ہے“ اُن ائمہ دین و محققین فقہا محدثین کی بڑی جماعت کے بالمقابل

آن رفته اند مقبول نیست
ورده السیوطی وکثیر من العلماء الاعلام
بمایشفی قلوب المومنین پس تنہا از انکار
فاکہانی وتفرد او دران ایں عمل مکرم
رامختلف فیہ گفتن غلطی فاحش ست و
عجب ست وبس عجب از ان گروہ
صافی عقیدت کہ عمل مولد شریف راز
بدعات سیئہ گویند و بجز اینکہ ایں عمل
بدیں صفت وخصوصیت آن در ماہ
مولد حضرت سرور انس وجاں صلی اللہ
علیہ وسلم منقول از قرون ثلاثہ نیست
دلیلی دیگر نزد خود ندارند حتی کہ کدام
روایت شاذ از کتب غیر مشہورہ فقہ
حنفیہ ہم بحرمت یا کراہت آن پیش نمی
کنند ونمی دانند کہ بریں تقدیر لازم می
آید کہ جملہ مستحسنات علمائے متاخرین
کہ کتب فقہ مذاہب اربعہ

مقبول نہیں جو اس عمل کے استحسان
کی طرف گئے ہیں۔ علامہ سیوطی اور
بہت سارے نمایاں علماء کرام نے
فاکہانی کی ایسی تردید کی ہے کہ
مومنوں کا دل شفایاب ہوجاتا ہے۔
اسلئے تنہا فاکہانی کے انکار سے اس عمل
کو مختلف فیہ کہنا کھلی غلطی ہے۔ اُس
صافی عقیدت گروہ سے حیرت
بالائے حیرت تو یہ ہے کہ عمل المیلاد کو
بدعت سیۂ کہتے ہیں حالانکہ اُن کے
پاس سوائے اس کے کوئی دلیل نہیں
کہ یہ عمل اس صفت و خصوصیت
کے ساتھ سرورِ انس و جاں ﷺ کی
ولادت کے مہینے میں قرونِ ثلٰثہ
سے منقول نہیں۔ یہاں تک کہ فقہ
حنفی کی غیر مشہور کتابوں کی کوئی شاذ
روایت بھی اس کی کراہت وحرمت
پر پیش نہیں کر پاتے۔ انہیں معلوم
نہیں کہ اس تقدیر پر علماء متأخرین
کے وہ سارے مستحسنات بدعات

خصوصا فقہ حنفی جملہ ازان ست و
ہزار جا مرقوم ست استحسنہ
المتأخرون جملہ در بدعات داخل
شود وعلمای متاخرین از فقہاء باجمعہم از
اہل بدع وضلال بشمار در آیند چہ از
مستحسنات ایشان اثرے در قرون ثلثہ
نبود و ما ھو الا ارتفاع الامان
عن الشرعیات اعاذ نا اللّٰہ
تعالیٰ من ھذہ العقیدۃ
الفاسدۃ۔
محفلے کہ دران ذکر جمیل ولادت
حضرت خاتم النبیین ﷺ بلا انضمام
منکرات ومکروہات شرعیہ باشد آن را
مجمع آثام وبدعات فہمیدن واجتماع
تمامی علمائے دین سابق وحال را
از مذاہب اربعہ شرقاً وغرباً در عرب وعجم
بر ضلالت و بطلان قرار دادن و
حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً را دار

میں داخل ہوجائیں گے جن سے
فقہ مذاہب اربعہ بالخصوص فقہ حنفی کی
کتابیں بھری ہوئی ہیں جن کتابوں
میں ہزاروں جگہ ''استحسنہ
المتأخرون'' تحریر ہے۔ اور
متأخرین فقہا کا اہل بدعت و
ضلالت میں شمار ہوگا اس لئے کہ ان
کے مستحسنات کا قرونِ ثلاثہ میں نام و
نشان بھی نہیں تھا۔ ایسا ہوگیا تو
شرعیات سے امان ہی اٹھ جائے گا۔
اس فاسد عقیدہ سے اللہ ہم سبھوں کو
محفوظ رکھے (آمین)۔
وہ محفل جس میں حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کا ذکرِ
جمیل، منکرات ومنہیات شرعیہ کی
آمیزش کے بغیر ہو اس کو گناہوں اور
بدعتوں کا اجتماع سمجھنا۔ مذاہب
اربعہ سے تعلق رکھنے والے از شرق تا
غرب عرب وعجم کے سارے علماء
کے اجتماع کو بطلان وضلالت قرار
دینا، حرمین شریفین زادھما اللہ

البدعۃ انگاشتن و اتباع سنت
منحصر در افراد عدیدہ بلاد ہندوستان
دانستن چہ خوش اعتقادی وحسن ظن
نسبت بعلمائے اسلام و بلاد اسلام
ست حررہ العبد المسکین
محمد صدر الدین ختم اللہ لہ
بالحسنیٰ۔

وثانیاً بر تقدیر یکہ صاحب
رسالہ ہمہ مجوزین ایں عمل را از غیر
معتمدین بلکہ گمراہ و بے دین می شمارد و
پس چرا از اکثر ہمیں ائمہ دین فقہاء و
محدثین برائے اثبات دعاوی خود سند
ہائے بیجا می آورد بر سر شاخ نشستن و بن
را بُریدن بر عقلِ خود خط کشیدن ست۔

قولہٗ۔ بدعت را دو معنی ست یکی
لغوی عام کہ عبارت از مطلق محدث
ست خواہ عبادت بود یا عادت و دوم شرعی

شرفاً کو دار البدعۃ سمجھنا اور سنت
کی پیروی ہندوستان کے چند افراد
میں منحصر جاننا کیا علماء اسلام وممالک
اسلامیہ کے ساتھ خوش اعتقادی اور
حسنِ ظن ہے؟ ہرگز نہیں۔

حررہ العبد المسکین
محمد صدر الدین
ختم اللہ بالحسنیٰ

ثانیاً۔ اس تقدیر پر کہ صاحب
رسالہ، اس عمل کو جائز قرار دینے
والے تمام لوگوں کو ناقابل اعتماد بلکہ
گمراہ و بے دین سمجھتا ہے پھر اپنے
دعووں کے اثبات کی خاطر اکثر انہی
ائمۂ دین، فقہا و محدثین سے کیوں
بے جا استناد کرتا ہے، شاخ پر بیٹھ کر
جڑ کاٹنا اپنی عقل کو قلم زد کرنا ہے۔

قولہٗ بدعت کے دو معانی
ہیں ایک لغوی عام، جس سے مراد
مطلق نوپید چیز ہے خواہ وہ عبادت ہو
یا عادت دوسرے شرعی خاص،

خاص کہ عبارت ست از زیادت و
انتقاص در دین بعد صحابہ بدون اذن
شارع لا قولاً ولا فعلاً ولا
صراحۃ ولا اشارۃ پس لفظ
بدعت دریں حدیث و در احادیث
دیگر عام ست شامل ہمہ محدثات وایں
عموم بحسب معنی شرعی خاص ست نہ
معنی لغوی عام الی قولہ و بایں قیود
بیروں رفت تعمیر منارہ مسجد کہ بنا بر
اعلام اوقات صلوٰۃ ست و تصنیف
کتب کہ آلہ وعون تعلیم و تبلیغ ست و
استعمال منخل و مداومت بر اکل لب
حنطہ و مثلہا کہ ہر یک امر ازینہا ماذون فیہ
بل مامور بہا ست بر سبیل اجمال الی آخرہ۔

اقول۔ ازیں مقام باقرارش
ثابت ست کہ چیز یکہ بالاجمال داخلِ
ماذونات شرعیہ باشد گو خصوص آن

جس سے مراد شارع کے قولاً، فعلاً
صراحۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر،
صحابۂ کرام کے بعد دین میں کسی
طرح کی زیادتی یا کمی کرنا ہے۔ پس
لفظِ بدعت اس حدیث میں اور دیگر
احادیث میں عام ہے تمام محدثات
پر مشتمل ہے اور یہ عموم معنیٔ شرعی
خاص کے اعتبار سے ہے نہ کہ معنیٔ
لغوی عام کے اعتبار سے الی قولہ۔
اوران قیود سے منارۂ مسجد کی تعمیر جو
نماز کے اوقات کا اعلان کرنے کے
لئے ہے اور کتابوں کی تصنیف جو
تعلیم وتبلیغ کا ذریعہ ہے اور چلنی کا
استعمال نیز گیہوں کا مغز کھانے پر
مداومت اور اس جیسی چیزیں کہ ان
ساری باتوں کی اجازت ہے۔
بلکہ بطور اجمالی ان کا حکم ہے۔ الخ

اقول۔ یہیں سے اس کے
اقرار کی بناء پر ثابت ہوا کہ جو چیز
اجمالاً شرعی ماذونات میں داخل

صراحة از قول و فعل شارح ہیئت
کذائیہ ماثور نباشد ونہ از صحابہ کرام
مروی باشد در ضلالت داخل شدن نمی
تواند پس از مستحسنات ائمہ دین
اعتراضات وہابیہ مندفع و مطرو د
وخرافات شان ہمہ باطل و مردود
شدند کہ آنحضرات آن مستحسنات را
باشارہ مضامین احادیث صریحہ
حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
مستحسن گردانیدہ اند وداخل بودن آنہا
درعمومات ما ذونات بلکہ مامورات
شرعیہ بالاجمال بثبوت رسانیدہ اند۔
قطع نظر از استحسان عام دیگر
بدعات حسنہ حال خصوص اظہار سرور
واداے شکر نعمت درایام مبارک ولادت

ہوں بھلے اس کا خصوص اور ہیئت
کذائیہ نہ تو شارع کے قول و فعل
سے منقول ہو نہ ہی صحابۂ کرام سے
مروی ہو وہ ضلالت میں داخل نہیں
ہوسکتی اس لئے ائمۂ دین کے
مستحسنات کے تعلق سے وہابیہ کے
اعتراضات اٹھ گئے اور ان کے
سارے خرافات باطل و مردود قرار
پائے ۔ کیونکہ ان حضرات نے
سیدالمرسلین ﷺ کے صریح احادیث
کے مضامین سے اشارۃً ان امور کو
مستحسن قرار دیا ہے ۔ اور اجمالی
طور پر اُن کا ماذونات شرعیہ بلکہ
مامورات شرعیہ میں داخل ہونا
ثابت کیا ہے۔
دوسرے بدعات حسنہ کے
عام استحسان کی بات تو چھوڑئے
خاص ولادت شریفہ کے مبارک
ایام میں شکر نعمت کی ادائیگی

شریفہ آنکہ صاحب مجمع البحار کہ
مستند ایں طائفہ است ونزد ایں طائفہ
در ائمہ محققین و اجلہ فقہاء و محدثین
داخل در خاتمہ مجمع البحار فرمودہ۔
تم بحمد الله و تيسيره
الثلث الاخير من مجمع بحارا
لانوار في غرائب التنزيل و
لطائف الاخبار في الليلة
الثانية عشر من شهر السرور
والبهجة مظهر منبع الانوار و
الرحمة شهر ربيع الاول فانه
شهر امرنا باظهار السرور
وفيه كل عام الىٰ آخره۔
واگر بریں تسلی نیاید تا کلام ابن
الحاج مستند خود مطالعہ نماید کہ باشارہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت
شہر مبارک واولویت زیادت اعمال
ذاکیات دراں تحقیق می فرماید۔

اور اظہار سرور کا حال صاحب مجمع
البحار نے خاتمہ میں تحریر فرمایا ہے
موصوف اس گروہ کے مستند اور اس
کے نزدیک ائمۂ محققین واجلۂ فقہا و
محدثین میں داخل ہیں۔فرماتے ہیں:
"اللہ کی حمد اور اس کی فراہم
کردہ آسانی کے سبب "مجمع البحار کا
تہائی آخری حصہ مکمل ہو گیا ۔
رحمت و انوار کے سرچشمہ کا مظہر،
مسرت ورونق کا مہینہ ماہ ربیع الاول
کی بارہویں شب میں کیونکہ یہی وہ
مہینہ ہے جس میں ہر سال ہمیں
اظہار شادمانی کا حکم دیا گیا ہے۔الخ
اگر اس سے تسلی نہ ہو تو
اپنے مستند ابن الحاج کے کلام کا
مطالعہ کرے جنہوں نے آں
حضرت ﷺ کے اشارے سے
شہر مبارک کی فضیلت اور اس میں
نیک اعمال کی زیادتی کی برتری کو
محقق فرمایا ہے۔

باقیماند طعن برلفظ بدعت باینکہ
آنحضرات براں مستحسنات در کتب
شرعیہ اطلاق محدث و بدعت می نمایند
وصراحۃً بدعت بمعنی شرعی را تقسیم می
فرمایند پس ایں اعتراض و اشکال
مغالطۂ جہال ست۔
حلّش اینکہ مرادشان از بدعت
کہ آنرا مورد تقسیم ساختہ اند و براں ہم
اطلاق معنی شرعی پرداختہ اند امری
ست کہ بخصوصہ سنت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نباشد وقول و فعل
آنجناب از ان ساکت باشد خواہ
مزاحم ومخالف سنت ومغیر ومنافی کدامی
طریقہ محدودہ آنحضرت ﷺ باشد
خواہ موافق قواعد عامہ شریعت و
بالاجمال حکماً داخل سنت و ثابت
باشارہ احادیث صریحہ جناب شفیع
امت ﷺ باشد کہ آنحضرات این
معنی عام راہم معنی شرعی فرمودہ اند

رہ گئی بات لفظِ بدعت پر چھینٹا کشی
کی۔ اور وہ یوں کہ وہ حضرات اُن
مستحسنات کو شرعی کتابوں میں محدث
و بدعت کہتے ہیں اور صراحۃً بدعت
بمعنیٔ شرعی کی تقسیم کرتے ہیں تو یہ
اعتراض جاہلوں کا مغالطہ ہے جس کا
حل یہ ہے کہ اُن حضرات نے جس
بدعت کو موردِ تقسیم بنایا ہے اور
جس پر معنیٔ شرعی کا اطلاق بھی کیا
ہے اُس سے مراد وہ امر ہے جو اپنی
خصوصیت کے ساتھ حضور اکرم
ﷺ کی سنت نہ ہو اور ان کا قول و
فعل اس سے خاموش ہو خواہ سنت
کے مخالف ہو اور حضور ﷺ کے
کسی محدود طریقہ کا مغیّر و منافی ہو
خواہ شریعت کے عام اصول کے
موافق اور اجمالی طور پر حکماً داخلِ
سنت اور شفیع امت ﷺ کی صریح
حدیثوں کے اشارہ سے ثابت ہو۔
اس عام معنی کو بھی معنیٔ شرعی کہا ہے۔

تقسیم آں نمودہ اند۔
ملا علی قاری علیہ الرحمہ در شرح
موطا امام محمد فرمودہ۔
اصل البدعۃ ما احدث
علی غیر مثال سابق ویطلق
فی الشرع علی ما یقابل
السنۃ ای مالم یکن فی عھدہ
صلی اللہ علیہ وسلم ثم
ینقسم الی الاحکام الخمسۃ
کذا ذکرہ الحافظ السیوطی۔
مؤیدات ایں معروف و مشہور
قدری ازاں در دیگر رسایل منقول و
مسطور اما اینجا اختصار منظور ست۔
ووجہ تقسیم بدعت و اطلاق معنی
شرعی بریں معنی چند امر ست۔
اولاً کہ لفظ بدعت بمعنی لغوی
شامل کل ما احدث من غیر
سابق ست ولفظ سنت بمعنی لغوی
شامل ہر طریقہ ہر کس ست

اور اس کی تقسیم فرمائی ہے ملا علی قاری
علیہ الرحمہ شرح مؤطا میں فرماتے ہیں۔
"اصل بدعت وہ نو پید چیز ہے
جس کی ماضی میں کوئی مثال نہ ہو
شریعت میں اس کا اطلاق سنت کے
مقابل یعنی اس امر پر ہوتا ہے جو
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد
مسعود میں موجود نہ ہو۔ پھر اس کی
تقسیم احکام خمسہ کی طرف ہوتی ہے۔
حافظ جلال الدین سیوطی نے یونہی
ذکر فرمایا ہے۔"
اس امر کی تائیدیں مشہور و
معروف ہیں اور کچھ دیگر رسائل
میں منقول لیکن یہاں اختصار پیش
نظر ہے۔
بدعت کی تقسیم اور اس، معنیٔ
شرعی کے اطلاق کی چند وجہیں ہیں۔
اولاً لفظ بدعت لغوی معنی کے اعتبار
سے لاعلیٰ مثال سبق ہر نو پید چیز پر
مشتمل ہے۔ یونہی سنت لغوی معنی

اما ہر گاہ در عرف شرع سنت اصالۃ اسم
خاص برای قول و فعل و تقریر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شدہ است و اطلاق
بدعت براں نیامدہ است و بدعت
مقابل سنت ست۔

پس ایں معنیٰ خاص یعنی ہر چیز
یکہ بالخصوص سنت آنحضرت ﷺ
نباشد البتہ معنیٰ لغوی لفظ بدعت نمی تواند
شد صرف اصطلاح اہل شرع ست۔

دوم آنکہ از صحابہ کرام اطلاق
لفظ بدعت بر محدثات خود شاں ثابت
است باوجودیکہ گاہی بر سنت
آنحضرت اطلاق بدعت نفرمودہ
اند پس البتہ ایں اطلاق بدون تقسیم
بسوی حسنہ و سیئہ درست نمی۔
تواند شد قطع نظر ازینہمہ نزاع
منازعان در استعمال آں و اطلاق معنیٰ شرعی

کے اعتبار سے ہر شخص کے ہر طریقہ
کو عام ہے لیکن اصطلاح شریعت
میں سنت اصلاً نام ہے آنحضرت
ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کا۔ اُن پر
بدعت کا اطلاق وارد نہیں ہے۔

بدعت سنت کا مقابل ہے۔ اس
خاص معنی کے اعتبار سے صرف
اصطلاح شریعت میں ہر وہ چیز
بدعت ہے جو خاص آنحضرت
ﷺ کی سنت نہ ہو البتہ لغوی معنی
کے اعتبار سے بدعت نہیں ہے۔

ثانیاً صحابۂ کرام سے خود
اپنی ایجادات پر بدعت کا اطلاق
ثابت ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت پر کبھی بھی بدعت کا اطلاق
نہیں فرمایا بلاشبہ یہ اطلاق بدعت کو
حسنہ اور سیئہ کی طرف منقسم کئے بغیر
صحیح نہیں ہوسکتا۔

ان تمام باتوں سے قطع
نظر کرتے ہوئے لفظِ بدعت کے

برآں نزاع لفظی ست لو فرضنا کہ ایں
معنی معنی لغوی ست و معنی شرعی
اصطلاحی منحصر در خصوص آں معنی ست
کہ جز بر بدعت سیئہ صادق نشود۔

اما ایں از کجا کہ بر مستحسنات ائمہ
دین باوجود عدم مزاحمت کدامی سنت و
باوجود دخول در مندوبات شریعت
بالاجمال حکم ضلالت لازم گردانیدہ آید
اطلاق بدعت بران بمعنی دیگر است
ولزوم کلیت ضلالت برای معنی دیگر۔

حاصل آنکہ میان معنی لغوی
واصطلاحی تفرقہ ساختن و تعدد
اصطلاحات را پس پشت انداختن و بہ
تحقیق و تطبیق چنانکہ ائمہ دین
فرمودہ اند نہ پرداختن و بے باکانہ
علم طعن بر ائمۂ اعلام افراختن

استعمال اور اس پر معنیٔ شرعی کے
اطلاق کے بارے میں جو نزاع ہے
وہ لفظی ہے۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ
بدعت کا یہ لغوی معنی ہے۔ شرعی
اصطلاحی معنی اسی خصوص میں منحصر
ہے جس پر صرف بدعت سیۂ کا
صدق ہوتا ہے لیکن ائمۂ دین کے
اُن مستحسنات پر گمراہی کا حکم کہاں
سے لازم کردیا گیا جو اجمالی طور پر
شریعت کے مستحبات میں داخل بھی
ہیں اور کسی سنت سے متصادم بھی
نہیں۔ ان مستحسنات پر بدعت کا
اطلاق ایک معنی کے اعتبار سے ہے
اور ہر بدعت کے لئے ضلالت کا
لزوم، دوسرے معنی کے اعتبار سے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ لغوی
و اصطلاحی معنی میں تفرقہ ڈالنا اور
تعدّدِ اصطلاحات کو پس پشت رکھنا
اور ائمۂ دین کی تحقیق و تطبیق میں غور
وفکر نہ کرنا اور ممتاز ائمہ کے خلاف

ہمان کیدی ست کہ شیطان لعین
خوارج وروافض ومعتزلہ وغیرہم را کہ
ماخذ بحدیث اندران گرفتار گردانیدہ
بقعر ضلالت رسانیدہ است۔

قولہ — وعند الاستقراء در
عبادات بدنیہ محضہ ہمچو صوم وصلوٰۃ و
تلاوت وامثال ذٰلک بدعت غیر سیئہ
یافتہ نمی شود الی آخرہ۔

اقول — منشاء ایں دعاوی
ہمان کج فہمی اقوال اکابر امت ست
البتہ امرے کہ در قواعد عامہ شریعت
مندرج نباشد از طرف خود در عبادات
داخل نمودن حسن نمی تواند شد اما آنچہ
بطور عموم از مندوبات شارع باشد اگر
بہ نیت برکت کدامی ہیئت خاص آن
کہ منافی ومغیر حدود متعینہ شریعت

طعن وتشنیع کا علم بلند کرنا وہی مکر ہے
جس میں گرفتار کر کے شیطان لعین
نے حدیث سے اخذ کرنے کا دعویٰ
کرنے والے روافض وخوارج اور
معتزلہ کو گمراہی کے گڈھے میں
پہونچا دیا ہے۔

قولہ ”تلاش وجستجو کے وقت
نماز، روزہ، تلاوت، جیسی عبادات
بدنیہ محضہ میں سوائے بدعتِ سیئہ کے
دوسری بدعت نہیں پائی جاتی۔الخ“

اقول - ان دعووں کا سرچشمہ
اکابر امت کے اقوال کو نہ سمجھ پانا
ہے یقیناً عبادات میں اپنی طرف
سے ایسے امر کو داخل کر دینا جو
شریعت کے عام قواعد کے تحت
مندرج نہ ہوں مستحسن نہیں ہوسکتا،
رہ گیا وہ امر جو بطور عموم شارع کے
مستحبات سے ہو اگر بہ نیت برکت
کسی ایسی خاص ہیئت کے ساتھ جو
شریعت کے معیّن حدود کا مغیر اور

نباشد بعمل آوردہ شود البتہ در عبادات
بدنیہ ہم اطلاق بدعت حسنہ موافق
تصریحات استعمالات ایمہ دین بران
نمودہ خواہد شد۔

اینجا کہ نظر بر اختصار ست بر
نقل عبارت کتاب تنبیہ السفیہ کہ رد
مجتہد روافض ست اکتفاء میرود
جائیکہ مجتہد مذکور در کتاب صوارم الزام
بدعت بر صاحب تحفہ وغیرہ نہادہ
صاحب تنبیہ السفیہ جوابش بدین
عبارت دادہ۔

اگر مراد از بدعت بدعت حسنہ
است فنعم ومرحبا وہیچ کس از فرق
اسلامیہ اینقسم بدعت را مذموم نمی
شمارد واگر مراد بدعت سیئہ است پس
لانسلم کہ ازیں عبارت مفہوم شود چہ

منافی نہ ہو اسے عمل میں لایا جائے تو
یقیناً ائمہ دین کے استعمال اور
تصریحات کے مطابق عباداتِ
بدنیہ میں بھی بدعت حسنہ کا اطلاق کیا
جائے گا۔

یہاں چونکہ اختصار پر نظر
ہے اس لئے روافض کے مجتہد کی
کتاب کا رد کتاب ”تنبیہ السفیہ“
کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا
ہوں۔ مجتہد مذکور نے جس جگہ
کتاب صوارم میں صاحب تحفہ
وغیرہ پر بدعت کا الزام لگایا ہے۔
”صاحب تنبیہ السفیہ نے اس
عبارت سے اس کا جواب دیا ہے۔

”اگر بدعت سے مراد
بدعتِ حسنہ ہے تو بڑی اچھی بات
ہے، اسلامی فرقوں کی کوئی شخصیت
بدعت کی اس قسم کو مذموم شمار نہیں
کرتی اور اگر مراد بدعتِ سیئہ ہے تو
ہمیں تسلیم نہیں کہ وہ اس عبارت کا
مفہوم ہے اس لئے کہ بہت ساری

بسیا رخیر ہا در عہد سلف نبود مثل بناء
مدارس وقناطر وتدوین کتب وعلوم کہ
خلف صالح پیدا کردہ اندو در طریقۂ
زہد و عبادات و مجاہدات و اشغال
اختراع بسیار واقع شدہ واصلا جاے
ملامت وعتاب نیست۔

قال الله تعالیٰ ورهبانية
ابتدعوها ما كتبنا ها عليهم
الا ابتغاء رضوان الله الى
آخره ۔ومؤیدات ایں امر عنقریب
می آیند ازیں مقام ظاہرست کہ نجدیہ
مخالفت تمام فرق اسلامیہ نمودہ اند۔

قولہ۔فقیر میگویم کہ انچہ در قولِ
علماء تقسیم بدعت بسوئے حسنہ و سیئہ
یافتہ می شود وکلیہ کل بدعۃ ضلالۃ محمول بر
بدعت سیئہ شدہ مبنی بر غفلتی ست کہ در

چیزیں عہد سلف میں نہیں تھیں مثلاً
مدارس کی تعمیر پلوں کی تعمیر، کتابوں
اور علوم کی تدوین جو خلف صالح کی
پیدا کردہ ہیں ۔ زہد ، عبادات،
مجاہدات،اور وظائف کے طریقوں
میں بہت ساری ایجادات ہوئی ہیں
جو کسی طرح عتاب وملامت کے محل
نہیں ۔ارشاد ربانی ہے اللہ تعالیٰ کی
خوشنودی کی خاطر انہوں نے
رہبانیت خود ایجاد کر لی ہم نے ان
پر فرض نہیں کیا الخ

اس امر کی تائیدات
عنقریب آرہی ہیں۔اسی مقام سے
ظاہر ہے کہ نجدیوں نے تمام اسلامی
فرقوں کی مخالفت کی ہے۔

قولہ ’’فقیر کہتا ہے علماء
کے قول میں،سیئہ اور حسنہ کی طرف
بدعت کی جو تقسیم پائی جاتی ہے اور
’’کل بدعۃٍ ضلالۃ‘‘ کے
کلیہ کو بدعتِ سیئہ پر محمول کیا جاتا

تعریف وتشخیص بدعت رودادہ الی قولہ
ازین سوراندہ وزان سو ماندہ بنا بر
احتیاج رفع تناقض بصورت تلفیق و
تطبیق بظن خود کہ ان الظن لا
یغنی من الحق شیئا قسمت
بدعت بحسنہ وسیئہ کردند وضلالت ہر
بدعت را حمل بر سیئہ نمودند چوں رشتۂ
تقلید عقد الجید ہر کہ ومہ است ہر کہ آمد
تعمق نظر بہ تحقیق وتنقیح زائد نکردہ بر
قول منقول بلا امعان جمود نمود رفتہ
رفتہ ایں داء عضال ہمہ را فرا گرفت
الی آخرہ۔

اقول۔اللہ اللہ ایں چہ حماقت
است و چہ سفاہت دریں قول اشعار
بلکہ تصریح است باینکہ از عہد
صحابۂ کرام تا ہزار دوم کہ ہزار
ان ہزار محققین وفقہاء محدثین
بر بسیاری از امور باوجود اطلاق

ہے اس کا مدار اس غفلت پر ہے جو
بدعت کی تعریف و تشخیص میں
پیدا ہوگئی ہے۔الی قولہ۔ادھر
سے بھگایا تو ادھر چلے گئے اپنے
گمان میں رفع تناقض کی ضرورت
کی صورت میں بدعت کو حسنہ اور
سیئہ میں تقسیم کر ڈالا اور ہر بدعت کی
گمراہی کو سیئہ پر محمول کر دیا، چونکہ
تقلید کا رشتہ ہر چھوٹے بڑے کی
گردن کا ھار بنا ہوا ہے جو بھی آیا
اس نے تحقیق و تنقیح پر کوئی زیادہ
گہری نظر نہیں ڈالی بلکہ قول منقول
پر بلا دقّتِ نظر جمے رہے اور رفتہ
رفتہ اس لا علاج بیماری نے سب کو
اپنی چپیٹ میں لے لیا۔

اقول۔ اللہ اللہ ۔ یہ کیا
حماقت ہے؟ کیسی بے وقوفی ہے؟۔
اس قول میں اشارہ نہیں بلکہ اس
بات کی صراحت ہے کہ صحابۂ کرام
کے عہد سے لیکر ہزار دوم تک جن
ہزاروں ہزار محققین ، فقہاء اور

بدعت حکم استحسان فرمودہ اند و تقسیم بدعت بسوی حسنہ و سیئہ و حمل کلیہ حکم ضلالت بر کل بدعۃ سیئہ نمودند معاذ اللہ آں ہمہ ائمۂ دین در داء عضال جہل گرفتار بودند پس ایں سخنی ست کہ بالبداہۃ بر جہالت صاحب رسالہ شہادت میدہد و ہمیں سخن لغویت بیان صاحب رسالہ بجلوۂ ظہور می نہد۔

محدثین نے جن کثیر امور پر بدعت کے اطلاق کے باوجود استحسان کا حکم لگایا ہے اور بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کی طرف کی ہے اور ''کل بدعة ضلالة'' کے کلیہ کو بدعت سیئہ پر محمول کیا ہے وہ سب معاذ اللہ جہالت کی لاعلاج بیماری میں گرفتار تھے یہ تو ایسی بات ہے جو بداہۃً صاحب رسالہ کی جہالت پر شہادت دیتی ہے اور یہی ایک بات صاحب رسالہ کے بیان کی لغویت کو اجاگر بھی کرتی ہے۔

قولہ۔ ہمیں تنہا حضرت مجدد در ہزار دوم بشناعت ایں قسمت و تفریق متنبہ و ملہم شدہ تردید تقسیم بدعت نمودا ند الی قولہ بعد آنجناب علمائے دیگر موفق بایں ادراک شدہ ضلالت ہر بدعت باثبات رسانیدند الی آخرہ۔

قولہ۔ تنہا یہی حضرتِ مجدد ہزار دوم میں اس تقسیم و تفریق کی شناعت پر آگاہ ہوئے اور بطور الہام بدعت کی تقسیم کا رد فرمایا۔ الی قولہ۔ آں جناب کے بعد دوسرے علماء کو بھی یہ سمجھنے کی توفیق ملی اور ہر بدعت کی گمرہی کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا الخ۔

اقول۔ اولاً ملہم شدن شیخی تنہا در ہزار دوم بہ تردید تقسیم امری بیک معنی مستلزم بطلان تقسیم آن امر بمعنی دیگر مقتضی فساد اثبات حسن بعض افرادش بآں معنی نیست چنانکہ ائمہ اخیار و مشائخ کبار آں شیخ نامدار در ہزار اول تصریح فرمودہ اند و نہ ایں الہام استلزام تضلیل و تجہیل آن ائمہ اعلام و شیوخ اسلام دارد تا کہ مذہب اسماعیلیہ وہابیہ بثبوت رسد۔

ثانیاً۔ قطع نظر از تصریحات ائمہ دین کہ در ہزار اول گذشتہ اند و بموجب قول صاحب رسالہ در مرض جہل گرفتار بودہ اند بسیاری از امور را کہ کتاب و سنت از آنہا بہیئت مخصوصہ کذائیہ ساکت ست و از قول و فعل آنحضرت ﷺ ماثور

اقول۔ اولاً۔ ہزار دوم میں ایک شیخ پر ایک معنی کے اعتبار سے ایک امر کی تقسیم کی تردید کا الہام، نہ تو دوسرے معنی کے اعتبار سے اسی امر کی تقسیم کے بطلان کو مستلزم ہے نہ ہی اس کے فساد کا مقتضی اور نہ ہی یہ الہام سرکردہ ائمۂ کرام و شیوخ اسلام کی تضلیل و تجہیل کا موجب کہ مذہب اسماعیلیہ وہابیہ کو ثبوت ملے چنانچہ ائمۂ اخیار اور خود شیخ کے مشائخ کبار ہزار اول میں اس بات کی صراحت کر چکے ہیں کہ بدعت کے بعض افراد کے لئے حسن کا اثبات اُس معنی کی رو سے نہیں ہے جس کی رو سے تقسیم کی تردید ہے۔

ثانیاً۔ بقول صاحب رسالہ جہالت کی بیماری میں مبتلا ہزار اول میں گذرے ہوئے ائمۂ دین کی تصریحات سے صرف نظر کرتے ہوئے، ہزار دوم میں خود ہی نامور

نیستند باوجود ترک شارع در
ہزار دوم ہم ہمیں شیخ نامدار
ذی شان و دیگر اخلاف والا تبار
سلسلۂ ایشان استحسان و تجویز آں
فرمودہ اند پس استدلال بمکاتیب و
اقوال آن صاحب حال در حق
صاحب رسالہ و دیگران ازیں
طائفہ موجب وبال و نکال ست۔
ثالثاً مکیدت طائفہ نجدیہ باید
دید کہ دریجا از نافہمی خود برای تجہیل
کافہ علماء دین تا ہزارِ دوم استناد
بیک قول شیخ میکنند حالانکہ درہمیں
مجموعہ قنوجیہ تبراء شنیع و فضیح بمقتضای
الکنایۃ ابلغ من التصریح

اور ذیشان شیخ اور ان کے سلسلہ کے
دیگر اخلاف، ترکِ شارع کے باوجود
، بہت سارے ایسے امور کو جائز اور
مستحسن فرما چکے ہیں جن کی مخصوص
ہیئت کذائیہ سے کتاب و سنت
خاموش ہیں اور آنحضرت ﷺ کا ان
متعلق نہ فعل منقول ہے نہ قول۔
اسلئے صاحب رسالہ اور اس
جماعت کے دیگر افراد کا اُس صاحب
حال کے مکتوبات اور اقوال سے
استدلال کرنا باعث ذلت ورسوائی ہے۔
ثالثاً -نجدیوں کی مکاری قابل
دید ہے۔یہاں تو اپنی ناسمجھی کی بنیاد پر
، ہزارِ دوم تک کے تمام علماء دین کو
جاہل قرار دینے کی خاطر شیخ کے ایک
قول سے استدلال کر رہے ہیں جبکہ
اسی مجموعۂ قنوجیہ میں کنایۃً کہ
"الکنایۃ ابلغ عن التصریح"
اسی صاحب حال کے خلاف رسوا کن
اور مذموم تبرا بھی کر رہے ہیں۔

بحال آن صاحب حال عائد میگردانند
جائیکہ برادر بزرگ ایں خورد ہمچو گرگ
حملہ سترگ بر شیخ نمودہ و گفتہ۔
بعض از شارعان شریعت ایں
قوم اشارہ بالسبابہ راکہ باتفاق
احادیث و آثار متواترہ و اجماع ائمہ
اربعہ و صاحبین و جمیع فقہاء و محدثین
سنت ست حرام گفتہ اند الخ۔
قطع نظر از انکہ ادعاء ثبوت
سنیت رفع سبابہ باتفاق احادیث و
آثار متواترہ و اجماع جمیع فقہاء و
محدثین ثابت نگرد ایندہ باید دید کہ
چگونہ تشنیع شنیع تہمت تشریع در مسئلہ
خلافیہ بر شیخ لازم می نماید و ایشان را
منکر سنت متواترہ و مخالف اجماع جمیع
قرار می دہد پس صاحب رسالہ کہ
برائے تغلیط عوام نام الہام شیخ برائے

ایک مقام پر اس خورد کے برادر
بزرگ نے بھیڑیے کی طرح شیخ پر
زبردست حملہ کیا ہے کہ۔اور کہا ہے کہ۔
"اس قوم کے بعض شارعین
شریعت (مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے
شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا حرام
قرار دیا ہے جبکہ متواتر احادیث و
آثار کے اتفاق اور ائمہ اربعہ،
صاحبین اور تمام فقہاء و محدثین کے
اجماع کی بنیاد پر سنت ہے الخ"
قطع نظر اس سے کہ رفع
انگشت شہادت کی سنت کا دعوٰی متو
اتر احادیث و آثار کے اتفاق اور
تمام فقہاء و محدثین کے اجماع سے
ثابت نہیں کیا جا سکتا۔دیکھنے کی
بات یہ ہے کہ کس طرح ایک
اختلافی مسئلہ میں شیخ پر شریعت
سازی کی تہمت لگا رہا ہے اور سنت
متواترہ اور اجماع امت کا منکر قرار
دے رہا ہے۔عوام کو فریب دینے

اثبات تخطیه کافه علماء کرام تا ہزار دوم
بر زبان می آرد حالا بیان کند که
بموجب عقیدۂ وہابیہ شیخ را از کدام
فریق می پندارد۔

قولہ۔ اطلاقش ہیچ جا روی
تخصیص وتقیید ندیدہ الخ۔

اقول۔ ایں ادعاء غلط محض
ست قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم من ابتدع بدعة
ضلالة لا یرضاها الله و
رسوله کان علیه من الاثم
مثل اثام من عمل بها۔
درمرقاۃ گفته و قید البدعة
بالضلالة لا خراج البدعة
الحسنة کالمنارة کذا ذکره
ابن الملك الخ۔
در مجمع البحار بذیل بدعة ضلال
نوشته هو احتراز عن البدعة
الحسنة الخ۔

کیلئے اور ہزار دوم تک کے علماء کرام
کے خطا کار ثابت کرنے کیلئے تو
صاحب رسالہ شیخ کے الہام کا نام لیتا
ہے اب بتائے کہ وہ وہابیہ کے مطابق
شیخ کو کس فریق میں شمار کرتا ہے؟

قولہ۔ بدعت کے اطلاق
نے کہیں بھی تخصیص وتقیید کا رخ
نہیں دیکھا، الخ۔

اقول۔ یہ محض دعویٰ ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد
فرمایا اللہ اور اسکے رسول کی رضا کے
خلاف جو شخص بدعت پر عمل پیرا
ہوں گے۔ مرقات میں فرمایا کہ
بدعت میں ضلالت کی قید بدعت
حسنہ کو خارج کرنے کیلئے ہے جیسے
کہ منارہ، ابن الملک نے ایسا ہی
ذکر کیا ہے۔
مجمع البحار میں بدعت
ضلال کے تحت مرقوم ہے قید ضلال
بدعت حسنہ سے احتراز ہے۔ الخ

محدث دہلوی دراشعۃ اللمعات
در شرح ایں حدیث فرمودہ بخلاف
بدعت حسنہ که دروی مصلحت دین و
تقویت وترویج آن باشد الخ۔

درمظاہر حق بذیل حدیث من
احدث فی امرنا ما لیس منه نوشته۔
اورلفظ "مالیس" میں اشارہ
ہی اس کی طرف کہ نکالنا اس چیز کا جو
مخالف کتاب وسنت کی نہو برا نہیں
الخ۔ وکفی بذلك حجة علی
المخالفین۔

قولہ۔ بعد اعتراف دربارۂ
امرے بہ بدعت بودن در پی تقسیم رفتن
بدان ماند که یکی گوید بول دو قسمت
پاک ومباح وحرام ونجس الخ۔

اقول جوش جہالت صاحب

محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے
اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی
شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔
"بدعت حسنہ کے برخلاف کہ اس
میں دین کی مصلحت اور اس کی
ترویج وتقویت ہے"۔

"من احدث فی امر نا ما
لیس منه" کی حدیث کے تحت
مظاہر حق میں لکھا ہے کہ "اور لفظ
ما لیس میں اشارہ ہے اس کی
طرف کہ نکالنا اس چیز کا جو مخالف
کتاب وسنت کی نہ ہو برا نہیں۔ الخ۔
مخالفین کے خلاف حجت قائم
کرنے کیلئے یہی کافی ہے۔

قولہ۔ کسی امر کو بدعت مان
لینے کے بعد اس کی تقسیم ایسی ہی
ہوگی جیسے کوئی بولے کہ پیشاب کی
دو قسمیں ہیں ایک پاک اور مباح
دوسری حرام اور نجس"

اقول۔ صاحب رسالہ کا جوش

رسالہ و در کمال ترقی سنت در ہر قول
زائد از ماسبق داد نافہمی میدہد معہذا
ہر دم در میدان تجہیل و تضلیل ائمہ دین
قدم می نہد قطع نظر از ظہور سفاہت
دریں قول اشعار طعن و تبرا بر اصحاب
کبار حضرت سید المرسلین ﷺ ست۔
تفصیل ایں اجمال آنکہ از
روایات معتمدہ ثابت کہ صحابہ کرام
باوجود اعتراف بدعت بودن در بارۂ
بسیاری از امور در پے استحسان و مدح
آں رفتہ اند روافض از جہالت خود
در حق صحابہ کرام الفاظ ضلالت
التیام بر زبان می آرند و مدح آں
امور را باوجود اعتراف واطلاق
بدعت مخالفت حضرت شارع

جہالت کمال ترقی پر ہے، اور اپنے
ہر قول میں گذشتہ قول کی بہ نسبت
بڑھا چڑھا کر داد جہالت دے رہا
ہے۔ اس کے باوجود ائمہ دین کی
تجہیل و تضلیل کے میدان میں ہر دم
قدم رکھ رہا ہے ظاہری سفاہت
سے قطع نظر اس قول میں حضرت سید
المرسلین ﷺ کے اصحاب کبار پر
اشارۃً طعن و تبرا ہے۔
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قابلِ
اعتماد روایات سے ثابت ہے کہ
صحابۂ کبار نے بہت سارے امور کو
بدعت مان لینے کے باوجود مستحسن
اور قابل مدح و ستائش قرار دیا ہے۔
روافض اپنی جہالت کی وجہ سے
صحابۂ کرام کے حق میں ضلالت
سے پر الفاظ زبان پر لاتے ہیں اور
بدعت مان لینے کے باوجود ان کی
طرف سے ان امور کی مدح کو
حضرت شارع کی مخالفت قرار

می شمارند ائمہ دین فرمودہ اند
کہ مدار قبح و ذم بر مزاحمت و تغییر
احکام کتاب و سنت ست نہ بر مجرد
تلفظ لفظ بدعت و ایں لفظ بدو معنیٰ
مستعمل ست و بیک معنیٰ منقسم ست
بسوی بدعت حسنہ و بدعت سیئہ پس
در تعبیر بدعت حسنہ و حکم بحسن امری
باوجود اعتراف بدعت بودنش ہیچ
جائے اعتراض نیست حالا صاحب
رسالہ میخواہد کہ باز ہماں وسوسۂ از
بیخ و بن برکندہ را رونق تازہ دہد و
فتنۂ افسردۂ خوابیدہ را بیدار ساختہ
بمنصۂ ظہور نہد بناءً علیہ در پردۂ
تجہیل آں ائمہ اعلام حقیقۃً قصد
تضلیل صحابہ کرام دارد کہ
ہیچو الفاظ شنیعہ تشنیع

دیتے ہیں۔ جبکہ ائمہ دین کا فرمان
ہے کہ بدعت کی قباحت اور
مذمومیت کا مدار لفظِ بدعت کا تلفظ
نہیں بلکہ اس کا کتاب و سنت کے
احکام کو بدلنا اور ان کے مزاحم ہونا
ہے۔ یہ لفظ دو معنوں میں مستعمل
ہے۔ ایک معنیٰ کے اعتبار سے حسنہ
اور سیئہ کی جانب منقسم ہے پس
بدعت حسنہ کی تعبیر میں اور کسی امر کو
بدعت مان لینے کے باوجود اس پر
حسن کا حکم لگانے میں اعتراض کی
کوئی گنجائش نہیں اب صاحب
رسالہ کی خواہش یہ ہے کہ اُن
وسوسوں کو جنہیں ماضی میں جڑ سے
اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہے رونق تازہ
بخشے اور سوئے ہوئے افسردہ فتنوں
کو بیدار کر کے منصۂ ظہور پر رکھے۔
اس بناء پر اُن سرکردہ ائمہ کی تجہیل
کے پردے میں درحقیقت مقصود
صحابۂ کرام کو گمراہ قرار دینا ہے اسی

برزبان می آرد حالا چندے اقوال علماء
دین نقل نمایم تا واضح گردد کہ تحقیق و
تقسیم آں ائمہ اعلام ہمہ صواب و
درست ست و اعتراض صاحب
رسالہ براں کرام محض مہمل و نامربوط
وست۔

امام بخاری علیہ الرحمہ در صحیح خود
روایت نمودہ کہ حضرت امیر المومنین
فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ در حق اہتمام
جماعت تراویح والتزام آں فرمودہ
نعمت البدعۃ ھذہ۔

شعرانی در کشف الغمہ آوردہ
کان ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ یقول
احدثتم قیام شھر رمضان
ولم یکتب علیکم فدو مواعلی
ما فعلتم ولا تترکوہ فان اللہ

لئے اس طرح کے الفاظ شنیعہ کو
زبان پر لا رہا ہے۔
اب میں علماء کرام کے چند اقوال
نقل کر رہا ہوں جن سے واضح ہو جائیگا
کہ اُن ائمہ اعلام کی ساری تحقیق و تقسیم
صواب و درست ہے، اور ان معزز
حضرات پر صاحب رسالہ کا اعتراض
محض مہمل نامربوط اور سست ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ
نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ
حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت
کے اہتمام والتزام کے سلسلہ میں
فرمایا تھا ”یہ کتنی اچھی بدعت ہے“۔

امام شعرانی نے کشف الغمہ میں نقل
کیا ہے۔
حضرت ابو امامہ باہلی فرمایا
کرتے تھے ماہِ رمضان کا قیام
تمہاری ایجاد ہے تم پر فرض نہیں تو
اپنے عمل پر قائم رہو اور ترک نہ کرو

تعالی عاتب بنی اسرائیل فی
قوله و رهبانية ابتدعوها ما
كتبناها عليهم الا ابتغاء
رضوان الله الخ۔

وحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ در حق صلوۃ
ضحیٰ فرمودہ نعمت البدعة هذه و
نیز فرمودہ ما ابتدع المسلمون
افضل من صلوة الضحیٰ هكذا
فی فتح الباری وغیرہ۔

امام عینی در شرح صحیح بخاری
شریف بذیل شرح قول حضرت
امیر المومنین ص فرمودہ :
انما دعاها بدعة لان
رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لم یسنها
لهم و لا كانت فی زمن ابی
بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل
کو اپنے اس قول میں پھٹکارا ہے۔
خدا کی خوشنودی کی خاطر رہبانیت
انہوں نے ایجاد کر لی ہم نے ان
پر فرض نہیں کیا۔ پھر اس کی کما حقہٗ
رعایت نہیں کی۔ حضرت ابن عمر نے
چاشت کے تعلق سے فرمایا کہ:
”یہ کتنی اچھی بدعت ہے“
نیز فرمایا۔ ”مسلمانوں نے نماز
چاشت سے بہتر کسی امر کی ایجاد
نہیں کی۔“ فتح الباری وغیرہ میں
ایسا ہی ہے۔

امام عینی صحیح بخاری شریف
کی شرح میں حضرت امیر المومنین
رضی اللہ عنہ کے قول کی شرح کرتے
ہوئے فرماتے ہیں۔
”جماعتِ تراویح کے
اہتمام والتزام کو اس لئے بدعت کہا کہ
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں رہی
نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کے زمانہ میں اس کا رواج رہا۔ اور

ورغب فيها لقوله نعم ليدل
على فضلها ولئلا يمنع هذا
اللقب من فعلها والبدعة فی
الاصل احداث امر لم يكن فی
زمن رسول الله صلی الله
عليه وسلم ثم البدعة علی
نوعين ان كانت تندرج تحت
مستحسن فی الشرع فهی
بدعة حسنة الخ۔

وامام قسطلانی فرموده سما ها
بدعة لانه صلی الله عليه
وسلم لم يسن لهم الاجتماع لها
ولاكانت فی زمن الصديق
رضی الله عنه وهی خمسة واجبة
ومندوبة و محرمة و مكروهة
و مباحة وحديث كل بدعة
ضلالة من العام المخصوص

"نعم" کہہ کے اس کی طرف
رغبت کا اظہار کیا تاکہ اس کی
فضیلت پر دلالت ہو اور بدعت کا
لقب اس کی ادائیگی سے روک نہ
دے۔ بدعت اصل میں ایسے امر کی
ایجاد کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ
کے زمانے میں نہ رہا ہو۔ پھر بدعت
کی دو قسمیں ہیں۔ اگر بدعت، عند
الشرع کسی مستحسن امر کے تحت
مندرج ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے۔

امام قسطلانی نے فرمایا ہے:
"سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے
اس کا نام بدعت رکھا کیونکہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی
جماعت کو ان کے لئے مسنون نہیں
قرار دیا اور نہ ہی یہ جماعت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رہی۔
بدعت کی پانچ قسمیں ہے۔ واجب،
مستحب، حرام، مکروہ اور مباح اور
"کل بدعة ضلالة" والی
حدیث عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

وقد رغب عمر رضی الله عنه فيها بقوله
نعمة البدعة وهی كلمة تجمع
المحاسن كلها الخ۔

در مجمع البحار گفته فی حديث
عمر رضی الله عنه فی قيام رمضان نعمت
البدعة هی نوعان بدعة هدی
و بدعة ضلالة فمن الاول
ماكان تحت عموم ما ندب
الشارع اليه و حض عليه فلا
يذم لو عدالاجر عليه
بحديث من سن سنة حسنة
و فی ضده من سن سنة
سيئة ومن الثانی ماكان
بخلاف ما امر به فيذم و ينكر
عليه والتراويح من الاول

حضرت عمر رضی اللہ نے اپنے قول نعم
کے ذریعہ رغبت دلائی ہے۔ نعم وہ
کلمہ ہے جو تمام محاسن کا جامع ہے۔
صاحب مجمع البحار کہتے ہیں۔
"رمضان کی نماز کے تعلق سے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ حدیث
میں "نعمت البدعة" وارد ہے۔
بدعت دو طرح کی ہوتی ہے۔
بدعت ہدیٰ اور بدعت ضلال۔
شارع نے جس امر پر برانگیختہ کیا
ہوا اور اسے مستحب قرار دیا ہو اگر
بدعت ایسے کسی امر میں مندرج ہو تو
بدعت ھدیٰ ہے چونکہ "مَنْ سَنَّ
سُنَّةً حسنةً" کی حدیث میں
اس پر اجر کا وعدہ ہے اس لئے اسے
مذموم و منکر نہیں کہا جائیگا۔ اور اسکی
ضد میں "من سن سنة
سيئة" مروی ہے۔ اور اگر
بدعت کسی امر شرعی کے خلاف
ہو تو وہ مذموم و منکر ہوگی۔
تراویح بدعت ھدیٰ میں ہے۔

لانـــــه صلى الله عليه وسلم لـم يسـن لهـم
الاجتماع و انما صلا ها ليالى
ثم تـركهـا و لا كـانت فى زمن
الـصـديق وهى على الحقيقة
سنه لحديث عليكم بسنتى و
سنة الـخـلـفـاء الراشدين و
اقتـدو ا بـالـذين بعدى و على
الآخر يحمل حديث كل بدعة
ضلالة الخ۔

درسیرت شامی از امام ابوشامه
آورده۔

قال عمر رضی اللہ عنہ نـعـمـت البدعة
يعنى انها محدثة لم تكن و اذا
كانت فليس فيها رد لمامضى
فـالبـدع الـحسـنة متفق على
جواز فعلها والاستحباب لها
ورجـــــــاء الثـــــواب

کیونکہ تراویح کے لئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت
مسنون نہیں فرمایا۔ کچھ ہی راتیں
پڑھ کے پھر اسے چھوڑ دیا۔ عہد
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بھی یہ
نہیں تھی اور درحقیقت یہ مسنون ہے
کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ میری
اور خلفاء راشدین کی سنت تم پر لازم
ہے۔ نیز فرمایا۔ میرے بعد والوں
کی پیروی کرو "کـــل بـــدعة
ضـــلالة" والی الحدیث بدعتِ
سئیہ پر محمول ہے الخ

سیرت شامی میں امام ابوشامہ سے
منقول ہے:

"فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے
ارشاد فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔
یعنی یہ نوپید ہے پہلے نہیں تھی۔ اس
میں ماسبق کا رد نہیں ہے۔ اسلئے کہ
بدعتِ حسنہ کا جواز واستحباب متفق
علیہ ہے نیت اچھی ہوتو ثواب کی

لـمـن حسـنـت نيته فيها وهى
كـل مبتـدع مـوافـق لـقـواعد
الشـريـعة غيـر مخالف لشئى
منها و لا يلزم من فعله محذور
شرعى الخ۔

قولہ- بدعت آنست کہ بعد
قرون ثلثہ مشہود لہا بوجود آمدہ واصلش از
کتاب وسنت معلوم نشد وسندش بہ ثبوت
نہ پیوستہ چہ ظاہر و چہ خفی چہ ملفوظ و چہ
مستنبط الخ۔

اقول در ینجا چند امور ملاحظہ
باید نمود۔

اول اینکہ در ماسبق در تعریف بدعت
صرف قید بعدیت صحابہ اعتبار داشتہ بود
در ینجا قید بعدیت قرون ثلثہ افزود۔

دوم آنکہ حسب این تعریف
چیزیکہ بعد قرون ثلثہ بوجود
آمدہ اما ائمہ دین اذن شارع گو

توقع ہے اور بدعت حسنہ ہر اُس
نوپید چیز کو کہتے ہیں جو قواعد شریعت
کے موافق ہو ان میں سے کسی کے
خلاف نہ ہو اور نہ ہی اس کے کرنے سے
کسی محذور شرعی کا ارتکاب لازم آتا ہو۔

قولہ بدعت اسے کہتے ہیں
جو قرون ثلثہ مشہود لہا کے بعد وجود
میں آئی ہو اور اس کی اصل کتاب و
سنت سے معلوم نہ ہوئی ہو اور اس کی
سند پایۂ ثبوت کو نہ پہونچی ہو۔ نہ
ظاہر نہ خفی۔ نہ ملفوظ نہ مستنبط۔

اقول- یہاں چند باتیں ملاحظہ
فرمائیے۔

(۱) ماسبق میں بدعت کی تعریف
میں صرف بعدیت صحابۂ کرام کی قید
معتبر تھی یہاں بعدیت قرونِ ثلثہ کی
قید بڑھادی گئی ہے۔

(۲) اس تعریف کے پیش نظر جو چیز
قرون ثلثہ کے بعد وجود میں آئی ہو
لیکن اس کے تعلق سے شارع کا

اشارۃً ہم باشد و سند استحسان گو خفی و
مستنبط باشد ثابت فرمودہ باشند آنرا
شرعاً بدعت و ضلالت نہ توان گفت
پس اکثر دعاوی صاحب رسالہ دہم
مشربانش نیست و نابود شدند۔

سیوم بر تقدیر اخذ قید بعدیت
قرون ثلٰثہ در مفہوم بدعت ضلالت
حسب ایں تعریف چیزیکہ در قرون
ثلٰثہ بوجود آمدہ باشد اما اصلش از
کتاب وسنت نہ باشد بلکہ مزاحم
کتاب و سنت باشد آں را بدعت
ضلالت نہ تواں گفت حالانکہ وجود و
ظہور ضلالت خروج و رفض و قدر در
قرون ثلاثہ بلکہ در قرن اول و زمان
صحابہ کرام ابودہ است و بالا تفاق
عقائد ایں ہمہ شرعاً داخل بدعت
ضلالت انداز ینجا مقترح میگردد
کہ اعتبار تحدید زمانی در بدعت
چنانکہ نجدیہ میکنند لغو و مہمل

اذن خواہ اشارۃً سہی اور استحسان کی
سند خواہ خفی اور مستنبط سہی ائمۂ دین
نے ثابت فرمایا دیا ہو اس کو شرعاً
بدعت و ضلالت نہیں کہہ سکتے اس
بنیاد پر صاحبِ رسالہ اور ان کے ہم
مشرب لوگوں کے اکثر دعوے
نیست و نابود ہوگئے۔

(۳) مفہوم بدعت میں قرون ثلٰثہ
کی بعدیت کی قید لگانے کی تقدیر پر
جو چیز قرون ثلٰثہ میں وجود میں آئی
ہو اگرچہ اس کی اصل کتاب وسنت
میں نہ ہو بلکہ کتاب وسنت کے مزاحم
ہو اس کو بدعت و ضلالت نہیں کہہ
سکتے، حالانکہ خارجی، رافضی، قدری
کا وجود قرون ثلٰثہ بلکہ قرن اول و
زمانۂ صحابہ میں ہوا ہے اور بالاتفاق
ان کے عقائد شرعاً بدعت و ضلالت
ہیں۔ یہیں سے یہ بات کھل کر
سامنے آگئی کہ نجدیوں کی طرح
بدعت کے اندر زمانہ کی حد بندی لغو

ست صحیح ہماں است کہ جمہور محققین
علماء دین میگویند کہ ہر امریکہ مزاحم
کتاب وسنت باشد خواہ در قرون ثلٰثہ
بوجود آمدہ باشد یا بعد ازاں مذموم
ضلالت ست و ہر امر کہ مندرج مندوبات
شارع است واز مستحسنات ائمہ دین است
حسن و موجب برکت ست۔

قولہ — لہٰذا بعض گفتہ اند کہ منقسم
بحسنہ وسیئہ بدعت لغوی ست الخ۔

اقول — ذکر قول ایں بعض و
استناد بداں صاحب رسالہ راچہ مفید
سلّمنا کہ حسب ایں قول ایں بعض
بدعت بمعنی اصطلاحی شرعی جز سیئہ
نباشد اما ایں از کجا کہ حسب قول
ایں بعض مستحسنات ائمہ دین داخل
بدعات شرعیہ منحصرہ در ضلالت اند

اور بے فائدہ ہے صحیح وہی ہے جو
جمہور محققین اور علماء دین کہتے ہیں
کہ جو قرآن وسنت کے مزاحم ہو وہ
بدعت ضلالت ہے خواہ اس کا وجود
قرون ثلٰثہ میں ہوا ہو یا قرونِ ثلٰثہ
کے بعد رہے وہ امور جو شارع کے
مندوبات کے تحت مندرج اور
ائمۂ دین کے مستحسنات ہیں وہ حسن
اور موجب برکت ہیں۔

قولہ — اسی لئے بعض لوگوں
نے کہا ہے کہ بدعت حسنہ اور بدعتِ
سیئہ بدعتِ لغوی کے اقسام ہیں۔

اقول — اس بعض کا قول ذکر
کرنے اور اس سے استدلال
کرنے سے صاحبِ رسالہ کو کیا
فائدہ! ہم نے مانا کہ اس بعض کے
قول کی رو سے شرعی اصطلاحی معنی
میں بدعت صرف سیئہ ہوتی ہے مگر
اس قول کے بموجب ائمہ دین کے
مستحسنات ضلالت میں منحصر،

بسیارے از مستحسنات کہ وہابیہ
اسماعیلیہ بر قایلین آں حکم ضلالت
کردہ اندہ ومیکنند بموجب تصریح
ہمیں علماء ہم استحسان آں ثابت ست
قطع نظر از دیگر مسائل صاحب رسالہ
آنقدر چالاکی وبے باکی و جرأت و
سفا کی اختیار نمودہ کہ بے لحاظ عقل وفہم
برائے تائید مذہب خود سند ملا علی قاری
و ابن حجر مکی و حافظ عسقلانی و حاجی
رفیع الدین خاں مراد آبادی وغیرہم
می آرد حالانکہ ایں ہمہ حضرات را
بسبب تصریح استحسان ہمیں عمل مجلس
مولد جاہل وگمراہ می شمارد وپس تاچند
ورق کہ برائے تطویل رسالہ اقوال ایں
علماء متضمن ذم بدعت از نافہمی ذکر کردہ

بدعات شرعیہ میں کہاں سے داخل
ہوگئے؟ بہت سارے وہ مستحسنات
جن کے قائلین پر وہابیہ اسماعیلیہ
گمراہی کا حکم لگا چکے ہیں اور
لگا رہے ہیں انہیں علماء کی صراحت
سے ان کا استحسان ثابت ہے اور
مسائل کو جانے دیجئے۔ صاحب
رسالہ نے اس قدر چالاکی، بیباکی،
جرأت اور سفا کی اختیار کی ہے
اپنے مذہب کی تائید میں عقل وفہم کا
لحاظ کئے بغیر ملا علی قاری، ابن حجر مکی،
حافظ عسقلانی، حاجی رفیع الدین
خان مراد آبادی کی سند پیش کرتا ہے
حالانکہ اُن تمام حضرات کو اس بنیاد
پر جاہل و گمراہ سمجھتا ہے کہ ان
حضرات نے اس عملِ مجلسِ میلاد
کے مستحسن ہونے کی صراحت کردی
ہے۔ اسلئے رسالہ کو دراز کرنے کی
خاطر ناسمجھی میں بدعت کی مذمت پر
مشتمل ان علماء کے جو اقوال نقل

ہمہ خارج از مبحث ست کہ صاحب
رسالہ پئے مقصد ومطلب آنہانہ بردہ۔

قولہ۔ فصل اول در ادلۂ منع
انعقاد مجلس برائے عمل مولد الی قولہ از
سلف وخلف معتمد ومستند منقول نے الخ۔

اقول۔ ایں ادعاء محض فضول
است چہ استحسان انعقاد مجلس شریف
از اکابر دین و ائمہ معتمدین تا استاد
مستند صاحب رسالہ کہ لقب شان
بموجب شہادت آخر ہمیں رسالہ سند
العالمین فی العالمین ست ثابت و
منقول اطلاق بدعت بران بدان
معنی کہ مستلزم ضلالت باشد غیر صحیح
ست و بدان معنی کہ اطلاقِ بدعت
بران می تواں نمود خواہ آنرا

کئے گئے ہیں وہ سب بحث سے
خارج ہیں صاحبِ رسالہ ان کی مراد
تک نہیں پہونچ سکا ہے۔

قولہ۔ پہلی فصل مجلس میلاد
کے انعقاد کے ممنوع ہونے کی
دلیلوں کا بیان۔ الی قولہ۔
قابل اعتماد اور مستند سلف وخلف سے
منقول نہیں۔ الخ۔

اقول۔ یہ دعویٰ محض بے کار
ہے اس لئے کہ مجلس شریف کے
انعقاد کا استحسان، اکابر دین وائمۂ
معتمدین یہاں تک کہ صاحب
رسالہ کے اُس مستند استاذ سے بھی
ثابت ومنقول ہے۔ جن کا لقب اسی
رسالہ کے اخیر حصہ کی شہادت کے
بموجب ''سند العالمین فی العالمین''
ہے اور اس پر بدعت کا اطلاق اس
معنی کر کہ وہ مستلزم ضلالت ہے صحیح
نہیں اور جس معنی کی رو سے اُس پر
بدعت کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ اسے

معنی شرعی گفته آید یا لغوی بهر تقدیر حکم
لزوم ضلالت بر آن محض باطل و قبیح
است۔

قولہ- اول کسیکه ایں عمل
ایجاد کرد شیخ عمر بن محمد ست که ہیچکی از
مشائخ و صوفیه وعلمائے کرام اورا نمی
شناسد و در ہیچ کتاب از و استناد مروی
نیست الخ۔

اقول- در کتاب سیرت شامی
ہم که مستند اکابر صاحب رسالہ معروف
ومشہور ست مذکور و مسطور ست۔

وكان اول من فعل
بالموصل عمر ابن محمد الملا
احد الصالحين المشهورين و
به اقتدى في ذلك صاحب
اربل وغيره الخ

پس ازیں عبارت شهادت
صلاحیت وشہرت حضرت شیخ قدس سرہ

معنیٰ شرعی کہا جائے یا لغوی بہ ہر
تقدیر اس پر لزوم ضلالت کا حکم باطل
وقبیح ہے۔

قولہ- پہلا وہ شخص جس نے
اس عمل کی ایجاد کی شیخ عمر ابن محمد ہے
جسے مشائخ، صوفیاء اور علماء کرام میں
سے کوئی بھی نہیں پہچانتا نہ ہی کسی
کتاب میں اس سے استناد مروی
ہے۔الخ

اقول مشہور و معروف
کتاب سیرتِ شامی جو صاحب
رسالہ کے اکابر کے نزدیک بھی مستند
ہے اس میں مذکور ہے:

"پہلے وہ شخص جس نے موصل میں
اس مجلس کا انعقاد کیا عمر ابن محمد ملا
ہیں جو مشہور صالحین میں ہیں۔ اس
سلسلہ میں انہی کی اقتدا شہنشاہِ اربل
نے کی ہے"۔

اس عبارت سے حضرت
شیخ قدس سرہٗ کی نکوکاری ان کی

واوّلیت فاعلیت ایں عمل وشہر موصل
نسبت باں شیخ اجل رضی اللہ عنہ ظاہر ست
پس بر جہالت خود نہ گریستن ودیگران
را بچشم بد نگریستن حماقت ست وبس و
ایں جملہ را یاد باید داشت کہ جا جا دریں
رسالہ و دیگر رسائل ایں طائفہ کار
آمدنی ست۔

قولہ- سبط ابن جوزی در
کتاب مرأت الزمان نوشتہ۔

حكى بعض من حضر في
بعض الموالد انه عد في ذلك
السماط خمسة آلاف غنم
شوی و عشرة الاف دجاجة
ومائة الف زبدية و ثلثين
الف صحن حلوىٰ وكان يعمل
للصوفية سماعا من الظهر
الى الفجر و يرقص بنفسه
وكان يصرف على المولد كل
سنة ثلثمائة الف دينا ر الىٰ قوله

شہرت، اس عمل میں اولیت،
شہر موصل کی طرف نسبت کی
شہادتیں ظاہر ہیں پھر اپنی جہالت پر
نہ رونا اور دوسروں کو نظر بد سے دیکھنا
نری حماقت ہے اس جملہ کو یاد رکھنا
چاہئے کیونکہ اس گروہ کے اس
رسالہ اور دوسرے رسائل میں کار
آمد ثابت ہوگی۔

قولہ: سبط ابن جوزی نے اپنی
کتاب مرارت الزمان میں لکھا ہے:

"بعض لوگوں نے بعض میلاد
میں شرکت کے بعد بتایا کہ اس نے
دستر خوان پر پانچ ہزار بھونی بکریاں،
دس ہزار مرغے اور ایک لاکھ پیالے
اور تیس ہزار پلیٹ مٹھائیاں شمار کئے۔
بانیِ محفل صوفیہ کے لئے ظہر سے
فجر تک سماع کا نظم کرتا اور خود بھی
رقص کرتا تھا اور ہر سال میلاد پر تین
لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ الی قولہ
متاخرین مالکیہ میں شیخ

قد ادعى الشيخ تاج الدين عمر وبن علی البلخی السکندری المشهور بالفاکهانی من متاخری المالکية ان عمل المولد بدعة مذمومة انتهی۔

اقول — درینجا حال مغالطه و افتراپردازی صاحب رساله باید دید که بنام نهاد مرأت الزمان سبط ابن جوزی عبارتی نقل نموده و درآں قول تاج الدین داخل کرده لفظ انتهی نوشته تا مطالعه کنندگان را شبه این معنی شود که فاکهانی قبل از سبط ابن جوزی بوده و سبط ابن جوزی استناد و ذکر آں فرموده حالانکه ولادت فاکهانی درسال وفات سبط ابن جوزی واقع شده۔

درکشف الظنون از قطب الدین موسیٰ مورخ آورده۔

رأيت ان اجمع التواريخ مقصدا

تاج الدین عمر ابن علی بلخی سکندری عرف فاکہانی کا کہنا ہے کہ عمل مولد بدعت مذمومہ ہے الخ۔"

اقول — اس مقام پر صاحب رسالہ کی افتراء پردازی اور مغالطہ دیکھنے لائق ہے ابن جوزی کی نام نہاد کتاب مرأۃ الزمان کی ایک عبارت نقل کر کے تاج الدین کی بات بیچ میں لے آیا اور لفظ انتہی لکھ دیا تاکہ قارئین کو اس معنی کا اشتباہ ہو کہ فاکہانی سبط ابن جوزی سے پہلے کا ہے اور سبط ابن جوزی نے اس کا تذکرہ کر کے اس سے استناد کیا ہے حالانکہ فاکہانی کی پیدائش سبط ابن جوزی کی وفات کے سال میں ہوئی ہے۔ کشف الظنون میں تاریخ داں قطب الدین موسیٰ سے منقول ہے۔

میں نے دیکھا کہ مقصود کے اعتبار سے جامع ترین اور دلچسپ تصنیف مرأۃ الزمان ہے میں نے

و اعذبها مرأة الزمان فشرعت فی اختصاره فوجدته قد انقطع الی سنة ٦٥٤ اربع و خمسين وستمائة وهی التی توفی المصنف فی اثنائها الی آخره۔

وحافظ سیوطی در بغیة الوعاة در ذکر فاکهانی فرموده۔

ولد سنة اربع و خمسين و ستمائة ومات سنة احدی و ثلثين و سبعمائة۔

دریں ست حال دیانت ایں طائفه در نقل که خاصهٔ لازمه ایشان ست۔

قوله — دلیل اول آنکه باری تعالیٰ از عبادات و اعتقادات آنچه برائے عباد خود کافی دانست مشروع نمود الی قوله زیادت بر نص ست و زیادت بر نص نسخ ست کما تقرر فی موضعه الی آخره۔

اقول — ایں کلام محل بحث ست بچند وجوه اولاً که مرادش از مشروع

اس کا اختصار شروع کیا تو پایا کہ ۶۵۴ھ پر وہ ختم ہوگئی ہے اور اسی سال کے وسط میں مصنف کی وفات ہوئی۔

حافظ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں فاکہانی کے تذکرہ میں فرمایا کہ "فاکہانی کی ولادت ۶۵۴ھ میں اور انتقال ۷۳۱ھ میں ہوا ہے"

نقل میں اس گروہ کی دیانت داری کا یہ حال، ان کا لازمی خاصہ ہے۔

قولہ — پہلی دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو عبادتیں اور عقائد کافی جانے مشروع کر دئے۔ الیٰ قولہ (عمل مولد) نص پر زیادتی ہے یہ نص کا نسخ ہے جیسا کہ اپنے مقام سے ثابت ہو چکا ہے الخ۔

اقول — یہ بات چند طریقوں سے محلِ بحث ہے۔

اولاً — صاحب رسالہ کی مراد اللہ تعالیٰ کے مشروع فرمانے

نمودن باری تعالیٰ ظاہر ایں ست کہ
ہمہ فروع جمیع عبادات و جملہ افراد کل
تطوعات مشروعہ را بقیود مخصوصہ و
نوافل صور کذائیہ نام بنام تصریح و
تعدید و تعیین وتحدید فرمودہ است پس
ہر چہ نہ چنیں ست غیر مشروع ست و
عمل بداں واحداث آن زیادت برنص
و مستلزم لزوم نسخ ست پس ایں ادّعائے
است فاسد وقولی ست کاسد کہ قطع نظر
از کذبش طعنی شنیع بر حال صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم لازم میکند کہ
باحداث بسیاری از امور اقرار
فرمودہ اند باوجود یکہ از نصوص
کتاب اللہ ہیئت کذائیہ مخصوصہ
آنہا ثابت نہ نمودہ اند بلکہ
بسیاری از نوافل عبادات مخصوصہ

سے باعتبار ظاہر یہ ہے کہ، ساری
عبادتوں کے سارے فروع کو ہر
طرح کے نوافل مشروعہ کے جملہ
افراد کو، خاص قیود اور خاص صورتوں
کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نام بنام
صراحت کردی ہے، سب کو شمار کرا
دیا ہے۔ سب کی تعیین اور حد بندی
کردی ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ غیر
مشروع قرار پائے اور اس ایجاد
اور اس پر عمل نص پر زیادتی اور نسخ
مستلزم ہو۔ بلا شبہ یہ فاسد دعویٰ اور
کھوٹی بات ہے۔ اس دعویٰ کے
جھوٹ سے قطع نظر یہ صحابۂ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع
کو مستلزم ہے اس لئے کہ صحابۂ کرام
نے بہت سارے امور کی ایجاد کا
اقرار فرمایا ہے اس کے باوجود ان کی
مخصوص ہیئت کذائی کا اثبات
کتاب اللہ کے نصوص سے نہیں کیا
ہے بلکہ بہت ساری مخصوص نفلی

وہیأت تطوعات معینہ معینہ را کہ
صرف از احادیث شریفہ ثابت اند
بجہت عدم ثبوت مشروعیت از کتاب
اللہ ناسخ قرآن وزائد براں معاذ اللہ
گفتہ آید وعمل باحادیث آحاد در
امور یکہ در کتاب اللہ حکم آن نیست باطل
باشد وایں وہم فتح باب جہل والحاد است
چنانکہ در کتب اصول مذکور ست۔
واگر مرادش ایں ست کہ قرآن
مجید اصول عامہ جملہ عبادات وخیرات
ومندوبات را بطور اطلاق حاوی ست
وہر چہ از اطلاق فعل خیر وجنس مندوبات
مشروعہ عمومات کتاب اللہ مخالفت
داشتہ باشد غیر مشروع ست وعمل
بداں زیادت برنص پس بریں تقدیر
بر مستحسنات ائمہ دین عموماً گو بالخصوص

عبادتوں اور ان کی معین ہیئتوں کو
جن کا ثبوت صرف احادیث شریفہ
سے ہے۔ معاذ اللہ قرآن کا ناسخ اور
اس پر زیادتی کہا جائے گا کیونکہ ان
کی مشروعیت کا ثبوت کتاب اللہ
سے نہیں ہے یونہی ایسے معاملات
میں احادیث آحاد پر عمل باطل ہو
جائے گا جن کا حکم کتاب اللہ میں
نہیں ہے۔ یہ وہم جہل و الحاد کا
دروازہ کھولے گا جیسا کہ اصول کی
کتابوں میں مذکور ہے۔
اور اگر اس کی مراد یہ ہے
کہ کتاب اللہ جملہ عبادات وخیرات
اور مندوبات کو بطور اطلاق حاوی
ہے اور جو چیز بھی مطلق فعل خیر اور
مستحبات مشروعہ کی جنس اور کتاب
اللہ کے عموم سے مخالفت رکھے وہ
غیر مشروع ہے اور اس پر عمل نص پر
زیادتی ہے تو اس تقدیر پر عموماً
ائمۂ دین کے مستحسنات جو اپنی

از کلام مجید ثابت نباشد الزام نسخ دادن
و بر عمل مولد خصوصاً تہمت لزوم نسخ
نہادن در پے تکفیر و تضلیل اکابر دین
از فقہاء و محدثین افتادن سفاہت و
ضلالت ست۔

و ثانیاً در کتب اصول تصریح
است باینکہ زیادتی کہ نسخ بودن و
نبودن آن متنازع فیہ و مبحوث عنہ
است مراد ازان زائد کردن امرے
باعتقاد رکنیت یا شرطیت در امر منصوص
مخصوص ست کہ ہمچو زیادت نزد حنفیہ
داخل نسخ ست پس از احادیث صحیحہ ہم
کہ آحاد باشند اثبات ہمچو زیادت جائز
نیست و نزد شافعیہ و حنبلیہ داخل نسخ
نیست نہ ایں کہ ہر امر کہ در قرآن
مجید مذکور نبود و فرقان حمید ازاں
ساکت باشد قول بآں و عمل بدان

خصوصیت کے ساتھ کلام مجید سے
ثابت نہ ہوں ان پر نسخ کی تہمت
رکھنا اور فقہاء و محدثین کی تضلیل و تکفیر
کے درپئے ہونا حماقت و گمراہی ہے۔

ثانیاً۔ اصول کی کتابوں
میں اس بات کی صراحت ہے کہ وہ
زیادتی جس کا نسخ ہونا یا نہ ہونا
مبحوث عنہ اور مختلف فیہ ہے اس سے
مراد کسی مخصوص، منصوص امر میں کسی
امر کو رکن یا شرط مان کر اضافہ کردینا
ہے۔ اس طرح کی زیادتی احناف
کے نزدیک داخل نسخ ہے اس لئے
ایسی زیادتی کا اثبات اُن احادیث
صحیحہ سے بھی جائز نہیں جو آحاد ہوں۔
شافعیہ، حنبلیہ کے نزدیک ایسی
زیادتی داخل نسخ نہیں ہے۔
زیادتی کا یہ مفہوم نہیں ہے
کہ ہر وہ امر جو قرآن مجید میں مذکور
نہ ہو اور فرقان حمید اس سے خاموش
ہو اس کا قول کرنا، اس پر عمل پیرا ہونا

مستلزم تجویز نسخ قرآن باشد۔
یا در امر منصوص امری دیگر بقصد
استحباب و نیت برکت یا حسب تعامل
عادت مرعی نمودن بی آنکہ رکن و شرط
گردانیدہ آید مستلزم نسخ باشد کہ ایں وہم
مخالف مقررات محققہ اصول ست۔

پس از نافہمی خود حوالہ بمسئلہ
اصولیہ نمودن و لب باظہار تبحر خود
کشودن و برائے اظہار منطق دانی خود
قیاس مرکب ساختن و بر عدم تکرار حد
اوسط نظر نیند اختن امری ست قبیح
کما لا یخفی علی کل ذی فکر
سلیم و عقل صحیح۔

چوں نجدیہ در ہر مقام باوجود عدم
فہم مرام ذکر مسئلہ زیادت بر نص و
استلزام نسخ برائے تضلیل و تکفیر ائمہ
اعلام و ابطال استحسان مستحسنات آں
کرام پیش میکنند میخواہم کہ دریں

نسخ قرآن کی تجویز کو مستلزم ہو۔
یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کسی
منصوص امر میں رکن و شرط بنائے
بغیر استحباب و برکت کا قصد کر کے
بطور عادت کسی دوسرے امر کی
رعایت مستلزمِ نسخ ہے۔ ایسا وہم قرار
واقعی اصول کے خلاف ہے۔

اسلئے اپنی نا سمجھی سے، اصولی
مسائل کا حوالہ پیش کرنا اور اپنے علمی
تبحر کا اظہار کرنا، اپنی منطق دانی
کے اظہار کے لئے قیاس مرکب
بنانا اور حد اوسط کے عدم تکرار پر نظر
نہ رکھنا ایسا قبیح امر ہے جو صاحبانِ فکر
سلیم و عقل صحیح پر پوشیدہ نہیں۔

چونکہ نجدی حضرات ائمۂ اعلام
کی تکفیر و تضلیل اور اُن معزز
حضرات کے مستحسنات کو باطل قرار
دینے کی خاطر اپنی نا سمجھی کے باوجود
ہر جگہ نص پر زیادتی اور استلزام نسخ کا
مسئلہ چھیڑتے رہتے ہیں اس لئے

مقام عباراتی چند از کتب مشہورۂ
اصول نقل کنم۔
در مسلم الثبوت نوشتہ۔
مسئلہ زیادت عبادة مستقلة
لیست نسخاالخ
بحر العلوم در شرح فرمودہ
ای لیست نسخا للمزید علیه
وان کانت من جنسه فانه لا
یرفع شیئا من المزید علیه
وهو ضروری الخ۔
ونیز در مسلم و شرح آنست
واما زیادة جزء فی الواجب
کالتغریب فی الحد للزنا و
زیادة شرط بعد اطلاق
الواجب عنه کالایمان ای
اشتراطه فی رقبة الیمین فهل
هو نسخ لحکم المزید علیه
فالحنفیة قالوا نعم نسخ

میری خواہش ہے کہ یہاں اصول
کی مشہور کتابوں کی چند عبارتیں نقل
کردوں۔
مسلم الثبوت میں تحریر ہے:
مسئلہ: مستقل عبادت کا اضافہ
نسخ نہیں۔ بحر العلوم نے شرح میں
فرمایا:
”یعنی مستقل عبادت کا اضافہ
مزید علیہ کا نسخ نہیں بھلے اس کی جنس
سے ہے کیونکہ وہ مزید علیہ کے کسی
حکم کا رافع نہیں ہے اور یہ بات
بالکل بدیہی ہے۔“ اور نیز مسلم اور
اس کی شرح میں ہے۔
”واجب میں کسی جزء کی زیادتی
جیسے کہ حدّ زنا میں شہر بدر کرنے کی۔ یا
واجب کے اطلاق کے بعد کسی شرط کی،
جیسے کفارۂ قسم میں آزاد کئے جانے والے
غلام کے اندر شرط ایمان کی ——
کیا اس طرح کی زیادتی نسخ ہے
؟احناف کا کہنا ہے کہ ہاں نسخ ہے

وهو المسمى بالنسخ بالزيادة
والشافعية والحنابلة واكثر
المعتزلة قالو الانسخ الى
آخره۔
وبعد بیان مذاهب نوشتہ۔
لنا ان المطلق عن تلك
الزيادة دل على الاجزاء
مطلقا سواء مع الزيادة او
مجرداً عنها لانه ای المطلق
کالعام یدل علی افراده التی
هی مع الزيادة او مجردا عنها
بدلا ولیس هناك صارف عنه
لان الكلام فیما لا صارف
غیر هذه الزیادة وهی
مفروض الانتفاء زمان وجود
المطلق فیحمل علی الاطلاق
ویدل علیه والتقیید
بجزء او شرط ینافیه

اور اسی کا نام نسخ بالزیادۃ ہے جبکہ
شافعیہ حنابلہ اور اکثر معتزلہ کا کہنا
ہے یہ نسخ نہیں ہے۔ الخ“
پھر مذاہب کے بیان کے بعد تحریر
فرماتے ہیں:
”ہماری دلیل یہ ہے کہ مطلق
بہر حال کفایت پر دلالت کرتا ہے
خواہ اُس زیادتی کے ساتھ ہو یا اس
سے خالی ہے۔ کیونکہ مطلق عام کی
طرح ہے جو اپنے تمام افراد پر علیٰ
سبیل البدلیت دلالت کرتا ہے خواہ
اُن افراد میں وہ زیادتی ہو یا نہ ہو۔
اور اس اطلاق وعموم سے کوئی چیز
صارف نہ ہو کیونکہ گفتگو اس میں
ہے جہاں اس زیادت کے سوا کوئی
صارف نہ ہو اور مطلق کے وجود کے
زمانہ میں یہ بات منتفی ہے تو مطلق کو
اطلاق پر محمول کیا جائیگا اور اسی پر
دلالت کرے گا۔ کسی شرط یا خبر سے
اسے مقید کرنا اس کے منافی ہوگا

فـانـه يـقـتـضـى عدم الاجزاء
بدونه فيرفع هذا التقييد حكما
شرعيا و هو اجزاء الافراد التى
هى مجردة عن هذا التقييد و
هو ظاهر جدا الخ۔

ونیز در مسلم نوشتہ ولهذا امتنع
الزيادة عندنا بخبر الواحد
على القاطع كالطهارة
للطواف الخ درشرح بعد بیان
فروع گفتہ ثم هذا العذر انما
يكفى لعدم افتراض هذه
الامور ۔الخ۔

ونیز در مسلم وشرح بحر العلوم در
بیان جواب دلیل مجوزیت ناسخیت
اجماع گفتہ۔

قلنا اولا ان
الآية كانت ساكتة عن حال
الام مع الاخوين و

کیونکہ یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ
اس قید کے بغیر مطلق کافی نہ ہو اور یہ
قید اس حکم شرعی کو ختم کردے گی کہ
اس قید سے خالی افراد بھی کافی ہیں۔
اور یہ بات انتہائی ظاہر ہے۔

مُسلَّم میں نیز مرقوم ہے:

"اسی وجہ سے ہمارے نزدیک
نص قطعی پر خبر واحد سے زیادتی محال
ہے جیسے طواف پر طہارت کی شرط
"اس کی شرح میں فروع کے بیان
کے بعد فرمایا۔

"پھر یہ عذر صرف اسی حد تک ہو
سکتا ہے کہ وہ امور فرض نہ ہوں۔"

نیز مسلم الثبوت اور اس کی
شرح بحر العلوم میں ان لوگوں کی
دلیل کا جواب دیتے ہوئے مذکور
ہے جو اجماع کو ناسخ مانتے ہیں۔

"اولاً ہمارا کہنا ہے کہ دو
بھائیوں کے ساتھ ماں کی حالت
کے تعلق سے آیت خاموش تھی اور

كان امير المؤمنين عثمان رضی اللہ عنہ
ردها فى هذا الحال من الثلث
الى السدس فسأل ابن عباس
رضی اللہ عنہ ان الآية لا يتناولها
فاستدل امير المومنين رضی اللہ عنہ
بالاجماع فيما سكت عنه
الكتاب وهذا ليس من النسخ فى
شئى وهو ظاهر جدا الى آخره۔

در تنقیح فرمودہ:

اماوصف الحكم فقد اختلفوا
ان الزيادة على النص نسخ ام
لا وذكروا انها اما بزيادة
جزء كزيادة ركعة مثلا على
ركعتين او شرط كالايمان فى
الكفارة او ما يرفع مفهوم
المخالفة الخ۔

در توضیح بعد بیان مذاهب و

امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ماں
کو ثلث کی حالت سے سدس کی
طرف پھیر دیا تھا تب حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے
دریافت کیا کہ آیت اس حالت پر
مشتمل نہیں ہے اس پر امیر المؤمنین
نے اس صورت میں اجماع سے
استدلال کیا جس سے کتاب
خاموش ہے اور یہ کسی طرح نسخ نہیں۔
یہ بہت ظاہر ہے الخ"

تنقیح میں فرمایا ہے:

"رہ گیا وصفِ حکم تو علماء کا اس
بارے میں اختلاف ہے کہ نص پر
زیادتی نسخ ہے یا نہیں اور بتایا کہ
زیادتی یا تو جزء کی ہوگی جیسے دو
رکعت پر ایک رکعت کی زیادتی یا
شرط کی ہوگی جیسے کفارۂ یمین میں
شرط ایمان کی یا ایسی زیادتی جو مفہوم
مخالف کو ختم کردے۔الخ

توضیح میں مذاہب کو بیان

دلائل مختار خود نوشتہ :

فلا یزاد التغریب علی الجلد والنیة والترتیب والولاء علی الوضوء وھو ای الوضوء علی الطواف والفاتحة و تعدیل الارکان علی سبیل الفرضیة بخبر الواحد والایمان علی الرقبة بالقیاس ای لایزاد قید الایمان علی الرقبة فی کفارة الیمین بالقیاس علی کفارة القتل ۔

یرد ھھنا انکم زدتم الفاتحة والتعدیل بخبر الواحد حتی وجبا وانما لم یثبت الفرضیة لانھا لاتثبت بخبر الواحد عندکم فان الفرض عندکم ما ثبت لزومه بدلیل قطعی والواجب

کرنے اور اپنے مذہب مختار پر دلائل قائم کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"اسلئے کوڑے لگانے کی حد پر شہر بدر کرنے کی ۔ فرضیت وضو پر نیت، ترتیب اور پے در پے کرنے کی ۔ طواف پر وضو کی اور فرائض نماز میں فاتحہ و تعدیل ارکان کی ۔ خبرِ واحد کے ذریعہ، بطور فرض زیادتی نہیں کی جائیگی ۔ یونہی کفارۂ پر قیاس کرتے ہوئے کفارۂ یمین میں غلام پر ایمان کی قید کا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

یہاں ایک اعتراض ہے۔

وہ ہے کہ آپ نے خبر واحد کے ذریعہ فاتحہ اور تعدیل ارکان کا بطورِ واجب اضافہ کیا ہے۔ وہ فرض اس لئے نہیں ہوئے کہ آپ کے یہاں فرضیت کا ثبوت خبر واحد سے نہیں ہوتا ۔ کیونکہ آپ کے نزدیک فرض وہ حکم ہے جس کا لزوم دلیلِ

ماثبت لزومه بدلیل ظنی فقد زدتم علی الکتاب بخبر الواحد ما یکمن ان یزاد به وھو الواجب ویمکن ان یجاب بانا لم نزد الفاتحة والتعدیل علیٰ وجهٍ یلزم منه نسخ الکتاب لانا لم نقل بعدم اجزاء الاصل لو لا الفاتحة و التعدیل حتی یلزم النسخ حینئذ بل قلنا بالوجوب فقط الیٰ آخره۔

در فتح القدیر در بحث تسمیه وضو آورده:

فادیٰ النظر الی وجوب التسمیة فی الوضوء غیر ان صحته لا یتوقف علیها لان الرکن انما یثبت بالقاطع وبھذا یندفع ما قیل المراد به نفی الفضیلة

قطعی سے ثابت ہو اور واجب وہ حکم ہے جس کا لزوم دلیل ظنی سے ثابت ہو ۔ بہر حال آپ نے بھی خبر واحد کے ذریعہ جتنا اضافہ ممکن تھا کر دیا کہ انہیں واجب رکھا۔ اس کا جواب یوں ہوسکتا ہے کہ ہم نے فاتحہ اور تعدیل ارکان کا اضافہ اسطرح نہیں کیا ہے کہ کتاب کا نسخ لازم آئے کیونکہ ہمارا کہنا ہے کہ اگر فاتحہ اور تعدیل ارکان نہ بھی ہوں تو اصل کافی ہے ۔ اسلئے ایسی صورت میں نسخ لازم نہیں ہم نے صرف وجوب کا قول کہا ہے الخ"۔

فتح القدیر میں وضوء کے اندر تسمیہ کی بحث میں منقول ہے:

"نظر وضو میں بسم اللہ کے وجوب کی طرف مؤدّی ہے۔ ہاں اس کی صحت بسم اللہ پر موقوف نہیں اسلئے کہ رکن نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے، اور اسی سے یہ بات مندفع ہو جاتی ہے کہ "مراد فضیلت کی نفی ہے

لئلا یلزم نسخ آیة الوضوء یعنی الزیادة علیها فانهٗ انما یلزم بتقدیر الافتراض لا الوجوب الیٰ آخرہ۔

ازیں بیان بصراحت تمام ثبوت رسیدہ کہ از مجرد تجویز امریکہ بخصوصہ در قرآن مجید مذکور نبود و مشروعیت آں ازنص ثابت نباشد و فرقان حمید از ان ساکت باشد تجویز نسخ قرآن لازم نمی آید ورنہ بر عبادات کذائیہ ثابتہ باحادیث شریفہ ہم حکم لزوم نسخ نص کتاب لازم خواہد آمد و نیز ثبوت رسیدہ کہ امریکہ در قرآن شریف منصوص ست اما مقید بصورت خاصہ نیست رکن گردانیدن یا شرط گردانیدن امرے دیگر دراں البتہ داخل نسخ بالزیادۃ است اما زیادت امری دیگر در آن نہ باعتقاد فرضیت ورکنیت

ورنہ آیتِ وضو کا نسخ یعنی اس پر زیادتی لازم آئیگی۔" اسلئے کہ نسخ کا لزوم فرضیت کی تقدیر پر ہوگا نہ وجوب کی تقدیم پر۔ الخ۔

اس بیان سے پوری صراحت کے ساتھ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ محض کسی ایسے امر کے جائز وقرار دینے سے نسخِ قرآن لازم نہیں آتا جو اپنی خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور نہ ہو یا اس کی مشروعیت نص سے ثابت نہ ہو اور فرقان حمید اس سے خاموش ہو ورنہ اُن عبادات مخصوصہ سے جن کا ثبوت احادیث کریمہ سے ہے نص کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا۔ اور اس بات کا بھی ثبوت مل گیا کہ جو امر قرآن شریف میں منصوص ہے لیکن کسی خاص صورت سے مقید نہیں اس میں دوسرے امر کو شرط یا رکن ٹھہرانا نسخ بالزادیات ہے۔ ہاں دوسرے امر کی زیادتی اگر فرضیت، رکنیت یا

وشرطیت بلکہ بطور استحباب بلکہ بطور وجوب ہم داخل نسخ نص نیست۔

پس بر مجوزین و قائلین استحسان عمل محفل ذکر مولد شریف کہ ہیچگونہ در اں زیادت کدامی رکن وشرط بر عبادات مخصوصہ منصوصہ کتاب اللہ نیست بحوالۂ قاعدۂ الزیادۃ علی النص نسخ تہمت تجویز نسخ نص کتاب اللہ نمودن حیلہ سازی وافترا پردازی ست۔

و ثالثاً احتجاج بآیہ کریمہ اکملت لکم دینکم الآیۃ بر ابطال مستحسنات ائمہ دین کہ از افراد خاصۂ عمومات مندوبات مطلقہ کتاب و سنت

شرطیت کے اعتقاد کے ساتھ نہ ہو بلکہ بطور استحباب یا پھر وجوب ہی کے طور پر کیوں نہ ہو نص کے نسخ میں داخل نہیں۔

اس لئے انعقاد محفل میلاد شریف کو جائز اور مستحسن سمجھنے والوں پر "الزیادۃ علی النص نسخٌ" کے اصول کا حوالہ دیکر نص کتاب اللہ کے نسخ کی تجویز سے متّہم کرنا، حیلہ سازی اور افترا پردازی ہے۔ اس لئے کہ محفلِ ذکر میلاد کے عمل میں کتاب اللہ سے منصوص کسی مخصوص عبادت پر کسی بھی رکن وشرط کی کسی بھی طرح کی زیادتی ہے ہی نہیں۔

ثالثاً- "الیوم اکملت لکم دینکم" سے ائمۂ دین کے اُن مستحسنات کے ابطال پر استدلال کرنا نری جہالت ہے جو کتاب و سنت کے عام مستحبات

ومندرج تحت قواعد و اصول شریعت
اندمحض جہالت ست مراد از آیہ کریمہ
تکمیل اصول دین وتصریح قواعد عامہ
شریعت ست نہ تحدید افراد خاصہ جملہ
احکام و تخصیص صور کذائیہ جمیع
تطوعات فہم ایں معنیٰ از آیۂ کریمہ
مبتنی بر مجرد وہم است کہ ہمیں وہم راہ
منکرین قیاس ہم زدہ بود چہ عجب کہ
صاحب رسالہ کلام و حجت منکرین
قیاس را دیدہ ہمچو احتجاج کردہ است۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی در
تفسیر اسرار التنزیل فرمودہ الیوم
اکملت لکم دینکم بالنصر
والاظہار علی الادیان
کلہا او بالتنصیص

مطلقہ کے خاص افراد ہیں اور
شریعت کے اصول و قواعد کے
ماتحت مندرج ہیں جب کہ اس
آیت سے مراد اصولِ دین کی تکمیل
اور شریعت کے عام قواعد کی صراحت
ہے۔تمام احکام کے خاص افراد کی
حد بندی اور تمام نوافل کی مخصوص
ہیئتوں کی تخصیص نہیں۔

آیت کریمہ سے وہ معنیٰ
سمجھنا محض وہم کی بنیاد پر ہے ،
منکرین قیاس بھی اسی وہم کا شکار
ہوئے ہیں اور اس میں کوئی حیرت
کی بات نہیں کہ صاحبِ رسالہ نے
منکرین قیاس کی گفتگو اور حجت کو
مدنظر رکھ کر اس طرح کا استدلال کیا
ہو مذکورہ آیت کے تحت قاضی
ناصر الدین بیضاوی تفسیر اسرار
التنزیل میں فرماتے ہیں:
”اپنی نصرت و حمایت سے ،
سارے ادیان پر غلبہ دیکر یا اصول

علی قواعد العقاید
والتوقیف علی اصول
الشرائع و قوانین الاجتهاد
الخ۔

علامہ خطیب در حاشیہ فرمودہ
هذا جواب عن دلیل نفاة
القیاس فانهم تمسکوا علی
ابطاله بان الدین کمل فی
آخر عهد النبی صلی الله
علیه وسلم فلو کان القیاس
جائز ابعده وکان ذلك
القیاس لا بدان یکون لاظهار
حکم لم یکن معلوما فکان
القیاس موجبا لکمال الدین
فلم یکن کاملا فی ذلك الزمان
والجواب عنه ما ذکروا هوان
المراد باکمال الدین تحقیق
قواعد العقاید و تبیین
قواعد الاجتها وهذا لا ینافی
وقوع الاجتهاد و تخریج
الاحکام بعده الیٰ آخره۔

عقائد پر تنصیص کر کے اور قوانین
شریعت واجتہاد بیان کر کے آج میں
نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل
کردیا ہے۔علامہ خطیب نے حاشیہ
میں فرمایا:

”یہ جواب ہے منکرینِ قیاس
کی دلیل کا۔انہوں نے قیاس کے
ابطال پر اسطرح دلیل دی ہے کہ
دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
آخری عہد میں کامل ہو چکا۔اب
اس کے بعد بھی قیاس جائز ہو تو
ضروری ہے کہ وہ قیاس نا معلوم حکم
کے اظہار کے لئے ہو پس قیاس
دین کے کمال کا موجب ہوگا اور اس
زمانہ میں کامل نہ ہوگا۔جواب وہی
ہے مفسر نے جس کا تذکرہ کیا کہ
دین کی تکمیل سے مراد عقائد کے
اصول کی تحقیق اور اجتہاد کے قوانین
کا بیان ہے اس لئے اس تکمیل کے
بعد احکام کی تخریج اور اجتہاد اس
کے منافی نہیں الخ۔“

درتفسیر کبیر گفته:

المسائلة الثانية قال نفاة القياس دلت الآية على ان القياس باطل و ذلك لان الآية دلت على انه قد نص على الحكم فى جميع الوقائع فا لقياس ان كان على وفق ذلك النص كان عبثا و ان كان على خلافه كان باطلاً الیٰ آخره۔

بالجملہ زیادتیکہ منافی آیت کریمہ باشد وآنرا مستلزم نسخ گفتہ آید بر مستحسنات علماء دین صادق نیست و زیادتیکہ صادق می تواند شد منافی آئیہ کریمہ و مستلزم تجویز نسخ نیست۔

پس دلیل اول بر ابطال و انکار عمل مولد محض بے بنیاد و سعی صاحب رسالہ ہمہ رائگان و برباد است۔

فقیر میگوید کہ از اصول ہمیں

تفسیر کبیر میں فرمایا:

"دوسرا مسئلہ منکرین قیاس کا کہنا ہے کہ آیت کریمہ نے اس بات پر دلالت کی کہ قیاس باطل ہے اور وہ اس طرح کہ آیت یہ بتا رہی ہے کہ مسائل کی تمام صورتوں کا حکم منصوص ہو چکا ہے اب اگر قیاس نص کے موافق ہو تو بے کار اور مخالف ہو تو باطل۔ الخ۔

الحاصل وہ زیادتی جو آیت کریمہ کے منافی ہو اور جسے مستلزم نسخ کہا جائے، علماء کرام کے مستحسنات پر صادق نہیں آتی اور جو زیادتی صادق آسکتی ہے وہ آیت کریمہ کے منافی اور تجویزِ نسخ کو مستلزم نہیں ہے۔

اس طرح پہلی دلیل عمل مولد کے انکار و ابطال پر محض بے بنیاد اور صاحبِ رسالہ کی تمامتر کوششیں رائگاں و برباد ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ صاحب رسالہ

مقدمات مسلمہٴ او بعد طرد و اخراج مزخرفات مخترعات صاحب رسالہ دلیلے جید براے ابطال حکم تحریم و ممانعت این عمل ترتیب می تواں داد۔

مثلاً می تواں گفت توقیر و تکریم حضرت نبی کریم در شرع شریف مشروع ست پس اظہار شکر نعمت وجود باجود باداۓ عبادات و صدقات و دعوت اہل اسلام و جمع مسلمین براۓ استماع ارہاصات و معجزات و فضائل حضرت سید الانام ﷺ و تکریم ایام ولادت با سعادت کہ یکی از افراد اصل توقیر مطلق آنجناب ﷺ است و اصل استحباب تکرار شکر نعمت و فضل و شرف ایام با سعادت

کے من گڑھنت اور آراستہ جھوٹ کو خارج کرتے ہوئے اُس کے انہیں مسلم مقدمات کے اصول سے اس عمل پر ممانعت اور حرمت کے حکم کو باطل قرار دینے کیلئے ایک عمدہ دلیل مرتب کی جاسکتی ہے۔

مثلاً کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر شریعت میں مشروع ہے۔ اس لئے عبادات و صدقات کی ادائیگی کر کے۔ مسلمانوں کی دعوت کر کے۔ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، ارہاصات اور معجزات سننے کی خاطر مسلمانوں کو اکٹھا کر کے۔ ولادتِ باسعادت کے ایام کی تکریم کر کے، کہ یہ تکریم بھی آنحضرت ﷺ کی مطلق توقیر کا ایک فرد ہے۔ سرکار کے وجود مسعود کی نعمت پر اظہارِ شکر کرنا۔ جبکہ شکر نعمت کے استحباب تکرار کی اصل اور ایام

علامہ ابن حاج وغیرہ از بیانِ رسول
وے جل شانہ ثابت فرمودہ اندو
ہمچناں عقد مجلس ذکر شریف کہ یکے از
افراد رفعت ذکر آنحضرت و مندرج
فضائل مجالس پابرکت ست گو
بخصوصہ تنصیص حکم آں در قرآن
شریف نہ باشد باوجود عدم مزاحمت
حدود خاصہ منصوصۂ شریعت بلکہ باوجود
عدم ثبوت تحریم وکراہت وممانعت از
مجتہدین امت حکم بہ تحریم آں نمودن و
راہ انکارش پیمودن لب بہ نسخ حکم
مطلق و زیادت برنصوص شریعت
کشودن ست چنانکہ در اصول
مقرر شدہ است مثلاً در بیان کفارہ
کہ ذکر مطلق رقبہ ست پس انکار
از تجویز اعتاق عبد کافر کہ یک فرد

ولادت باسعادت کا فضل وشرف
علامہ ابن الحاج وغیرہ نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے
ثابت فرمایا ہے۔ یونہی ذکر شریف
کی مجلس منعقد کرنا جو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے رفعتِ ذکر کا ایک
فرد اور مجالس متبرکہ کی فضیلت میں
مندرج ہے بھلے خصوصی طور پر
قرآن میں اس کی تنصیص نہ ہو۔ ان
سارے امور کے شریعت میں
منصوص حدود سے مزاحم نہ ہونے
اور جمہور امت سے ممانعت، کراہیت
یا تحریم کا ثبوت نہ ہونے کے باوجود
اُن کی حرمت کا حکم لگانا اور اس کے
انکار کی راہ ناپنا۔ مطلق کے حکم کی
منسوخی اور نصوص شریعت پر زیادتی
میں منہ کھولنا ہے جیسا کہ اصول میں
ثابت ہے مثلاً کفارہ کے بیان میں
جہاں مطلق رقبہ کا ذکر ہے۔ رقبہ کے
ایک خاص فرد عبد کافر کے اعتاق کی

از افراد آن ست گو در قرآن مجید ذکر
آن بخصوصہ نیست حسبِ قول اہل اصول
حنفیہ زیادت برنص و مستلزم نسخ آن اطلاق
ست۔

در یں مقام نقل فقرۂ از رسالۂ
دعائیہ مولوی خورم علی کہ از اکابر طائفہ
بودہ اند برائے دہن دوزی امثال
صاحب رسالہ ضروری ست در رسالہ
مطبوعہ مذکورہ در بحث استحباب دعاء
بہیئت کذائیہ بعد صلوٰۃ نوشتہ۔

اگر گوئی کہ دست برداشتن در دعاء
مسح نمودن از احادیث قولیہ و
فعلیہ البتہ ثابت شد لیکن بر دعائے
عقب صلوات خمسہ بہیئت کذائیہ
چہ دلیل ست۔

گویم و باللہ التوفیق

تجویز کا انکار کرنا گو اس خاص فرد کا
ذکر قرآن میں نہیں ہے حنفی اہل
اصول کے مطابق نص پر زیادتی اور
اس کے اطلاق کے نسخ کو مستلزم ہے۔

اس مقام پر صاحب رسالہ
جیسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے
گروہِ وہابیہ کے اکابر میں سے
مولوی خرم علی کے ''رسالہ دعائیہ'' کا
ایک جملہ نقل کر دینا ضروری ہے۔
انہوں نے اپنے مذکورہ مطبوعہ رسالہ
کے اندر نماز کے بعد مخصوص ہیئت
کے ساتھ دعاء کے استحباب کی بحث
میں تحریر کیا ہے کہ:

''اگر تم کہو کہ دعاء میں ہاتھ اٹھانا
اور چہرہ پر پھیرنا احادیث قولیہ وفعلیہ
سے یقیناً ثابت ہے لیکن پنجگانہ نماز
کے بعد اس ہیئت کے ساتھ دعاء
کرنے پر کون سی دلیل ہے۔؟

میں اللہ کی توفیق سے عرض کروں گا
کہ جب ہاتھوں کا اُٹھانا

که چون ثابت شد که رفع الیدین از آداب دعاء ست وجالب اجابت است وموقت بوقتی دون وقتی نیست پس حاجت دلیل دیگر نمانده الخ بلفظه۔

ایضا فیه باید دانست که دست برداشتن وقت دعا ورومالیدن بدانها باحادیث صحاح وحسان قولاً وفعلاً درنماز استسقاء وغیره ثابت ست گوبا لتزام عقب صلوات خمسه بهیئت کذائیه مروی نباشد الی آخره۔

قوله واگر این زیادت را معین داریم لازم آید عدم صدق حق تعالی الخ۔

اقول اگر از آیه کریمه تصریح فرموده دادن هیئت کذائیه هر هر تطوع وجمله افراد مخصوصه عمومات خیر وکل احکام خاصه جمیع امور در نص مرادمی بود گنجایش ذکر این ایراد بود

دعاء کا ادب اور مفید اجابت ہے اور کسی وقت سے مقید نہیں لہٰذا اس کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں"۔ اسی رسالہ میں یہ بھی ہے۔ "جاننا چاہیئے کہ دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا اور چہرے پر ملنا صحیح وحسن حدیثوں سے قولاً وفعلاً نماز استسقاء وغیرہ میں ثابت ہے اگرچہ اس ہیئت کے ساتھ بعد نماز پنجگانہ بالالتزام مروی نہیں۔ الخ۔

قولہٗ - اور اگر اس زیادتی کو برقرار رکھیں تو اللہ تعالیٰ کا عدمِ صدق لازم آئے گا۔ الخ

اقول - اگر آیت کریمہ کی مراد یہ ہے کہ ہر ہر تطوع کی ہیئت کذائی اور عام خیر کے تمام افراد مخصوصہ اور تمام امور کے تمام احکامِ خاص کی صراحت کر دی گئی ہے تب اس اعتراض کو چھیڑنے کی گنجائش تھی ۔

حالانکه در کلام الله شریف هرگز به تخصیص و تعیین صور کذائیه جمیع تطوعات و هیأت مخصوصه جمله نوافل ومستحبات وتعدیل کل افراد کل امور خیر تصریح وتنصیص نفرموده است پس چگونه این معنی از آیه کریمه مراد توان داشت و چرا برائمه دین وعلماء معتمدین در استحسان صور کذائیه مستحسنات مخصوصه علم طعن تضلیل باید برافرشت واگر این معنی را معین داریم لازم می آید عدم صدق حق تعالی در قول او وهذا خلف ممتنع و محال لا مجال فیه للامکان و الاحتمال عندنا معاشر اهل الحق۔

مگر آنکه عامه اسماعیلیه که برالتزام امکان ومقدوریت کذب او تعالی شانه

حالانکہ کلام اللہ میں تعیین وتخصیص کے ساتھ تمام تطوعات کی صورت کذائی کی۔ تمام نوافل ومستحبات کی ہیئتِ مخصوصہ کی اور تمام امور خیر کے ہر فرد کی تعداد کی، تصریح و تنصیص نہیں فرمائی گئی۔ پھر یہ معنی کیونکر آیت کی مراد بنے گا اور کیونکر معتمد علماء کرام اور ائمہ دین کے خلاف ان کے مخصوص مستحسنات کے استحسان کے سلسلہ میں طعنۂ گمراہ گری کا پرچم بلند کیا جائے گا۔ اور اگر اسی معنی کو متعین کر لیں تو حق تعالیٰ کا اپنے کلام میں عدم صدق لازم آئے گا۔ اور یہ بات ہم اہل حق کے نزدیک خلاف مفروض، ممتنع اور محال ہے اس میں امکان واحتمال کی کوئی گنجائش نہیں۔

مگر عام طور پر وہابیہ اسماعیلیہ، حق تعالیٰ کے لئے امکانِ کذب و مقدوریتِ کذب کے التزام کا

مقراند واز استحالہ وامتناع آں منکراند
وامام شان قدرت انسانی رابرنقیصہ
شنیعہ کذب برائے مقدوریت وامکان
ایں عیب فاحش بجناب مقدس ربانی
دلیل ساختہ وبرتقدیر عدم آں بلزوم از
دیاد قدرت انسانی بر قدرت ربانی
پرداختہ۔

اگرچہ نزیل ٹونک کفر بودن ایں
استدلال کا سد و اعتقاد فاسد مسلم
داشتہ ودر رسالہ کلام الفاضل مولاے
خود را در مغاک اغماض انداختہ
براءت ذات خود ازاں ضلالت در
تحاشی و انکار ازان اعتقاد پند اشتہ
اما چون عامۂ اسماعیلیہ بنا بر پاسداری
رئیس طائفہ قول فاضل کبیر خودرا باطل
ومردود می شمارند وحسب ارشاد مولای
خود ہماں قول را کالوحی می انگارند از

اقرار کرتے ہیں اور کذبِ باری
تعالیٰ کے استحالہ و امتناع کے منکر
ہیں۔ان کے امام نے جھوٹ جیسے
عیب قبیح پر انسان کی قدرت کو پاک
پروردگار کے لئے اس فحش عیب کے
امکان اور مقدوریت کی دلیل بنایا
ہے اور اس کے عدم پر انسانی
قدرت کے ربانی قدرت پر بڑھ
جانے کو لازم قرار دیا ہے۔اگرچہ
نزویلِ ٹونک نے اس کھوٹے
استدلال اور فاسد عقیدہ کو کفر تسلیم کرلیا
ہے اور رسالہ "کلام الفاضل"
میں اپنے آقا کو نظر انداز کر کے اس
ضلالت و گمراہی سے اپنی برأت کا
اعلان کیا ہے۔تاہم چونکہ عام
اسماعیلی حضرات،اپنے سرخیلِ گروہ
کی پاسداری کی بنیاد پر اپنے فاضلِ
کبیر کے قول کو باطل و مردود قرار
دیتے ہیں اور اپنے مولیٰ کے ارشاد کے
مطابق اسی قول کو مثل وحیٔ ربانی شمار

ایشان عجبی نیست کہ تجویز و وقوع آنہم
کنند۔

قولہ۔ واین احتجاج در رد ہمگی
بدعات بکار می تواں آمد الخ۔

اقول۔ ہر چند نافہمی صاحب
رسالہ ازما سبق بخوبی عیان گردید
امادراینجا یکدو قول دیگر از علماء دین
معتمدین ومستندین صاحب رسالہ باید
شنید۔

صاحب ہدایہ بعد ذکر تلبیہ مسنون
در بحث جواز زیادت تلبیہ برقدر ماثور
نوشتہ ولا ینبغی ان یخل
بشئی من ھذہ الکلمات لانہ
ھو المنقول باتفاق الرواۃ
فلا ینقص عنہ ولو زاد
فیھا جاز خلافا للشافعی

سمجھتے ہیں اس بنیاد پر کیا عجب کہ یہ
لوگ بھی اس کے وقوع کو جائز قرار
دیتے ہوں۔

قولہ۔ "یہ استدلال تمام
بدعات کے رد میں کارآمد ہے۔

اقول۔ گذشتہ بحثوں سے
صاحبِ رسالہ کی ناسمجھی بخوبی آشکارا
ہوچکی ہے۔اس جگہ دین کے کچھ
معتمد اور صاحب رسالہ کے نزدیک
بھی مستند علماء کے ایک دو فرمودات
ملاحظہ فرمائیے۔

صاحبِ ہدایہ تلبیۂ مسنونہ کا
تذکرہ کرنے کے بعد تلبیہ میں ماثور
مقدار پر زیادتی کے جواز کی بحث
میں فرماتے ہیں۔

"ان کلمات میں کچھ بھی ترک
نہیں کرنا چاہئے کیونکہ راویوں کے
اتفاق سے یہی کلمات منقول ہیں
ہاں اس میں اضافہ جائز ہے۔امام
شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔

هو اعتبره بالاذان والتشهد
من حيث انه ذكر منظوم ولنا
ان اجلاء الصحابة كابن
مسعود رضى الله عنه و ابن
عمر رضى الله عنه و ابى
هريرة رضى الله عنه زاد و ا
على الماثور لان المقصود
الثناء و اظهار العبودية فلا
يمنع من الزيادة عليه الخ

دریں مقام باید فہمید کہ اگر
استدلال صاحب رسالہ صحیح باشد الزام
تجویز نسخ امر مسنون و ماثور بلکہ نسخ
نص کتاب اللہ بر صاحب ہدایہ وسائر
ائمہ حنفیہ بلکہ بموجب روایت
صاحب ہدایہ برحضرت ابن مسعود
و ابن عمر و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم نیز حسب قول صاحب رسالہ
می توان نمود۔

و نیز صاحب ہدایہ در انچہ
مقصود از ان مطلق ثناء معبود

منظوم ذکر ہونے کی حیثیت سے
انہوں نے اذان و تشہد پر اس کا
قیاس کیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے
کہ حضرت ابن مسعود، ابن عمر اور
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر
صحابۂ کرام نے مقدار، ماثور پر
اضافہ فرمایا ہے اور اس لئے بھی کہ
مقصود ثناء اور بندگی کا اظہار ہے اس
لئے زیادتی سے روکا نہیں جائے گا۔

اس مقام پر یہ بات سمجھنے کی
ہے کہ اگر صاحبِ رسالہ کا استدلال
صحیح ہو تو امر مسنون و ماثور کے نسخ کا
الزام بلکہ نصِ کتاب اللہ کے نسخ کا
الزام صاحب ہدایہ اور تمام ائمۂ
احناف بلکہ صاحبِ ہدایہ کی روایت
کے مطابق حضرت ابن مسعود و ابن
عمر و ابوھریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر
عائد ہوگا۔

نیز صاحب ہدایہ نے اُس امر
میں جس سے معبود کی مطلق ثناء

بود زیادت بر قدر ماثور تجویز فرمود پس
بر اظہار و اعلان عقد مجالس ذکر
آنحضرت و استحباب ادائے شکر نعمت
ولادت باسعادت کہ مقصود ائمہ دین و
عامہ مسلمین از ان ثناء و تعظیم و رفعت
ذکر و تکریم آنحضرت ﷺ است و ہیچ
گونہ مزاحم و رافع امور محدودہ حضرت
شارع نیست بلکہ داخل افرادِ توقیر
و مندرج دراں اصل عام ست اگر
بالفرض لفظ زیادت صادق نیز آید تاہم
بموجب قول صاحب ہدایہ از ہیچو
زیادت منع نمودن نمی شاید۔

و در درمختار در بحث خواندن
درود شریف در فصل صفۃ الصلوٰۃ
گفتہ و ندب السیادة لان
زیادة الاخبار بالواقع

مقصود ہو قدرِ ماثور پر زیادتی جائز
قرار دی ہے۔ پھر حضور ﷺ کے
ذکر کی محفلوں کا انعقاد، اعلان،
اظہار اور ولادتِ باسعادت کی نعمت
پر ادائے شکر کا استحباب۔ جن سے
ائمۂ دین و عامۃ المسلمین کا مقصود
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و
تکریم ثناء و رفعتِ ذکر ہے۔
جو شارع کے امور محدودہ میں سے
کسی امر کا رافع و مزاحم نہیں ہے بلکہ
توقیر کے افراد میں داخل اور اصلِ
عام میں مندرج ہے اگر بالفرض لفظ
زیادت اس پر صادق بھی آتا ہو تاہم
صاحبِ ہدایہ کے فرمان کے بموجب
اس طرح کی زیادتی سے منع نہیں کرنا
چاہئے۔

درمختار کی فصل صفۃ الصلوٰۃ
کے اندر درود شریف پڑھنے کی بحث
میں فرمایا:
''اسم رسالت سے پہلے ''سیدنا
کہنا مستحب ہے کیونکہ خبر واقعی کی

عین سلوك الادب فهو افضل
من ترکه ذکره الرملی الشافعی
وغیره الخ۔

درغنیة المستملی گفته و ان زاد
فی دعاء الاستفتاح بعد قوله و
تعالیٰ جدك لفظ و جل ثناء ك
لا یمنع من الزیادة و ان سکت
لا یؤمر به لانه لم یذکر فی
الاحادیث المشهورة الخ۔

بالجملہ ایں احتجاج فاسد مخالف
تحقیق محققین بکارنمی تو ان آمد و
زیادت احکام ثابتہ ازسنت برکتاب
اللہ وزیادت احکام مجتہدین برکتاب
وسنت وزیادت ائمۂ دین و علماء
کاملین بر زمانہ تا قیامت داخل نسخ
بالزیادت نیست بلکہ اجراء احکام
عمومات کتاب اللہ برافراد خاصہ

زیادتی عین ادب کی روش ہے اس
لئے اس کا ذکر ترک سے افضل ہے،
اس کا تذکرہ رملی شافعی وغیرہ نے کیا
ہے۔“

اگر کسی نے ثناء میں ”و تعالیٰ
جدّك “ کے بعد ”وجل ثنائک“ کا
اضافہ کردیا تو زیادتی سے منع نہیں کیا
جائے گا اور اگر چپ رہے تو اس کا
حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ احادیث
مشہورہ میں اس کا تذکرہ نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ محققین کی
تحقیق کے خلاف صاحبِ رسالہ کا
فاسد استدلال کارآمد نہیں ہے۔
حدیث سے ثابت احکام کی زیادتی
کتاب اللہ پر، مجتہدین کے احکام کی
زیادتی کتاب و سنت پر اور صبح
قیامت تک کے ائمۂ دین اور علماء
کاملین کی زیادتی نسخ بالزیادت میں
داخل نہیں ہے۔ بلکہ کتاب اللہ کے
عموم میں داخل احکام کا خاص افراد

وتفصیل مجملات آنست۔

امام شعرانی مستند صاحب رسالہ
درمیزان گفتہ۔

فان قلت فما دلیل
المجتهدین فی زیادتهم
الاحکام التی استنبطوها
علی صریح الکتاب و السنة
وهلا کانوا وقفوا علی حد
ما ورد صریحا فقط ولم
یزیدوا علی ذلك شیئاً
لحدیث ما ترکت شیئاً
یقربکم الی الله الا وقد
امرتکم به ولا شیئاً یبعدکم
عن اللّٰه الا وقد نهیتکم عنه
فالجواب دلیلهم فی ذلك
الاتباع لرسول الله صلی
الله علیه وسلم فی تنیینه
ما اجمل فی القرآن مع
قوله تعالیٰ ما فرطنا فی
الکتاب من شیٔ

پر حمل اور کتاب اللہ کے مجملات کی
تفصیل ہے۔

صاحب رسالہ کے بھی مستند
امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں۔

”اگر آپ اعتراض کریں کہ
مجتہدین نے کس دلیل سے صریح
کتاب و سنت پر زائد احکام کا
استنباط کیا ہے؟ جو احکام صراحۃً وارد
ہیں اسی حد پر رُک جاتے اور اُن پر
کچھ بھی اضافہ نہ کرتے۔ کیوں کہ
سرکار کا فرمان ہے کہ میں نے تمہیں
ہر اس چیز کا حکم دیدیا ہے جو تمہیں
خدا سے قریب کردے اور ہر اس چیز
سے روک دیا ہے جو تمہیں خدا سے
دور کردے۔ جواب میں ان کی یہ
دلیل ہے کہ اس سلسلہ میں ہم رسول
اللہ ﷺ کے پیروکار ہیں کہ
انہوں نے اللہ رب العزت کے اس
فرمان کے باوجود کہ ہم نے کتاب
میں کچھ بھی اٹھا نہیں رکھا ہے۔

فانه لو لا بین لنا كیفیة الطهارة والصلوٰة والحج وغیر ذالك ما اهتدیٰ احد من الامة لمعرفة استخراج ذلك من القرآن ولا كنا نعرف عدد ركعات الفرائض والنوافل ولا غیر ذلك فكما ان الشارع بین لنا بسنته ما اجمل فی القرآن فكذلك الائمة المجتهدون بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریعة ولو لا بیانهم لنا ذلك لبقیت الشریعة علی اجمالها وهكذا القول فی اهل كل دور بالنسبة للدور الذی قبلهم الی یوم القیامة الخ۔

قرآن مجید کے مجملات کا بیان فرمایا ہے ۔ اگر وہ ہمارے لئے طہارت، نماز اور حج وغیرہ کی کیفیت نہ بیان کرتے تو امت کا کوئی فرد قرآن سے ان کے استخراج کی معرفت تک راہ نہ پاتا ہم فرائض و نوافل کی تعداد رکعات وغیرہ سے ناآشنا ہوتے ۔ تو جس طرح شارع علیہ السلام نے اپنی سنت سے ہمارے لئے قرآن کے اجمال کو بیاں فرمایا ہے اسی طرح ائمۂ مجتہدین نے ہمارے لئے احادیثِ شریفہ کے مجملات کا بیان فرمایا ہے اگر ان کا بیان نہ ہوتا تو شریعت اپنے اجمال پر رہ جاتی ۔ اور قیامت تک آنے والے ہر دور والوں کی اپنے اسلاف کی بہ نسبت اسی طرح کی گفتگو ہوگی الخ۔

قولہ - چنانچہ حضرت مجدد و صاحب مجالس الابرار الیٰ آخرہ ۔

قولہ - جیسا کہ حضرت مجدد وصاحب مجالس الابرار میں الخ۔

اقول حضرت مجدد خود امور مخصوصه زائده غیر ثابته از کتاب و سنت را تجویز و استحسان نموده اند بلکه کمال تاکید و نهایت اصرار بر مداومت و اعلان آنها فرموده اند از انجمله است ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ در خطبه که حضرت ممدوح در مکاتیب خود آنرا داخل شعائر ساخته اند و در حق تارک آن به تحریر ایں کلمه پرداخته اند که ترک نکند آنرا بعمد مگر کسی که دلش مریض و باطنش خبیث باشد اگر صاحب رساله را عقلی و فکری باشد ببیند که دلیلش بر تقدیر تمامیت بر حضرت شیخ هم بعینه اعاده می تواں نمود۔

اقول - حضرت مجدد نے خود ان امور مخصوصہ کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے جو کتاب و سنت سے زائد ہیں اُن سے ثابت نہیں ۔ نہ صرف جائز و مستحسن بلکہ اس کی مداومت اور اعلان پر کمالِ تاکید اور انتہائی اصرار فرمایا ہے ۔ اُن امور میں ایک امر خطبہ میں حضرت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر ہے کہ حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں اسے شعائر میں داخل کیا ہے اور اس کے تارک کے حق میں یہ تک لکھ دیا ہے کہ ”جان بوجھ کر وہی ترک کر سکتا ہے جس کا دل مریض اور باطن خبیث ہو“ اگر صاحب رسالہ کو کچھ بھی عقل و فہم ہو تو دیکھ لے کہ اگر اس کی دلیل بالفرض تام ہو تو اس کا بعینہٖ اعادہ حضرت شیخ پر کیا جا سکتا ہے۔

که باری تعالیٰ از عبادات و اعتقادات آنچه برائے عباد

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جن عقائد اور

خود کافی دانست مشروع نمود و دین
ایشان کامل کرد چنانکہ در قرآن ست
کہ اکملت لکم الآیۃ پس برین
تقدیر اگر ذکر خلفاء راشدین ہم در
خصوص خطبہ نماز جمعہ و عیدین از
امور دین می بود البتہ حق تعالیٰ آنرا
مشروع میفرمود چہ جائے آنکہ از
شعائر باشد و حق تعالیٰ از مشروعیت
آں خبر ندہد و چوں شارع ازان بحث
نکرد معلوم شد کہ احداث آں
زیادت برنص کتاب اللہ است و
زیادت برنص نسخ ست کما تقرر فی
موضعہ و اگرایں زیادت رامعین
داریم لازم آید عدم صدق حق تعالیٰ و
ھذا خلف پس ثابت شد کہ ایں عمل

عبادات کو کافی جانا انہیں مشروع کر
دیا اور ان کے دین کو کامل کر دیا
قرآن میں ہے "الیوم اکملت
لکم دینکم" آج میں نے
تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ تو
اس تقدیر پر خطبۂ نماز جمعہ و عیدین
کے خصوص میں، خلفاء راشدین کا
ذکر امر دینی ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ
اسے مشروع قرار دیتا چہ جائیکہ وہ
شعائر سے ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی
مشروعیت کی خبر نہ دے۔ اور جب
حضرت شارع علیہ السلام نے اس
سے بحث نہ کی تو معلوم ہوا کہ اس کی
ایجاد کتاب اللہ کے نص پر زیادتی
ہے اور نص پر زیادتی نسخ ہے۔ جیسا
کہ اپنی جگہ یہ ثابت ہے۔
اور اگر اس زیادتی کو معین
رکھیں تو اُس سے حق تعالیٰ شانہ کے
لئے عدم صدق لازم آئے گا وھذا
خلف۔ پس ثابت ہوا کہ یہ عمل

محدث ست وسندش از کتاب اللہ
ثابت نیست۔
برارباب انصاف مخفی نیست کہ
اگر دلیل صاحب رسالہ تمام ست کلام
حضرت شیخ مورد ایراد و ملام ست و اگر
کلام حضرت شیخ حق و درست و صحیح
است احتجاج صاحب رسالہ مردود و
باطل و قبیح است واز ہمیں جا اکثر دلائل
مردود شدند و اگر آں دلائل مقبول باشند
کلام حضرت شیخ مردود میگردد۔
مثلا می توان گفت در خطبہ نماز
التزام ذکر خلفاء کبار و اہتمام ایں
کار از حضرت سید ابرار ﷺ ماثور
نیست لا قولا و لا فعلا وکفی
بھذا منعا و نیز می توان گفت کہ
التزام ایں عمل و اہتمام آں از عموم
اصحاب کبار و اہلبیت اطہار

یعنی خطبہ میں ذکر خلفاء راشدین
بدعت ہے اور اس کی سند کتاب اللہ
سے ثابت نہیں ہے۔
اربابِ انصاف پر یہ مخفی
نہیں کہ اگر صاحبِ رسالہ کی دلیل
صحیح و تام ہے تو پھر حضرت مجدد کا
کلام قابلِ اعتراض و ملامت ہے
اور اگر حضرت مجدد کا کلام حق و
درست اور صحیح ہے۔ تو پھر صاحب
رسالہ کی دلیل مردود باطل و قبیح ہے۔
اور یہیں سے صاحب رسالہ کے اکثر
دلائل مردود و باطل ہو گئے اس لئے
کہ اگر وہ دلائل قابل قبول ہو گئے تو
حضرت شیخ کا کلام مردود ہو جائے گا۔
مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ خطبۂ
نماز میں خلفائے کبار کے ذکر کا التزام وا
ہتمام سید ابرار ﷺ سے قولاً یا فعلاً
منقول نہیں ہے۔ منع کیلئے یہی کافی
ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس
عمل کا التزام واہتمام عام صحابۂ کرام
اور اہل بیت اطہار سے منقول
نہیں ہے ۔ جبکہ یہ حضرات

منقول نہ شدہ با آنکہ ایں حضرات در
غلبہ محبت و عقیدت خلفاء راشدین
اقدم تمام امت اند و ایں خالی نیست
از چند حالات یا خطبہ در ایام سعادت
فرجام ایشان نہ بود یا ادخال امری غیر
مسنون و مشروع را در عین خطبہ کہ
بہیئت خاصہ از کتاب و سنت ثابت
نیست از دین نشمردند یا از مثوبت و
برکت و خوبی ایں ذکر نادان بودند و
بعد بطلان الشقوق الآخر نماند مگر
استنکراہ شان از احداث عمل و زیادت
امری در خطبۂ ماثورہ۔

و اگر کسی بر اثبات اہتمام ایں
امر از کدامی صحابی ہمت برگمارد دریں
مبحث دو امر حسب تصریحات طائفہ
پیش نظر دارد۔

اولاً آنکہ اثبات دعوی از

خلفاء راشدین سے، غلبۂ عقیدت و
محبت میں تمام امت سے آگے ہیں۔
اور یہ چند حالات سے خالی نہیں۔ یا
تو خطبہ ان کے ایام سعادت فرجام
میں نہیں تھا۔ یا عین خطبہ میں کسی
ایسے غیر مشروع و غیر مسنون امر کو
دین نہیں سمجھتے تھے جو اپنی خاص
ہیئت کے ساتھ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہے۔ یا پھر اس ذکر کی
خوبی اور ثواب و برکت سے ناواقف
تھے سارے شقوق کے بطلان کے
بعد یہی صورت بچی کہ وہ حضرات
خطبۂ ماثورہ میں کسی عمل کی ایجاد اور
کسی امر کی زیادتی کو مکروہ سمجھتے تھے۔

اور اگر کوئی شخص کسی صحابی
سے اس امر کے اہتمام کے اثبات
کی ہمت کرتا ہے تو اس بحث میں
اپنے گروہ کی تصریحات کے مطابق
دو باتیں پیش نظر رکھے۔

اولاً ۔ سند متصل کے ساتھ

صحاح بسند متصل سازد۔

دیگر آنکہ بہ نقل التزام ایں عمل
محدث در عین خطبہ عیدین و جمعہ از جمیع
اصحاب و اہلبیت لا اقل اکثر شان با
نقل سکون باقین بلا نکیر احدی پردازد
وبدون ایں ہر دو امر اسماعیلیہ را نجات
نیست۔

ونیز می تواں گفت کہ عملی کہ فی نفسہ
مستحسن باشد اما فعلش از اں سرور ماثور
نباشد ترک آں در حق عین امت اتباع
ست و فعل آں موجب مواخذۂ خدا۔

نیز می تواں گفت کہ اگر ایں
زیادت در خطبہ نماز عید و جمعہ بر قدر
مروی و ماثور مسنون جائز ہم باشد
لکن لما واظب الناس علیہ

صحاح سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔

ثانیاً ۔ عین خطبۂ جمعہ و
عیدین میں اس نو ایجاد عمل کی نقل،
تمام اہل بیت، یا کم از کم اکثر
اصحاب و اکثر اہل بیت سے کرے
اور اس کے ساتھ ساتھ کسی کے انکار
کے بغیر باقی تمام حضرات کا سکوت
بھی نقل کرے۔

ان دونوں باتوں کے بغیر اسماعیلیہ کو
نجات نہیں۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو عمل فی
نفسہ مستحسن ہو لیکن اس کا کرنا حضور
ﷺ سے ماثور نہ ہو اس کا ترک کرنا
امت کے حق میں عین اتباع ہے اور
اس کا کرنا باعثِ مؤاخذہ پروردگار ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر
یہ زیادتی عیدین و جمعہ کے خطبہ میں،
مروی، ماثور اور مسنون مقدار پر جائز
بھی ہو لیکن جب لوگوں نے اس پر
مداومت کی اور اسے طریق لازم

واعتقدوه طريقة لا زمة
بحيث لا يجترون بتركه
ويطعنون على من اسقط
هذا الذكر مرة فى خطبة
حتى وصل الينا من بعض
من اشتهر بالعلم انه قال هو
من الشعائر فليحكم
بالكراهة والمنع ۔

وای بر تحقیق صاحب رسالہ کہ
باوجود یکہ از کلام او ظاہر ست ایں کہ
علماء دین تا ہزار سال بر پئے تحقیق جمود
نمودہ درداء عضال گرفتار ماندہ
بودند ہمیں تنہا حضرت مجدد در ہزار
دوم بشناعت اقوال شان ملہم شدہ
تحقیق امر حق نمودند معہذا
بموجب دلائل خود ہمان حضرت مجدد
راہم دردام تجویز نسخ کتاب اللہ و

ہونے کا اعتقاد کرلیا۔ اسطرح کہ
اس کے ترک کی اجازت نہیں دیتے
اور جو کسی خطبہ میں ایک بار بھی اسے
چھوڑے تو اسے مطعون کرتے ہیں
یہانتک کہ بعض مشہور علمی شخصیت
کے بارے میں ہمیں پتہ چلا ہے کہ
انہوں نے اس کے شعائر ہونے کا
قول کیا ہے اس لئے اس پر ممانعت
وکراہت کا حکم لگایا جائے گا۔

افسوس صاحب رسالہ کی
تحقیق پر کہ اس کے کلام سے یہ ظاہر
ہو جانے کے باوجود کہ علماء دین
ہزار سال تک ایک تحقیق کے پیچھے
جمود کا شکار اور لا علاج مرض میں
گرفتار رہے ۔ ہزار دوم میں تنہا
حضرت مجدد پر ان کے اقوال کی
شناعت کا الہام ہوا اور امر حق کی
تحقیق فرمائی اس کے باوجود صاحب
رسالہ، خود اپنے دلائل سے ، انہی
حضرت مجدد کو کتاب اللہ کے نسخ کے

شناعت استحسان امر محدث و بدعت
گرفتار می ساز دو باز برائے مغالطہ
عوام بذکر و مدح حضرت مجدد می پردازد۔

مقتضائے ایماں و انصاف آں
بود کہ اگر صاحب رسالہ را بحسب ظاہر
چیزے مخالفِ تحقیق سلف در کلام
حضرت مجدد بنظر رسیدہ واز حملش برنا
فہمی خود کبر و رعونت مانع گردیدہ تاویل
کلام میساخت یا بہ حمل بر سہوی
پرداخت آخر مجتہدین ہم سہو خطا
نمودہ اند کہ ایں ہمہ از الزام تضلیل
ائمہ دین از عہد صحابہ و تابعین
تا اکابر و پیشوایان حضرت مجدد و
دیگر فقہاء و محدثین والزام تہمت
تجویز نسخ قرآن باں پیشوایان
اخف واہون بود۔

دامِ تجویز اور امر محدث و بدعت کے
استحسان کی شناعت میں گرفتار کر رہا
ہے اور پھر عوام کو مغالطہ دینے کے
لئے حضرت مجدد کی تعریف اور ان کا
تذکرہ بھی۔

ایمان وانصاف کا تقاضہ تو
یہ تھا کہ اگر حضرت مجدد کے کلام میں
بہ ظاہر سلف کی تحقیق کے خلاف کسی
بات پر صاحب رسالہ کی نظر پڑی تھی
اور اسے اپنی ناسمجھی پر محمول کرنے
میں کبر و رعونت مانع تو کلام کی
تاویل کرتا یا سہو پر محمول کرتا آخر
مجتہدین سے بھی تو سہو وخطا کا صدور
ہوا ہے یہ ساری باتیں عہد صحابہ و
تابعین سے لیکر حضرت مجدد کے
پیشواؤں اور اکابر تک کے ائمۂ دین
پر گمراہ گری کا الزام لگانے اور ان
مقتداؤں پر نسخ قرآن کی تجویز کی
تہمت رکھنے سے تو بہت آسان تھیں۔

اگر خصوص ذکر پیشوایان طریقه
حضرت مجدد کنم دفتر ضخیم میگردد بنا بر
اختصار رساله بر یک سند کفایت میکنم۔
حضرت خواجه محمد شریف حسینی
نقشبندی از اجله خلفائے حضرت خواجه
عزیزان صدیقیؒ در کتاب حجة الذاکرین
از رساله حضرت قطب الوقت قیوم
سبحانی جناب خواجه محمد پارسا نقشبندی
که از اکابر علماء دین وفقهاء ومحدثین و
از اجلهٔ خلفاء نامدار حضرت خواجه
بهاؤالدین بوده اند نقل آورده۔
قال رضی اللہ عنہ بدان اید ك الله
سبحانه بتوفیقه و یسر
علیك بفضله

اگر خاص حضرت مجدد کے
پیشوایانِ طریقت کا تذکرہ کروں تو
ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے اختصار
رسالہ کے پیش نظر صرف ایک سند پر
اکتفاء کر رہا ہوں۔
حضرت خواجہ بہاء الدین
نقشبندی علیہ الرحمہ کے جلیل القدر
اور نامور خلیفہ اور اکابر علماء دین و
فقہاء ومحدثین میں سے ایک، قطب
الوقت قیوم سبحانی حضرتِ خواجہ
محمد پارسا نقشبندی کے رسالہ سے۔
حضرت خواجہ عزیزان صدیقی کے
جلیل الشان خلیفہ حضرت خواجہ محمد
شریف حسینی نقشبندی نے اپنی کتاب
"حجۃ الذاکرین" میں نقل فرمایا ہے۔
"قال رضی اللہ عنہ۔ اللہ
سبحانہٗ اپنی توفیق سے تمہاری مدد
فرمائے اور تمہارے لئے اپنے فضل
سے راہ سلوک آسان کرے تم جان
لو کہ عہد صحابہ وتابعین سے لیکر آج

سلوك طريقه که بدعت حسنه که
موافق اصول شریعت مطهره بود
و متضمن مصالح دینیه باشد و منافی و
مزاحم سنتے نه باشد و از مستحسنات
علمائے دین وکبراء اہل یقین روح الله
ارواحهم بود درمیان امت که خیر الامم
اندزادها الله شرفا سلفا وخلفا بسیار ست
و اکثر من ان یحصی من عهد
الصحابة والتابعين الى يومنا هذا
الى آخره انتهى بكلماته الطيبة ۔
این ست حال حواله حضرت مجدد
وقس على ذلك حال اقوال
صاحب مجالس الابرار و
انظر بعين الانصاف ولاتكن
من المستسعفين الاشرار ۔
قولہ۔ دلیل دوم آنکه عمل مولد
از صاحب مولد علیه الصلوٰة والسلام
ماثور نه شده لا قولا ولا فعلا وکفی بهذا
منعا پس لامحاله بدعت ست الیٰ آخره۔
اقول اولاً که مجرد عدم

تک اس امت خیر الامم۔ زادہ اللہ
شرفاً سلفاً وخلفاً۔ کے درمیان وہ
بدعات حسنہ ان گنت ہیں جو
شریعت مطہرہ کے اصول کے موافق
دینی مصلحتوں پر مشتمل، کسی بھی سنت
کے نہ تو منافی نہ مزاحم اور علماء دین و
کبرائے اہل یقین روّح اللہ
ارواحھم کے مستحسنات میں داخل
ہیں انتھی کلماتہا لطیبہ۔
یہ ہے حضرت مجدد کے حوالہ کا
حال۔ اسی پر صاحب مجالس الابرار
کا قیاس کر لیجئے اور انصاف کی نظر
سے دیکھئے، شریر اور بے راہ رومت
بنئے۔
قولہ۔ دوسری دلیل یہ
ہے کہ عمل میلاد صاحب میلاد علیہ
الصلوٰۃ والسلام سے نہ قولاً منقول
ہے نہ فعلاً اور منع کے لئے اتنا ہی
کافی ہے پس وہ یقیناً بدعت ہے الخ
اقول۔ اولاً۔ حضور اکرم

ماثوریت از قول وفعل آنحضرت دلیل
ممانعت شدن نمی تواند کہ قطع نظر
ﷺ از تحقیقات محققین اہل سنت
بچند وجوہ مخالف تقریرات پریشان
صاحب رسالہ ہم ست۔

باری مستحسنات صحابہ و تابعین و
تبع تابعین کہ آنحضرات باوجود اطلاق
بدعت و محدث بودن و اقرار عدم
ماثوریت از آنحضرات استحسا ن
فرمودہ اند کہ بحسب ظاہر نزد صاحب
رسالہ ہم داخل ممنوعات و ضلالت
نہ باشند حالانکہ بر تقدیر تمامیت
این دلیل ہمیں استدلال بر ممانعت
آں مستحسنات ہم جاری می توان
نمود اولاً مجرد عدم ماثوریت از
سنت برائے ممانعت کافی نخواہد بود۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے
محض ماثور نہ ہونا، ممانعت کی دلیل
نہیں بن سکتا۔ محققین اہل سنت کی
تحقیقات سے قطع نظر کرتے ہوئے
کئی طرح سے خود صاحب رسالہ کی
تقریر پریشاں کے بھی یہ خلاف
ہے۔

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین
کے وہ مستحسنات جن پر انہوں نے
بدعت ومحدث کا اطلاق کرنے کے
باوجود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
ان کے ماثور نہ ہونے کا اقرار کرنے
کے باوجود استحسان کا حکم لگایا ہے
باعتبار ظاہر صاحبِ رسالہ کے
نزدیک بھی وہ مستحسنات ممنوعات و
ضلالت میں داخل نہیں ہیں۔
حالانکہ اس دلیل کی تمامیت کی تقدیر
پر یہی استدلال ان مستحسنات کی
ممانعت پر بھی جاری کیا جاسکتا ہے۔
ورنہ محض سنت سے عدم ماثوریت
ممانعت کے لئے کافی نہیں۔

وثانیاً اگر مرادش از اثبات ممانعت
واطلاق بدعت ایں ست کہ استحباب
اعادۂ شکر نعمت بانواع عبادات و
اعتقاد فضل ایام ولادت از قول
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ اشارۃً
ثابت است نہ صراحۃً و سندش نہ
ظاہر ست نہ خفی نہ ملفوظ نہ مستنبط وادلہ
عامہ شریعت شہادت آں نمی دہد پس
اطلاق بدعت بدیں معنی بریں عمل قولی
ست کہ بطلانش قطع نظر از تحقیق دیگر
محققین خود از قول علامہ ابن حاج
مستند صاحب رسالہ کہ ایشان را از
اجلہ ائمہ امت و محققین کتاب وسنت
می شمارد ظاہر و باہر است کہ عبارتش بعد
ازیں بنقل خواہد رسید پس ادعاء نفی
ثبوت حجت از سنت مرتفع گردید۔

ثانیاً۔ اگر ممانعت کے اثبات اور
بدعت کے اطلاق سے صاحب
رسالہ کی مراد یہ ہے کہ طرح طرح
کی عبادتوں کے ذریعہ اعادۂ شکر
نعمت کا استحباب اور ایام ولادت کی
فضیلت کا اعتقاد حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے فرمان سے نہ اشارۃً ثابت
ہے نہ صراحۃً، اس کی سند نہ ظاہر ہے
نہ خفی نہ ملفوظ نہ مستنبط اور شریعت
کے عام دلائل اس کی شہادت نہیں
دیتے تو اس معنی کی رو سے اس عمل
پر بدعت کا اطلاق ایسا قول ہے جس
کا بطلان دیگر محققین کی تحقیق سے
قطع نظر خود علامہ ابن حاج کے قول
سے ظاہر و باہر ہے جنھیں صاحب
رسالہ خود اجلۂ ائمہ امت و محققین
کتاب وسنت میں شمار کرتا ہے اور
اپنا مستند سمجھتا ہے جن کی عبارت
آئندہ وہ نقل کرے گا۔

اگر گوئی کہ ہر گاہ آں تعریف
بدعت بریں عمل صادق نیست پس
بعض از ائمہ دین کہ باوجود استحسان آں
اطلاق بدعت نمودہ اند محملش چیست۔

گویم از تعدد اصطلاحات و
اختلاف عرف ومجازات مانع کیست
عن ابن عمر رضی اللہ عنہ
انہ قال فی صلوٰۃ الضحیٰ
انھا بدعۃ و نعمت البدعۃ الخ۔

قولہٗ دلیل سیوم ایں عمل از فعل
اصحاب کبار و اہل بیت اطہار منقول
نشدہ الخ۔

اقول اولاً ایں استدلال تمام
نیست چہ اکابر ائمہ دین از فقہا و
محدثین مستندین صاحب رسالہ در

اگر آپ کہیں کہ بدعت کی
وہ تعریف، جب اس عمل پر صادق
نہیں ہے پھر بعض ائمہ دین نے
مستحسن سمجھنے کے باوجود اس عمل پر
بدعت کا جو اطلاق کیا ہے اس کا محمل
کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ تعدد
اصطلاحات، عرف کے اختلافات اور
مجازات سے کون سی شئی مانع ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ انہوں نے چاشت کی نماز کے
بارے میں فرمایا کہ وہ بدعت ہے اور
بڑی اچھی بدعت ہے الخ۔

قولہ- تیسری دلیل یہ
ہے کہ یہ عمل اصحاب کرام واہل بیت
اطہار سے منقول نہیں ہے۔الخ

اقول-اولاً-یہ استدلال مکمل
نہیں ہے اس لئے کہ اکابر ائمہ دین
اور ان فقہاء ومحدثین نے جو
صاحبِ رسالہ کے نزدیک بھی مستند

بسیاری از مسائل استحسان مستحسنات
تحقیق فرمودہ اند باوجودیکہ بہئیت
کذائیہ منقول از اصحاب کبار واہلبیت
اطہار نبودہ اند کہ خود آں ایمہ دین
بدان اقرار نمودہ اند از انجملہ است
استحباب ہیئت کذائیت رجعت قہقری
برائے تکریم کعبہ معظّمہ درطواف وداع۔

علامہ شامی در حاشیہ در مختار در
بحث غلاف قبر گفتہ۔

اذا قصد بہ التعظیم
فی عیون العامۃ حتیٰ لا
یحتقروا صاحب القبر و
لجلب الادب و الخشوع
للغافلین الزائرین فھو جائز
لان الاعمال بالنیات و انکان
بدعۃ فھو کقولھم بعد

ہیں مسائل استحسان میں بہت
سارے مستحسنات کی تحقیق فرمائی ہے
باوجودیکہ وہ ہیئت کذائیہ کے ساتھ
صحابہؓ کرام واہل بیت اطہار سے
منقول نہیں ہیں۔جس کا اقرار خود اُن
ائمہ کرام نے کیا ہے۔انہیں میں سے
ایک طواف وداع میں کعبہ معظّمہ کی
تعظیم وتوقیر کے لئے رجعتِ قہقریٰ
یعنی کعبہ کی طرف رخ کئے پیٹھ کے
بل لوٹنے کی ہیئت کذائیہ ہے۔

حضرت علامہ شامی نے در
مختار کے حاشیہ میں غلاف قبر کی بحث
کے تحت فرمایا:

"جب مقصود نگاہ عوام میں صاحب
قبر کی عظمت کا اظہار ہوتا کہ انہیں
حقیر نہ سمجھیں اور غافل زائرین کے
لئے خشوع و ادب حاصل ہوتو وہ
جائز ہے اس لئے کہ اعمال کا مدار
نیتوں پر ہے اگر چہ بدعت سہی وہ
ایسے ہی جیسے فقہاء نے کہا ہے کہ بعد

طواف الوداع يرجع قهقرى
حتى يخرج من المسجد
اجلالاً للبيت حتى قال فى
المنهاج انه ليس فيه سنة
مروية ولا اثر محكى وقد
فعله اصحابنا كذا فى كشف
النور الخ۔

وتحقیق این مسئلہ بہ تفصیل تمام
در شرح مناسک علی قاری باید دید
وہمچناں دیگر بسیاری از امور راہم
کہ بعد صحابہ کرام وغیرہم معتاد شدہ
اند و مزاحمت بحدود شارع ندارند
علماء دین از مستحسنات می شمارند تا آنکہ
صاحب عین العلم علی الاطلاق گفتہ۔

والاسرار بالمساعدة
فيما لم ينه عنه وصار معتادا
بعد عصرهم حسن و انكان
بدعة الخ ۔

طواف وداع بیت اللہ کی تعظیم کی
خاطر مسجد سے نکلتے تک الٹے پاؤں
چلے۔ یہاں تک کہ منہاج السالکین
میں کہا ہے کہ اس سلسلہ میں نہ تو کوئی
سنت مروی ہے نہ ہی کوئی اثر منقول
حالانکہ ہمارے اصحاب کا عمل اس پر
رہا ہے۔ کشف النور میں ایسا ہی
مذکور ہے الخ۔"

اس مسئلہ کی پوری تفصیل
کے ساتھ تحقیق، ملا علی قاری کی شرح
مناسک میں دیکھی جا سکتی ہے اور
اسی طرح بہت سے امور جو صحابۂ
کرام کے بعد رائج ہوئے ہیں اور
حدود شارع سے مزاحم نہیں، انہیں
علماء دین نے مستحسنات میں شمار کیا
ہے یہاں تک کہ صاحب عین العلم
نے علی الاطلاق ارشاد فرمایا ہے۔
ایسے غیر منہی عنہ امر میں موافقت کر
کے لوگوں کو خوش کرنا، جو عہد صحابہ
کے بعد رائج ہوا ہو۔ مستحسن ہے۔
اگرچہ بدعت ہے۔

حالا باید دریافت کہ مغالطہ
صاحب رسالہ در ینجا ہم جاری می
تواں ساخت کہ ایں عمل بطریق صحیح
مرفوع متصل از آنحضرت ﷺ ثابت
نشدہ بلکہ از عموم اصحاب و اہلبیت ہم
در صحاح بسند معتمد صحیح مروی نگردیدہ با
آنکہ آنحضرت ﷺ و جملہ اصحاب
کبار و اہلبیت اظہار در غلبہ تکریم شعائر
اللہ و تعظیم بیت اللہ اقدم تمام امت اند
و ایں از چند حال خالی نیست یا کعبہ در
ایام سعادت فرجام ایشان نبود
یا تکریم بہیئت خاصہ کذائیہ را از دین
نشمر دند یا از مثوبت و اجرایں عمل
نادان بودند الی آخر المغالطہ۔

اب دریافت کرنا چاہئے
کہ صاحب رسالہ کا مغالطہ اس جگہ
بھی جاری ہو سکتا ہے کہ یہ عمل بہ
طریق صحیح، مرفوع اور متصل حضور
ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ عام
صحابہ و اہل بیت سے صحاح میں صحیح
اور معتمد سند کے ساتھ مروی نہیں
ہے۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم و جملہ صحابۂ کرام و اہل بیت
اظہار شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر میں
تمام امت سے آگے ہیں، اور یہ چند
حال سے خالی نہیں یا تو کعبہ ان
حضرات کے مبارک زمانہ میں نہ تھا
یا اس کی تعظیم ہیئت مخصوصہ کے
ساتھ کرنے کو وہ دین نہیں سمجھتے تھے
یا اس کے اجر و ثواب سے ناواقف
تھے۔ سارے شقوق کے بطلان
کے بعد یہی صورت بچی کہ وہ
حضرات تعظیم کعبہ کے اس طریقہ کو
مکروہ سمجھتے تھے۔

بالجملہ ہمیں مغالطہ در جملہ
مستحسنات فقہاء حنفیہ و دیگر ائمہ دین
جاری می تواں کرد۔
اگر گوئی احتمال دارد کہ صاحب
رسالہ برطبق مذہب اسماعیلی ہمہ آں
ایمہ دین را از ضالین و مبتدعین بلکہ از
مشرکین می پندارد۔
گویم برین تقدیر دریں رسالہ
برائے اثبات دعاوی خود چرا از وشان
سند می آرد۔
وثانیاً میگویم کہ مجرد عدم نقل
چیزے دیگر است و نقل ترک و عدم
فعل چیزے دیگر مغالطہ صاحب
رسالہ اگر جاری تواند شد در ثانی ست
نہ در اول۔
صاحب فتح القدیر در بحث تسمیہ وضو
بعد از آنکہ عدم نقل آں در حدیث
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر

حاصل گفتگو یہ ہے کہ
مذکورہ مغالطہ فقہاء حنفیہ و دیگر ائمۂ
دین کے اکثر مستحسنات میں جاری
ہوجائے گا۔
اگر کوئی بولے کہ صاحب
رسالہ فرقۂ اسماعیلیہ وہابیہ کے
مطابق اُن تمام ائمۂ دین کو گمراہ
بدعتی بلکہ مشرک سمجھتا ہے۔ تو جواباً
عرض کروں گا کہ اس تقدیر پر اس
رسالہ میں اپنے دعوؤں کے اثبات
کی خاطر ان کو سند کیوں بناتا ہے؟
ثانیاً - عرض ہے کہ محض
فعل کا منقول نہ ہونا اور چیز ہے اور
فعل کے ترک و عدم کی نقل دوسری
چیز صاب رسالہ کا مغالطہ اگر جاری
بھی ہوسکتا ہے تو دوسرے میں نہ کہ
اول میں۔
صاحب فتح القدیر نے ،
تسمیۂ وضو کی بحث میں حضرت عثمان
غنی و حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہما کی

نمودہ در جوابات آں فرمودہ و
بالجملہ عدم النقل لا ینفی
الوجود الخ۔
پس قولِ او یا ماہ ربیع الاول
در ایام شان نبود یا ذکر ولادت و
حماید نبوی را بہ تخصیص یوم و ماہ
بہیت کذائیہ از دین نشمر وند الخ
بر تقدیری صادق می آید کہ
صاحب رسالہ ایں امر ثابت می نمود
کہ آنحضرات باذن شارع صرف در
دیگر ایام و ماہ ہا ذکر حمائد نبوی میکردند و
در ماہ و ایام ولادت بجہت عدم
اجازت شارع ترک می نمودند پس در
یں صورت گنجایش ذکر ایں امر بود کہ

حدیث میں اس کے عدم نقل کا ذکر
کرنے کے بعد اس کا جواب دیتے
ہوئے فرمایا ہے۔
الحاصل عدم نقل وجود کی نفی
نہیں کرتا۔
پس اس کا یہ قول کہ ''یا تو
ربیع الاول ان کے زمانہ میں نہ تھا یا
ذکر ولادت اور نبی کی مدح و ستائش
کو مہینہ اور دن کی تخصیص اور مخصوص
ہیئت کے ساتھ دین سے شمار نہیں
کرتے تھے الی آخرہٖ۔ اس تقدیر
پر صادق آتا جب صاحب رسالہ یہ
ثابت کردیتا کہ وہ حضرات شارع
علیہ السلام کی اجازت سے دوسرے
دنوں اور مہینوں میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے
تھے اور ولادت کے ایام اور ماہ میں
شارع علیہ السلام کی اجازت نہ
ہونے کے سبب ترک کردیتے تھے
تب اس ذکر کی گنجائش ہے کہ ان
حضرات کے ترک کا باعث اُن تین

ترک آنحضرات خالی ازیں سہ شق نبود
الخ۔ چنانکہ بعض علماء در بعض مسائل
صلوۃ گفتہ اند و چوں صاحب رسالہ
ایں امر ثابت نہ نمودہ بلکہ ائمہ دین
فضائلِ مجالس اذکار باحادیث صحیحہ و
اشتغال صحابہ اخیار بذکر حضرت سید
ابرار در ہمہ ازمان وادوار باآثار صریحہ
ثابت می نمایند پس کجا گنجایش ایں
وہم ست کہ آنحضرات دریں ایام
بجہت عدم اجازت ترک نمودہ اند۔

اما قولہ ہیئت کذائیہ متعارفہ ایں
دیار پس ایں قول ہم دلیل ممانعت نمی
تواند شد چہ ہر گاہ فضیلت اجتماع
برائے مجالس اذکار شریفہ و زیادت
فضل عبادات درازمنۂ متبرکۂ لطیفہ و
شرف ایام ولادت باسعادت جناب
رسالت مآب واستحباب اعادۂ شکر نعمت

شقوق سے خالی نہیں ہے جیسا کہ
بعض علماء نے بعض مسائل نماز میں
کہا ہے اور جب صاحبِ رسالہ اس
امر کو ثابت نہ کر سکا بلکہ ائمہ دین نے
احادیث صحیحہ سے مجالسِ ذکر کی
فضیلت اور آثار صریحہ سے ہر دور
اور ہر عہد میں سید ابرار ﷺ کے
تذکرہ میں صحابۂ کرام کی مصروفیت
ثابت فرمائی ہے۔ پھر اس کی گنجائش
کہاں رہی کہ وہ حضرات عدم
اجازت کے سبب ان ایام میں ذکرِ
فضائل رسول کو ترک کر دیتے تھے؟

رہ گئی اس دیار میں متعارف
ہیئت کذائی والی بات تو یہ بھی
ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اس
لئے کہ جب اذکار کی مجالس کے
لئے اکٹھا ہونے کی فضیلت اور لطف
و برکت کے ایام میں فضیلت
عبادت کی زیادتی، اور حضور ﷺ
کی ولادت باسعادت کے ایام کا
شرف اور رب ذو الجلال کی نعمت

رب الارباب از مضامین احادیث سید
المرسلین حسب تصریح ائمہ دین و
مستندین صاحب رسالہ ثابت
ست پس برہیئت کذائیہ یکجا نمودن
چند احسانات مشروعہ کہ شارع حکم
آنہا را مقید بقیدی و مخصوص بہیئتی و
مشروط بشرطی نفرمودہ باشد
ہیچو اعتراضات کردن ولب بہ تضلیل
اکابر دین کشودن اطلاق احکام
مطلقات شارع را نسخ نمودن ست۔

واز ہمیں جا حال فساد دلیل
چہارم ہم ظاہر گردید کہ حسب تحقیق
محققین از علمائے حنفیہ وغیرہم برائے
استحسان افراد مقیدہ مندرجہ تحت
مستحسنات عامہ شریعت کہ شارع
حکم آں علی الاطلاق فرمودہ
باشد ومقید بعدم آں قیود مخصوصہ
زائدہ نہ نمودہ باشد تنصیص بر
تخصیص از مجتہدین سابقین
ضروری نیست چنانکہ مستندین
صاحب رسالہ تصریح آں نمودہ اند
مثلاً در درمختار در بیان استحباب
صلوٰۃ برائے عموم امراض نوشتہ:

کے شکر کے اعادہ کا استحباب ائمۂ دین
و صاحب رسالہ کے مستندین کی
تصریحات کے مطابق سید المرسلین صلی
اللہ علیہ وسلم کے مضامین احادیث سے
ثابت ہے اس لئے چند ایسی مشروع
نیکیوں کے اکٹھا کرنے کی ہیئتِ کذائی
پر جن کے حکم کو شارع نے کسی قید سے
مقید یا کسی ہیئت سے خاص یا کسی شرط
سے مشروط نہیں کیا ہے اس طرح کا
اعتراض کرنا اور اکابر دین کو گمراہ قرار
دینے میں لب کھولنا شارع کے مطلق
احکام کے اطلاق کو منسوخ کرنا ہے۔

اور یہیں سے چوتھی دلیل
کے فساد کی حالت بھی ظاہر ہوگئی اس
لئے کہ محققین علماء احناف وغیرہم کی
تحقیق کے مطابق اُن افرادِ مقیدہ کے
استحسان کے لئے سابق مجتہدین کی
طرف سے تخصیص پر تنصیص
ضروری نہیں جو افراد شریعت کے ان
عام مستحسنات کے ضمن میں مندرج
ہوں جن کا حکم شارع نے علی الاطلاق
دیا ہے اور کچھ مخصوص زائد قیود کے عدم
سے مقید نہیں کیا ہے۔

مثلاً در مختار میں، عام
امراض کیلئے نماز کے استحباب کا بیان
کرتے ہوئے لکھا ہے:

و منه الدعاء برفع الطاعون و
قول ابن حجر بدعة ای حسنة
وکل طاعون و باء ولا عکس الخ۔
علامہ شامی درحاشیہ نوشتہ قوله
حسنة کذا فی النهر قلت
والبدعة تعتبر بها الاحکام
الخمسة کما اوضحناه فی
باب الامامة الخ ودرذیل قوله
کل طاعون و باء نوشتہ و هذا
بیان لدخول الطاعون فی
عموم الامراض المنصوص
علیه عندنا و ان لم ینصوا
علی الطاعون بخصوصه الخ۔

مقام استعجاب ست کہ اسماعیلیہ
برائے اثبات تضلیل ائمہ دین از

اور اسی قبیل سے طاعون دور
کرنے کی دعاء ہے اور ابن حجر کا
فرمان کہ وہ بدعت ہے یعنی بدعتِ
حسنہ ہے اور ہر طاعون وباء ہے جبکہ
ہر وباء طاعون نہیں۔
علامہ شامی نے حاشیہ پر تحریر
فرمایا ہے۔
ابن حجر کا قول حسنہ ہے'' نہر
میں ایسا ہی ہے میں کہوں گا کہ
بدعت کا اعتبار احکام خمسہ میں ہوتا
ہے جیسا کہ باب الامامت میں ہم
نے اس کی وضاحت کی ہے۔
''کل طاعون وباء'' کے ضمن
میں لکھا ہے کہ۔
''یہ بیان ہے ہمارے نزدیک
منصوص عام امراض میں طاعون
کے دخول کا اگرچہ خاص طاعون پر
ان کا نص نہیں ہے۔ الخ''
مقام حیرت ہے کہ ائمۂ دین
میں سے جو حضرات مجلس

مجوزین عمل مجلس شریف و تحریم
وممانعت محفل منیف گاہی عدمِ ذکر
استحسان آں بخصوصہ در کتاب وسنت
پیش می آرند و گاہی عدم نقل از اصحاب
و مجتہدین دلیل گمراہی مجوزین می
شمارند اما این قدر نمی فہمند کہ آخر حکم تحریم
وممانعت امرے و تفسیق و تضلیل
مجوزین آں ہم از احکام شرعیہ است
پس برائے آں دلیل خاص از کتاب و
سنت و نقل صریح از اصحاب و مجتہدین
امت چرا ضرور نیست۔

اگر بعموم و اطلاق ذم
بدعت آویزند پس باوجود
نافہمی مطلبش عموم کتاب وسنت

مولود شریف کے عمل کو جائز قرار
دینے والے ہیں ان کی گمراہی
ثابت کرنے کے لئے اور عمل میلاد کو
کا حرام وممنوع قرار دینے کی خاطر
اسماعیلی لوگ کبھی تو خصوصی طور پر
اس استحسان کا کتاب وسنت میں
مذکور نہ ہونا بیان کرتے ہیں اور کبھی
صحابۂ کرام و مجتہدین عظام سے
منقول نہ ہونا مجوزین کی گمراہی کی
دلیل بتاتے ہیں مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ
آخر کسی امر کو ممنوع وحرام قرار دینا،
اور اسے جائز سمجھنے والوں کو فاسق و
گمراہ قرار دینا بھی تو احکام شریعت
ہیں۔ پھر ان کیلئے کتاب وسنت سے
خاص دلیل اور صحابہ و مجتہدین امت
سے نقل صریح کیوں ضروری نہیں ہے؟
اور اگر اسے مذمتِ بدعت
کے اطلاق وعموم سے جوڑیں تو اس
کے باوجود کہ انہوں نے اس کا
مطلب نہیں سمجھا، کتاب وسنت کا وہ

در خوبی تکریم آنحضرت و اطلاق حسن
مجالس اذکار و توقیر حضرت سید ابرار
چرا برائے مجوزین ایں عمل کہ ہیچگونہ
مزاحم شریعت نیست دلیل استحسان
آں نخواہد گردید و اگر خود را مجتہد قرار
دادہ و باوجود عدم نقل از مجتہدین
سابقین در تحریم ایں عمل قیاس مع
الفارق بر مسائل صلوٰۃ وغیرہ نمودہ
آبروئے اجتہاد ریزند پس استحسان
محققین حنفیہ و شافعیہ وغیرہم را از
فقہاء و محدثین و علماء معتمدین کہ اگرچہ
بمنصب اجتہاد استقلالی نرسیدہ اما در
اصول و فروع مذاہب خود با

عموم عمل میلاد کو جائز قرار دینے
والوں کے لئے دلیلِ استحسان کیوں
نہیں بن سکتا جو آنحضرت ﷺ کی
تکریم کی خوبی اور ان کی توقیر اور
تذکرہ کی مجلسوں کے حسن کے
بارے میں وارد ہے جبکہ یہ عمل کسی
بھی طرح شریعت سے متصادم نہیں
ہے۔

اور اگر خود کو مجتہد قرار دے
مجتہدین سابقین سے عدم نقل کے
باوجود عمل مولد کو حرام قرار دینے کے
لئے نماز وغیرہ کے مسائل پر قیاس
مع الفارق کر کے اجتہاد کی آبرو
ریزی کرے۔ پھر حنفی شافعی مسلک
سے تعلق رکھنے والے ان قابلِ اعتماد
محققین، علماء و فقہاء اور محدثین کے
استحسان کو اس عمل کے جواز کی دلیل
کیوں نہیں سمجھنا چاہیے جو اگرچہ
بطور استقلال منصبِ اجتہاد پر فائز
نہیں ہیں تاہم انہوں نے اپنے اپنے

کما ینبغی تحقیق و تدقیق نمودہ اند و در
کمالات علمیہ و عملیہ و تحقیقات دینیہ
ایں جہلاء را با وشاں نسبت یکے از
ہزار ہم نیست و در دعاوی خود باوشاں
استناد ہم میکنند چرا دلیل جواز ایں عمل
نباید فہمید۔

و اگر کسی باز بر سر سخن نرسد و سر کلام
نفہمید و از نافہمی خود استحسان مستحسنات
خاصہ و ہیئت کذائیہ و اثبات آں از
اصول عامہ مطلقہ شرعیہ را موقوف بر
منصب اجتہاد مستقل دارد تا گوش فرا
آرد کہ علماء کاملین از عہد تلامذۂ مجتہدین
تا شاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ علماء
لاحقین کہ باستحسان مستحسنات مخصوصہ
تصریح فرمودہ اند و آنہا را از اصول عامہ
مطلقہ شریعت ثابت نمودہ اند

مذاہب کے اصول و فروع میں شایان
شان تحقیق و تدقیق کی ہے جن کے
ایک فرد کے علمی و عملی کمالات اور
دینی تحقیقات کا مقابلہ ان جہلاء کے
ایک ہزار افراد نہیں کر سکتے اور اپنے
دعووں کے اثبات میں ان سے
استناد بھی کرتے ہیں۔

اور اگر اب بھی بات کی تہہ تک
کسی کی رسائی نہ ہوئی ہو اور کلام
کے اسرار و رموز سے نا آشنا ہو اور
اپنی نا سمجھی سے خاص مستحسنات اور
ہیئت کذائی کے استحسان کو اور
شریعت کے عام مطلق اصول سے
ان کے اثبات کو اجتہاد مستقل کے
منصب پر موقوف رکھتا ہو تو اسے سن
لینا چاہیے کہ تلامذۂ مجتہدین کے عہد
میں موجود علماء کاملین سے لیکر شاہ
عبد العزیز صاحب وغیرہ علماء لاحقین
تک نے مخصوص مستحسنات کی تصریح
فرمائی ہے اور انہیں شریعت کے عام

این امر را موقوف بر منصب اجتہاد استقلالی نداشتہ اند و این استحسان را اجتہادنا نگاشتہ اند۔

مولوی خرم علی در شفاء العلیل ترجمہ قول جمیل جائیکہ شاہ ولی اللہ دہلوی اوراد و اشغال و اعمال سلاسل خود نوشتہ اند و از مشائخ چشتیہ انداختن آستین در گلو وقت دعاء آوردہ انداز شاہ عبد العزیز صاحب در ترجمہ مذکورہ آوردہ۔

مولانا نے فرمایا کہ بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا حالانکہ ادعیۂ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردا یعنی چادر کا الٹنا پلٹنا نماز استسقا میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے تا حال عالم کا بدل

مطلق اصول سے ثابت کیا ہے اور اس امر کو اجتہاد مستقل کے منصب پر موقوف نہیں رکھا ہے۔

مولوی خرم علی نے ''قول جمیل'' کے ترجمہ ''شفاء العلیل'' میں اس جگہ جہاں شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے سلاسل کے اوراد، اشغال اور اعمال تحریر کرتے ہوئے مشائخ چشتیہ کا دعاء کے وقت آستین کو گردن میں ڈالنے کا ذکر کیا ہے وہیں شاہ عبد العزیز صاحب سے نقل کیا ہے۔

''مولانا نے فرمایا کہ بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا حالانکہ ادعیۂ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلبِ رداء یعنی چادر کا الٹنا پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کا بدل

جاوے تو اسی طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کی واسطے یعنی تضرّع کے لئے یا واسطے گردش حال کے حصول مقصود سے کیونکر نا جائز ہوگا الی آخرہ۔

بالجملہ کسے کہ کتب دینیہ سابقین ولاحقین دیدہ است خواہد فہمید کہ استحسان اموریکہ مندرج در مندوبات شریعت اند و بکتاب وسنت مزاحمت ندارند موقوف بر حصول اجتہاد نیست تحقیق و تدقیق اصول و فروع و ملکہ علوم دینیہ کفایت میکند کہ مجوزین این عمل را بخوبی تمام حاصل بودہ است و باوجود اینہمہ ع۔

مدعی گر نکند فہم سخن گو سر وخشت

قولہ۔ دلیل پنجم آنکہ

جاوے تو اسی طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے لئے یا واسطے گردش حال کے حصولِ مقصود سے کیونکر نا جائز ہوگا الخ''

حاصل گفتگو یہ ہے کہ جس نے بھی علماء سابقین ولاحقین کی کتابوں کو دیکھا ہے وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ان امور کا استحسان، جو مندوبات شریعت کے تحت مندرج ہیں اور کتاب وسنت سے مزاحم نہیں ہیں اجتہاد کے حصول پر موقوف نہیں بلکہ اصول وفروع کی تحقیق وتدقیق اور علوم دینیہ میں مہارتِ تامہ اس کیلئے کافی ہے۔ اور یہ صلاحیت و قابلیت عملِ میلاد کو جائز قرار دینے والوں کو بدرجۂ اتم حاصل ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے بھی

مدعی بات نہ سمجھے تو کہو سر پھوڑے۔

قولہ۔ پانچویں دلیل یہ ہیکہ

عدم نقل قول وفعل خیر البشر وصحابہ عالی
قدر یکے از دلائل وبراہین مذہب امام
ابوحنیفہ است چنانکہ در کتب معتبرہ
فقہیہ ہمچو ہدایہ وبحرائق و مستملی شرح
منیۃ المصلی وغیرہا جابجا عدم نقل را
حجت گرفتہ اند الی آخرہ۔

اقول- اگر مجرد عدم نقل مذکور
علی الاطلاق از دلائل وبراہین مذہب
امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ می بود ونحو یکہ جمیع
افراد مستحسنات علماء دین راہم باوجود عدم
مزاحمت شریعت منع می نمود لاجرم
جماعت محققین از حنفیہ حکم باستحسان
مستحسنات مخصوصہ بقصد خیر باوجود
عدم نقل مذکور نمی فرمود۔

قطع نظر از اقوال دیگر محققین
صاحب رسالہ کہ بذکر ہدایہ وبحر و مستملی

حضور ﷺ وصحابہ کرام کے قول و
فعل سے منقول نہ ہونا مذہب امام
اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے دلائل و
براہین میں سے ایک ہے جیسا کہ
کتبِ معتبرہ فقہیہ ہدایہ، بحرالرائق،
مستملی شرح منیۃ المصلی وغیرہ میں
جابجا عدم نقل کو دلیل بنایا گیا ہے۔

اقول - اگر محض مذکورہ عدم
نقل، مطلقاً مذہب امام اعظم
ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے دلائل
براہین سے اس طور پر ہوتا کہ
مستحسنات علماء دین کے سارے
افراد شریعت سے مزاحم نہ ہونے
کے باوجود ممنوع ہوتے تو مذکورہ
عدم نقل کے باوجود محققین احناف بہ
نیتِ خیر مخصوص مستحسنات کے
استحسان کا حکم نہ لگاتے۔

صاحب رسالہ کے دیگر محققین
کے فرمودات سے قطع نظر کرتے
ہوئے انہیں اصحاب ہدایہ وبحر و مستملی
کی تحقیقات پر انصاف کی نظر ڈالنی

پرداخت بنظر انصاف سوی تحقیقات
ہمیں صاحب ہدایہ و صاحب بحر و
صاحب مستملی نظر باید انداخت۔

از انجملہ آنکہ صاحب ہدایہ در
بحث تلفظ نیت فرمودہ و یحسن
ذلك لا جتماع العزيمة الى
آخرہ۔

وصاحب بحرائق در ہمیں مسئلہ
بعد از انکہ از منیہ مستحب بودن آں بر
مذہب مختار واز مجتبی تصحیح استحباب آں
واز کافی وتبیین مستحسن بودنش بقصد جمع
عزیمت واز اختیار ومحیط وبدائع سنت
بودنش واز قنیہ وفتح بدعت بودن آں
بطور اختلاف نقل نمودہ میفرماید۔

فتحرر من هذا انه بدعة
حسنة عند قصد جمع العزيمة
وقد استفاض ظهور العمل
بذلك في كثير من الاعصار
في عامة الامصار فلعل القايل
بالسنية ارادبها الطريقة

چاہیے جن کی تصنیفات کا تذکرہ خود
صاحبِ رسالہ نے کیا ہے۔

صاحب ہدایہ نیت کے تلفظ کی
بحث میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"ارادہ کو مجتمع کرنے کے لئے
نیت کا تلفظ مستحسن ہے۔"

صاحب بحر الرائق نے اسی
مسئلہ میں' منیہ سے مذہب مختار پر
اس کے استحباب، مجتبیٰ سے اس کے
استحباب کی تصحیح، کافی اور تبیین سے
عزیمت کو مجتمع کرنے کی خاطر اس کا
استحسان، اختیار محیط اور بدائع سے
اس کی سنیت اور قنیہ وفتح سے اس کا
بدعت ہونا بطور اختلاف نقل کرنے
کے بعد فرمایا ہے۔

اس سے ظاہر ہوگیا کہ عزیمت
کو مجتمع کرنا مقصود ہو تو وہ بدعت
حسنہ ہے ایک طویل زمانے سے
عام آبادیوں میں، اس پر عمل در آمد
ہوتا چلا آرہا ہے اور جو اس کی سنیت

الحسنة لا طريقة النبی صلی
الله عليه وسلم الخ ۔
و در غنیۃ المستملی بعد از انکه از
ابن ہمام لفظ بدعت آورده بطور
استدراک فرموده لکن عدم النقل
و كونه بدعة لا ینافی كونه
حسنا الخ ۔

قوله۔صلوٰۃ رغائب و
جماعت نوافل که آنرا در ماورائے
موارد ماثوره ومنقوله باوجود نظیر آں در
اصل شرع و مواقع مشخصه صرف بنا بر
عدم نقل ازاں سرور مکروه داشته ند الخ ۔

اقول۔ اولاً بطور صاحب
رساله تواں گفت که عدم نقل ازاں سرور
مستلزم ممانعت وکراہت نیست چنانچه

کا قائل ہے تو شاید اس کی مراد سنت
سے مستحسن طریقہ ہے نہ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت الخ۔
غنیۃ المستملی میں ابن ہمام سے
لفظ بدعت نقل کرنے کے بعد بطور
استدراک فرمایا۔
"غیر منقول ہونا اور بدعت
ہونا اس کے حسن ہونے کے منافی
نہیں الخ"

قولہ۔صلوٰۃ رغائب و جماعت
نوافل منقول مواقع کے ماسوا میں
صرف اس بناء پر مکروہ قرار دی گئی
ہے کہ وہ اس سرور سے منقول نہیں
ہے باوجود اس کے کہ اس کی نظیر
شریعت کی اصل میں خاص مواقع پر
موجود ہے۔

اقول ۔ اولاً صاحب رسالہ
کی طرز پر کہا جا سکتا ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہونا ممانعت و
کراہت کو مستلزم نہیں جیسا کہ

در ہمیں مستندات صاحب رسالہ از بحر
رائق و در مختار و طحطاوی و طوالع الانوار و
کافی و چلپی و مستملی وغیرہا بسیاری از
امور را باوجود عدم نقل ازاں سرور صلی
الله علیه وسلم جائز و مستحسن نگاشته اند و
آں امور غیر ماثوره ومنقوله را در مواقع
مشخصه بنا بر عدم نقل ازاں سرور مکروه نه
پنداشته اند۔

در بحر رائق گفته:

و فی التجنيس ذكر الخلفاء
الراشدين مستحسن بذلك
جری التوارث و بذكر العمين

در در مختار گفته يندب ذكر
الخلفاء الراشدين والعمين ۔
ونیز در در مختار گفته التسليم
بعد الاذان حدث فی
ربيع الآخر سنة ۷۸۱ھ فی
عشاء ليلة الاثنين

صاحب رسالہ کے انہیں مستندات
یعنی بحر الرائق، در مختار، طحطاوی،
طوالع الانوار کافی، چلپی، مستملی وغیرہ
میں بہت سارے امور کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ
ہونے کے باوجود جائز و مستحسن لکھا
گیا ہے اور ان غیر منقول امور کو
خاص موقعوں میں سرکار سے منقول
نہ ہونے کی بنیاد پر مکروہ نہیں سمجھا گیا۔

بحر رائق میں ہے:
"اور تجنیس میں ہے (خطبہ
میں) ذکر خلفاء راشدین اور ذکر
عمّینِ کریمین مستحسن ہے اسی پر عمل
ہوتا چلا آیا ہے۔

در مختار میں ہے:
"(خطبہ میں) خلفاء راشدین
اور عمّینِ کریمین کا تذکرہ مستحب ہے۔"

در مختار ہی میں ہے:
"اذان کے بعد سلام ربیع الآخر
سنہ ۷۸۱ھ میں شب دوشنبہ سے

ثم فی الجمعة وھی بدعة حسنة و ایضا فی الدر المختار قرأة الفاتحة بعد الصلوٰة جھر اللمھمات بدعة قال استاذ نا لکنھا مستحسنة للعادة والآثار و ایضاً فی الدر المختار فی مسئلة المصافحة بعد العصر و قولھم انہ بدعة ای حسنة مباحة کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ الی آخرہ ۔

وھم در درمختار گفتہ والتلفظ عند الارادة بھا مستحب و ھو المختار وقیل سنة راتبة یعنی حبة او سنة علماء نا اذلم ینقل عن المصطفی و الصحابة والتابعین

عشاء میں اور اس کے بعد پھر جمعہ میں شروع ہوا۔ یہ بدعت تو ہے لیکن بدعتِ حسنہ ہے۔ نیز درمختار میں ہے۔ اہم معاملات میں نماز کے بعد سورۂ فاتحہ کی جہراً قرأت بدعت ہے ہمارے استاذ نے فرمایا لیکن عادت وآثار کی بناء پر مستحسن ہے نیز درمختار کے اندر بعد عصر مصافحہ اور فقہاء کا اسے بدعت کہنے کے مسئلہ میں ہے کہ وہ بدعت حسنہ یعنی مباح ہے امام نووی نے اپنے اذکار میں اور غیروں نے دوسری کتابوں میں یونہی افادہ فرمایا ہے۔ الخ

درمختار میں ہی ہے:

"بوقتِ نیت اس کا تلفظ مستحب ہے یہی مذہبِ مختار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ سنتِ راتبہ یعنی پسندیدہ سنت یا ہمارے علماء کا طریقہ ہے کیونکہ مصطفیٰ جانِ رحمت، صحابۂ کرام یا تابعین سے منقول نہیں

بل قیل بدعة الخ۔

طحطاوی بعد بدعة نوشتہ لکنھا حسنة علی المعتمد لا سیئة الخ۔

ونیز در درمختار نوشتہ وجاز تحلیة المصحف لما فیہ من تعظیمہ الیٰ آخرہ ایضاً فیہ و علیٰ ھذا لا بأس بکتابة اسامی السور و عدا لآی و العلامات فھی بدعة حسنة الیٰ آخرہ۔

نیز در درمختار گفتہ ولا باس بہ عقب العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم و علیہ البلخیون ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر و بہ ناخذ بحر و مجتبی وغیرہ الخ۔

بلکہ اسے بدعت بھی کہا گیا ہے۔

طحطاوی میں بدعت کے بعد لکھا ہے:

"لیکن وہ مذہب معتمد میں بدعتِ حسنہ ہے سیئہ نہیں الخ"

نیز درمختار میں لکھا ہے:

"مصحف شریف کی تزئین بوجہِ تعظیم جائز ہے اور بناء بریں سورتوں کے نام، آیتوں کا شمار لکھنے اور وقف کی علامتیں لگانے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ سب بدعت حسنہ ہیں۔"

نیز درمختار میں کہا ہے:

"بعد عید تکبیر میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ مسلمانوں کا اس پر عمل در آمد ہے اور ان کی اتباع ضروری ہے بلخی حضرات کا یہی مذہب ہے۔ اور عوام کو (ذوالحجہ) کے عشرۂ اولیٰ میں بازاروں میں تکبیر سے نہیں روکا جائے گا۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ بحر مجتبیٰ وغیرہ" الیٰ آخرہ۔

طحطاوی در فصل جمعہ آوردہ
سئل العلامة محمد
البرهمتوشي عن حكم
الترقية فقال انها بدعة
حسنة استحسنها المسلمون
وقال صلى الله عليه وسلم ما
رآه المسلمون حسنا فهو عند
الله حسن الخ۔

بالجملہ از کتب مذکورہ و دیگر کتب
معتمدہ مشہورہ اگر شواہد ایں امر نقل
نمایم دفتر ے ضخیم میگردد پس علی
الاطلاق بحوالہ ایں کتب ادعاء نمودن
کہ بمذہب امام اعظم عدم نقل ازاں
سرور موجب ممانعت ست و براں بنا
تضلیل علماء دین کہ استحسان ایں عمل
فرمودہ اند نمودن سفاہت ست۔

علامہ طحطاوی فضیلت جمعہ میں
نقل کرتے ہیں:
علامہ بر ہمتوشی سے جھاڑ
پھونک کا حکم پوچھا گیا تو جواب دیا
کہ وہ بدعت حسنہ ہے مسلمانوں نے
اسے مستحسن سمجھا ہے اور سرکار کا فرمان
ہے کہ مسلمان جسے اچھا سمجھ لیں وہ
اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔الخ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ
کتب اور دیگر کتب معتمدہ سے اگر
اس امر کے شواہد پیش کئے جائیں تو
ضخیم دفتر تیار ہو جائے گا۔ لہٰذا ان
کتابوں کے حوالے سے علی الاطلاق
یہ دعویٰ کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے منقول نہ ہونا امام اعظم ابوحنیفہ
علیہ الرحمہ کے مذہب پر ممانعت کا
موجب ہے اور اس بنیاد پر ان علماء
دین کی تضلیل کرنا جو عملِ میلاد کے
استحسان کے قائل ہیں حماقت ہے۔

و ثانیاً صلوٰۃ رغایب وہمچناں صلوٰۃ
نصف شعبان را ہم بسیارے از محققین
دین مستندین صاحب رسالہ و امثالش
جائز بلا کراہت داشتہ اند پس باستشہاد
مکروہ نداشتن صاحب غنیۃ المستملی
وغیرہ آنرا علی الاطلاق بمذہب امام
ابوحنیفہ نسبت نمودن درست نیست۔

درعین العلم گفتہ و کل ماورد
فیہ فضیلۃ کصلوٰۃ الرغائب
ولیل النصف من شعبان
وکانو یواظبون علیھا الخ۔

وہمچناں ست در کنزل العباد وغیرہ
کتب فقہ مستندات ایں طائفہ۔

وملا علی قاری در شرح اربعین بعد
نقل قول علامہ ابن حجر نوشتہ

ثانیاً صلوٰۃ رغائب اور اسی
طرح صلوٰۃ نصف شعبان کو بہت
سارے محققانِ دین وصاحب رسالہ
کے مستندین اور ان جیسے حضرات نے
بلا کراہت جائز قرار دیا ہے۔ اس
لئے صاحب غنیۃ المستملی وغیرہ کے
مکروہ خیال کرنے کو دلیل بنا کر
علی الاطلاق اس کی نسبت مذہب
امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا
درست نہیں ہے۔

عین العلم میں ہے:
"یونہی ہر وہ نماز جس میں
فضیلت وارد ہے جیسے نماز رغائب اور
شب نصف شعبان کی نماز اور لوگوں
کی اس پر مداومت رہی ہے الخ"

ایسا ہی کنز العباد وغیرہ کتب فقہیہ
میں ہے جو اس جماعت کے مستندات ہیں۔

اور ملا علی قاری نے شرح
اربعین میں علامہ ابن حجر مکی کا قول
نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

"وفیہ ان الصلوٰۃ خیر موضوع و احیاء کل لیلۃ بالعبادۃ مشروع و اذا لم یصح حدیثھما لم یلزم عدم فعلھما نعم لا یعتقد سنیتھا مع انہ جاء فی لیلۃ شعبان قوموا لیلھا وصوموا یومھا وقد سماھا اللہ تعالیٰ فی القرآن لیلۃ مبارکۃ فھی من موسم الخیرات و منازل البرکات فصلوٰۃ مائۃ رکعۃ بای طریق لا یکون من البدع المذمومۃ مع ماورد عن ابن مسعودؓ ان مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ۔

"اس میں کلام یہ ہے کہ نماز بہترین موضوع ہے۔ اور عبادت کے لئے ہر شب بیداری مشروع ہے۔ ان کے تعلق سے حدیثوں کا درجۂ صحت تک نہ پہونچنا عدم فعل کو مستلزم نہیں ہاں ان کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہ کرے اس کے باوجود کہ شب شعبان کے بارے میں وارد ہے کہ اس کی رات میں عبادت کرو دن میں روزہ رکھو اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآن میں "لیلۃ مبارکۃ" رکھا ہے۔ یہ برکات کے نزول کا زمانہ اور نیکیوں کا موسم ہے تو سو رکعت نماز جس طرح ادا کی جائے بدعت مذمومہ نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے الخ"

ونیز ملا علی قاری در رسالہ فضائل نصف شعبان فرمودہ قلت جھالۃ بعض الرواۃ لا یقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا نکارۃ الالفاظ فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال اتفاقا مع ان نفس الصلوٰۃ النافلۃ فی تلک اللیلۃ ثابتۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطرق صحیحۃ فلا یضر ضعف بیان الکمیۃ والکیفیۃ فان الصلوٰۃ خیر موضوع و احسن مشروع عند کل مقبول و مطبوع وبھذا تبین جواز مایفعلہ الناس فی بلاد ماوراء النھر و خراسان والروم

نیز ملا علی قاری رسالہ "فضائل نصف شعبان" میں فرماتے ہیں۔

"میں عرض کروں گا بعض راویوں کا مجہول ہونا یونہی الفاظ کی غرابت حدیث کے موضوع ہونے کا مقتضی نہیں ہے اس پر ضعیف ہونے کا حکم مناسب ہے پھر فضائل اعمال میں حدیثِ ضعیف پر بالاتفاق عمل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس شب میں نفسِ نماز نفل نبی کریم ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے۔ اس لئے مقدار اور کیفیت کے بیان کا ضعف ضرر رساں نہیں ہے کیونکہ نماز ہر مقبول و معتمد کے نزدیک بہترین، حسین ترین موضوع اور مشروع ہے۔ اور اسی سے سو رکعت نماز کی ادائیگی کا جواز ثابت ہوگیا جس کی ہر رکعت میں دس بار سورۂ اخلاص ہو۔ جس پر ماوراء النہر خراسان، روم، فارس اور ہندوستان

والفرس والهند وغيرها
من مائة ركعة كل ركعة فيها
سورة الاخلاص عشر مرات
على ما ذكره صاحب القوت
والاحياء وغيرهما فانه و ان
لم يصح ولكن لا مانع من
فعله ولو على وجه الدوام نعم
اعتقاد كونه سنة غير
صحيح عند العلماء و كذا
ادائه جماعة مكروه عند
بعض الفقهاء الخ

اما ادائے نوافل بجماعت پس
آنہم علی الاطلاق کی مکروہ ممنوع
بالاجماع والاتفاق است چنانکہ مزعوم
اہل شقاق است چہ اکثر محققین بدون
تداعی جائز بلا کراہت و باتداعی مع
الکراہت نوشتہ اند و در معنی تداعی ہم در
کتب فقہیہ اختلافہا نگاشتہ اند۔

وغیرہ کے لوگ عمل پیرا ہیں۔
جیسا کہ صاحب قوت اور صاحب
احیاء نے اس کا تذکرہ کیا ہے اس
لئے کہ اگر چہ اس کا ثبوت حدیث
سے نہیں ہے۔ لیکن اس کے کرنے
سے کوئی چیز مانع نہیں اگر چہ دائمی طور پر
ہوں ہاں اس کے مسنون ہونے کا
اعتقاد علماء کے نزدیک صحیح نہیں اسی
طرح اس نماز کو باجماعت ادا کرنا بعض
فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے الخ۔

رہی نوافل کی باجماعت ادائیگی
تو وہ بھی مخالفین کے زعم کے مطابق
بالاتفاق اجماعی طور پر کب مکروہ و
ممنوع ہے؟۔ اس لئے کہ اکثر محققین
نے بغیر تداعی کے بلا کراہت اور
تداعی کے ساتھ بکراہت جائز لکھا
ہے۔ اور کتبِ فقہ میں تداعی کے
مفہوم میں بھی بہت سارے
اختلافات مرقوم ہیں۔

علامہ کفوی در طبقات حنفیہ
در ذکر امام صدر کبیر برہان الدین محمود
صاحب محیط برہانی نوشتہ۔

و فی باب الامامة من
كتاب الصلوٰة من المحيط
قال لا يكره الاقتداء بالامام
فی النوافل مطلقا نحو القدر
والرغائب وليلة النصف من
شعبان و نحو ذلك لان ماراٰه
المسلمون حسنا فهو عند الله
حسن خصوصاً اذا ستمر فی
بلاد الاسلام والامصار لان
العرف اذا استمر نزل منزلة
الاجماع و كذا العادة اذا
استمرت واشتهرت و فی اكثر
بلاد الاسلام يصلون
الرغائب مع الامام وصلوة
ليلة القدر ليالی رمضان ولم
يشتهر ان النبی عليه السلام
صلى ليلة النصف من شعبان
وليلة الرغائب والقدر و مع

علامہ کفوی طبقات حنفیہ میں،
امام صدر کبیر برہان الدین محمود،
صاحبِ محیط برہانی کے تذکرہ میں
لکھتے ہیں۔

نوافل مثلاً شبِ قدر کی، شب
رغائب کی اور شعبان کی پندرہویں
شب کی اور اُس جیسی دیگر نوافل میں
امام کی اقتداء مطلقاً مکروہ نہیں ہے
کیونکہ مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ
اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔
بالخصوص تب جب اسلامی ملکوں اور
شہروں میں رائج ہو جائے۔ کیونکہ
عرف و عادت کا استمرار و اشتہار
اجماع کے قائم مقام ہے۔ اکثر
اسلامی ممالک میں نماز رغائب اور
رمضان میں شب قدر کی نماز امام
کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بدرجۂ
شہرت نہیں پہونچی کہ انہوں نے
شعبان کی پندرہویں شب، شب

ذلك صلى المومنون مع
الجماعة فى اكثر امصار
الموحدين وبلادهم و ما رآه
المومنون حسنا فهو عند الله
حسن و فى تلك الصلوٰة مع
الجماعة مصالح و فوائد نحو
رغبات المؤمنين فى تلك
الصلوٰة و اعطاء الصدقات
من الدراهم والاطعمة
والحلاوى وغير ذلك ومنع۔
بعض الفقها ذلك لكن
افسادهم اكثر من اصلاحهم
لان فى المنع منع الصدقات و
منع رغبة الناس عن
الحضور فى الجماعات وذلك
ليس مرضيا عقلا و سمعا
ومن افتىٰ بذلك فقد اخطاء
فى دعواه الخ ملخصا۔
وبعد بيان اختلافات نوشته

رغائب اور شب قدر میں نفل
نمازیں پڑھی ہوں اس کے باوجود
مؤحدین کے اکثر ممالک اور شہروں
میں مومنوں نے جماعت کے ساتھ
نماز پڑھی ہے اور ایمان والے جسے
اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے
اور اس نماز با جماعت میں بہت
ساری مصلحتیں اور فوائد ہیں مثلاً اس
نماز میں اہل ایمان کی دلچسپی،
درہموں ، کھانوں اور مٹھائیوں
وغیرہ کا صدقہ۔
بعض فقہاء نے اس سے منع کیا
ہے لیکن ان کا افساد اصلاح سے
کہیں بڑھ کر ہے کیوں کہ اس سے
منع کرنے میں صدقات اور جماعات
میں حاضری کی رغبت سے روکنا ہے
اور یہ بات نہ عقلاً پسندیدہ ہے نہ
نقلاً ۔ جس نے اس کا فتویٰ دیا وہ
اپنے دعویٰ میں خاطی ہے۔الخ
اختلافات کے بیان کے بعد
پھر لکھا ہے۔

و رأيت فى فتاوى
الصوفية لا يكره التطوع
بالجماعة مطلقا اذا صلوا
بغير اذان ولا اقامة لعدم
التداعى حقيقة وهو الاذان
والاقامة وقد صرح فى شرح
الكافى الناصحى فى صلوة
الكسوف حيث قال انما يكره
التطوع بجماعة اذا صلوها
على وجه استدعاء الناس
اليها بجماعة كما يدعى الى
المكتوبة ولا شك ان استدعاء
الناس الى المكتوبة لا يكون
الا بالاذان قوله اذا ناديتم الى
الصلوٰة الآية والنداء ليس
الا بالاذان فكذا الاستدعاء
ذكره فى الجامع الصغير
الخانى و يؤيده مافى
الظهيرية فعلم ان التداعى
رفع الصوت بالاذان والاقامة

میں نے فتاویٰ صوفیہ میں دیکھا
کہ جماعت کے ساتھ نفل مطلقاً
مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ بغیر اذان و
اقامت کے پڑھیں ۔ کیونکہ حقیقۃً
تداعی یعنی اذان واقامت نہیں ہے
شرح کافی ناصحی میں نماز کسوف کے
بیان میں اس کی صراحت کی ہے ۔
انہوں نے کہا ہے کہ جماعت کے
ساتھ نفل اس صورت میں مکروہ ہے
جب اس کی جانب لوگوں کو بلا کر ادا
کریں ایسے جیسے فرض نمازوں کی
طرف بلایا جاتا ہے اور شک نہیں کہ
فرائض کی طرف لوگوں کا بلانا
بذریعہ اذان ہی ہوتا ہے اللہ کا
فرمان ہے نماز کے لئے جب تم
لوگوں کو پکارو، ندا اذان ہی کے ذریعہ
ہوتی ہے اس لئے تداعی بھی یونہی
ہوگی ۔اسکا تذکرہ خانی نے جامع
صغیر میں کیا اور اس کی تائید ظہیریہ
میں موجود ہے۔اور وہ یوں ہے۔
پس معلوم ہوگیا کہ تداعی
اذان واقامت کے ذریعہ آواز بلند
کرنے کا نام ہے۔

وفی السراجیة ان امامة النبی علیه السلام لیلة المعراج کانت فی النوافل وذکر المولی الفاضل یعقوب فی شرح الشرعة و اصح ما جاء من نوافل الصلوٰة التسبیح بعد نقل ما فی المقدمة من صلـوٰة الرغائب والبرائة والقدر بقی ههنا بحث مهم وهو انه هل یکره امثال تلك التطوعات بجماعة ام لا قال فی خزانة الفتاویٰ التطوع بجماعة فی غیر رمضان مکروه وقال شارح النقایة لا یکره الاقتداء بالامام فی القدر والرغائب ونصف شعبان لان مارآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن الیٰ آخره ملخصاً ۔

سراجیہ میں ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت نوافل میں تھی۔ اس کا تذکرہ مولانا، فاضل یعقوب نے شرح الشرعۃ میں کیا ہے۔ مقدمہ میں صلوٰۃ الرغائب، صلوٰۃ البرأۃ اور صلوٰۃ القدر کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ نفلی نمازوں کے تعلق سے صحیح ترین حدیث صلوٰۃ التسبیح کی ہے۔

یہاں ایک اہم بحث رہ گئی وہ یہ کہ کیا اس طرح کی نفلی نمازیں جماعت کے ساتھ مکروہ ہیں یا نہیں؟ خزانۃ الفتاویٰ میں فرمایا ہے کہ غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ نفلی نماز مکروہ ہے۔ شارح نقایہ نے فرمایا کہ شب قدر میں، شب رغائب میں اور شب برأت میں امام کی اقتداء مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ الخ

و ثالثاً قیاس مسئلہ مبحوث عنہا بر صلوٰۃ رغائب و جماعت نفل قیاس مع الفارق ست۔

صاحب فتح القدیر در بحث تلبیہ درشرح قول ہدایہ ولو زادفیها جاز خلافا للشافعی هو اعتبره بالاذان والتشهد من حیث انه ذکر منظوم ولنا ان اجلاء الصحابة کابن مسعود و ابن عمر و ابی هریرة رضی الله عنهم زادو اعلیٰ الماثور ولان المقصود الثناء واظهارا لعبودیة فلا یمنع من الزیادة علیه الخ ۔

دربیان عدم جواز قیاس زیادت تلبیہ بر قدر مسنون بر زیادت تشہد گفتہ

ثالثاً زیر بحث مسئلہ کا قیاس، نماز رغائب اور جماعت نفل پر قیاس مع الفارق ہے۔

صاحب فتح القدیر نے تلبیہ کی بحث میں قول ہدایہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

"کوئی تلبیہ میں اضافہ کر دے تو جائز ہے، امام شافعی کا اختلاف ہے انہوں نے اذان وتشہد پر اس کا قیاس کیا ہے۔ کہ وہ مرتب ذکر ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ نے مقدار منقول پر اضافہ فرمایا ہے اور اس لئے بھی کہ مقصود ثناء اور عبودیت کا اظہار ہے تو اضافہ سے روکا نہیں جائے گا الخ۔

مقدار مسنون سے تشہد میں زیادتی کا تلبیہ میں زیادتی پر قیاس جائز نہیں ہے اس کا بیان کرتے ہوئے صاحب فتح نے فرمایا ہے۔

بخلاف التشهد لانه فی
حرمة الصلوة والصلوة
تتقید بالوارد لانها لم تجعل
شرعا کحالة عدمها ولذا قلنا
یکره تکراره بعینه حتی اذا
کان التشهد الثانی قلنا لا
یکره الزیادة لانه اطلق فیه
من قبل الشارع نظراً الی
فراغ اعمالها الخ ۔

پس اگر عدم نقل جماعت در نماز
نفل دلیل اقتصار بر افراد و کراہت
جماعت بجہت لزوم تغییر عادت مستمرہ
شارع قرار دادہ آید کہ حضرت
شارع در فرائض جماعت بہ تداعی
مقرر فرمودہ و در نفل صلوٰۃ افراد
مقرر نمودہ اند یا بجہت عدم نقل
کدامی ہیئت خاصہ در عین نماز

تشہد کے برخلاف کہ وہ حرمتِ نماز
کے اندر ہے اور نماز اپنے اندر وارد
امر سے مقید ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شرعاً
نماز کے وجود و عدم کی حالت یکساں
نہیں ہے۔ اور اسی لئے ہمارا قول
ہے کہ بعینہ تشہد کی تکرار بھی مکروہ
ہے ہاں تشہد ثانی ہو تو ہم کہتے ہیں
کہ زیادتی مکروہ نہیں کیونکہ اعمالِ
نماز کے اختتام کے پیش نظر شارع
کی جانب سے اس میں چھوٹ ہے۔

اسلئے اگر نفل نماز میں جماعت
کا منقول نہ ہونا افراد پر اقتصار اور
جماعت کی کراہت پر اس وجہ سے
دلیل بنے کہ اس سے شارع علیہ
السلام کی دائمی عادت کو بدلنا لازم
آئے گا۔ کیونکہ شارع علیہ السلام
نے فرض نمازوں میں تداعی کے
ساتھ جماعت کو اور نفل نمازوں میں
افراد کو مقرر فرمایا ہے۔ یا عین نماز
کے اندر کوئی خاص ہیئت منقول نہ

حکم بکراہت خصوص صلوٰۃ رغائب و
غیرہ حسب فہم بعض علماء کرام کردہ آید
مستلزم آں نیست کہ ہر امر خاص کہ
داخل حرمت صلوٰۃ نیست باوجود
اندراج تحت اطلاق احکام عامہ
شریعت کہ استحسان آنہا مشروط بشرطی
و مقید بقیدی و مخصوص بہیئتی نیست
باوجود عدم لزوم تغییر و مزاحمت کدامی
سنت صرف بوجہ عدم نقل ازاں سرور علی
الاطلاق ممنوع شود چہ آنکہ عباداتِ
منقولہ ماثورہ را صرف بجہت ہیئت
اجتماعیہ بنابر ہیچ اوہام باوجود عدم نقل منع از
ائمہ اعلام ممنوع و حرام گفتہ شود۔

ازہمیں مقام بوضوح رسید حال

ہونے کے سبب بعض علماء کا اپنی سمجھ
کے مطابق خاص نمازِ رغائب وغیرہ
میں کراہت کا حکم لگانا اس بات کو
مستلزم نہیں ہے کہ ہر وہ خاص امر جو
نماز کی حرمت میں نہیں ہے محض
سرور عالم ﷺ سے منقول نہ
ہونے کے سبب، اس کے باوجود
علی الاطلاق ممنوع ہو جائے کہ وہ
شریعت کے عام احکام کے اطلاق
کے تحت مندرج ہے۔ اور اس کا
استحسان کسی شرط سے مشروط، کسی قید
سے مقید اور کسی ہیئت سے مخصوص
نہیں ہے یونہی وہ کسی سنت سے
متصادم یا کسی سنت کی تبدیلی کو
مستلزم بھی نہیں ہے چہ جائیکہ عبادات
منقولہ کو اس طرح کے اوہام کی بناء
پر، ائمہ اعلام سے ممانعت منقول نہ
ہونے کے باوجود صرف ہیئتِ
اجتماعیہ کی جہت سے حرام کہا جائے
اور یہیں سے صاحب ہدایہ کے قول

فساد استدلال بقول صاحب ہدایہ
یکرہ ان یتنفل بعد طلوع
الفجر باکثر من رکعتی الفجر
لانہ علیہ السلام لم یزد
علیھما مع حرصہ علی
الصلوۃ الخ کہ قیاس عمل مجلس مولد
براں قیاس مع الفارق ست و جواز
زیادت بر قدر سنت در امریکہ مقصود
ازاں مطلق ثناء و تعظم ست از قول
صاحب ہدایہ ظاہر ست و بالاتر از ہمہ
ست ذکر قول صاحب ہدایہ۔

من احرم وفی بیتہ
اوقفصہ معہ صید فلیس
لہ ان یرسلہ وقال
الشافعی ان یرسلہ لانہ

سے استدلال کا فساد واضح ہوگیا
صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ:
طلوع فجر کے بعد دو رکعتوں
سے زائد نفل مکروہ ہے کیونکہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں شدت
رغبت کے باوجود ان دو رکعتوں پر
اضافہ نہیں فرمایا ہے۔
عمل مجلس میلاد کا اس پر قیاس
کرنا قیاس مع الفارق ہے اور ایسے
امر میں جس سے مقصود ثناء و تعظیم ہو
مقدار مسنون پر زیادتی کا جواز خود
صاحب ہدایہ کے قول سے ظاہر ہے
اور سب سے بڑھ کر صاحب ہدایہ کا
یہ قول ہے۔
جس نے اس حال میں احرام
باندھا کہ اس کے گھر میں یا ساتھ
کے پنجرے میں شکار ہو تو اس کا
آزاد کرنا ضروری نہیں ہے۔ امام
شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ
اسے آزاد کر دے۔ کیونکہ وہ شکار کو

متعرض للصید بامساکہ
ولنا ان الصحابۃ کانو
یحرمون و فی بیوتھم صیود
دواجن ولم ینقل عنھم
ارسالھا و بذلک جرت العادۃ
الغاشیۃ وھی من احدی
الحجج الخ۔
چہ معنی قول صاحب ہدایہ آنکہ مقید
بودن صید در خانہ محرم خلل در احرام نمی
رساند و احرام رہا کردن آنرا بر محرم
واجب نمی گرداند کہ وقت احرام صحابہ
کرام در خانہائے ایشان ہم صیود می
بودند و منقول نیست کہ وقت احرام
آنہارا رہا نمودند پس دریں قول
صاحب ہدایہ کجا ذکر ایں امر ست کہ
ہر امر باوجود اندراج تحت اطلاق
مندوبات شارع و عدم مزاحمت

روک کر اس سے تعرض کر رہا ہے
ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام
اپنے گھروں میں پالتو شکار کے
ہوتے ہوئے احرام باندھتے تھے،
اُن کو آزاد کرنا منقول نہیں اور اسی پر
عام عادت جاری ہے اور یہ بھی ایک
حجت ہے۔
صاحب ہدایہ کے قول کا مفہوم
یہ ہے کہ محرم کے گھر میں شکار کا مقید
ہونا احرام کے لئے مضر نہیں اور
احرام محرم پر ان کی رہائی واجب قرار
نہیں دیتا کیونکہ بوقت احرام صحابہ
کرام کے گھروں میں بھی شکار
موجود ہوتے تھے اور احرام کے وقت
ان کا رہا کرنا منقول نہیں ہے۔
صاحب ہدایہ کے اس قول میں کہاں
اس بات کا تذکرہ ہے کہ کسی امر کے
شارع کے مستحبات کے اطلاق میں
داخل ہونے کے باوجود اور کسی سنت
سے مزاحم نہ ہونے کے باوجود

صرف بجہت عدم نقل ازاں سرور یا
بجہت عدم نقل از صحابۂ کرام علی
الاطلاق ممنوع وحرام میگردد تا صاحب
رسالہ را مفید باشد اما صاحب رسالہ
فقرۂ وھی من احدی الحجج
رانمی بیند کہ صاف وصریح گردن دین
جدید نجدیہ رامی شکند واز کمال نافہمی
وبے باکی نقل می کند۔

قولہٗ- و فی العالمکیریۃ
قراءۃ الکافرون الیٰ الآخر مع
الجمع مکروھۃ الخ۔

اقول- درہمان فتاویٰ عالمگیری
در بسیاری از مسائل جابجا باوجود عدم
نقل از سنت وباوجود عدم نقل از صحابہ و
تابعین حکم جواز و استحسان دادہ
است پس باستشہاد یک روایت
عالمگیری باوجود موجود بودن دیگر
روایات مخالف آں درہمان کتاب
بلکہ ہماں باب چگونہ امری را کہ

صرف سرورکونین یا صحابۂ کرام سے
منقول نہ ہونے کی بناء پر علی الاطلاق
ممنوع اور حرام ہوجائے کہ صاحب
رسالہ کا فائدہ ہو۔ وہ ’’وھی من
احدی الحجج‘‘ والے جملہ کو
نہیں دیکھتا جو کھلم کھلا نجدیوں کے
نئے دھرم کی گردن توڑ رہا ہے اور
پوری بیباکی اور نا سمجھی سے اس کو نقل
کرتا ہے؟۔

قولہ- عالمگیری میں ہے مجتمع
ہوکر ’’کافروں سے‘‘ اخیر تک کی
قرأت مکروہ ہے الخ۔

اقول- اسی فتاویٰ عالمگیری
میں بہت سارے مسائل میں جگہ جگہ
سنت، صحابہ اور تابعین سے منقول نہ
ہونے کے باوجود جواز واستحسان کا
حکم دیا گیا ہے اسی کتاب میں بلکہ
اسی باب میں دیگر مخالف روایات
کے موجود ہوتے ہوئے اس کی ایک
روایت کو دلیل بنا کر کسی ایسے امر کو

ہیچگو نہ مزاحم کدامی سنت نیست باوجود
اندراج تحت اطلاق مندوبات
شریعت و استحسان ائمہ امت ممنوع
قرار دادن و بنا برآں درپئے تضلیل و
تفسیق ائمۂ دین کہ استحسان ایں عمل
فرمودہ اند افتادن درست گردیدہ۔

قولہٗ تخصیص یوم وشہر الخ۔

اقول- اگر مراد از تخصیص
اعتقاد حصر جواز ادائے امرے مطلق
در زمان خاص وعدم جواز ادائے آں
در غیر آں زمان ست پس ذکرش
دریں مقام محض فضول وتطویل کلام
ست ۔و اگر مراد اعتیاد بدان
در کدامی افراد زمان ست پس حالش
آنکہ صاحب رسالہ ’’مصباح
الضحی‘‘ کہ مجسٹریٹ اسماعیلیہ است

ممنوع قرار دینا جو کسی بھی طرح کسی
سنت کے مزاحم نہیں ہے بلکہ ائمۂ
امت کے استحسان اور شریعت کے
مطلق مستحبات کے تحت مندرج ہے
اور اس بنیاد پر اس عمل کو مستحسن قرار
دینے والے ائمۂ دین کو فاسق وگمراہ
قرار دینا کیونکر درست ہوگا؟

قولہ- مہینہ اور دن کی
تخصیص۔ الخ

اقول- اگر تخصیص سے مراد
اس بات کا اعتقاد کرنا ہے کہ امر
مطلق کی ادائیگی کا جواز ایک خاص
وقت میں منحصر ہے کہ اس کے علاوہ
کسی دوسرے وقت میں اس کی
ادائیگی جائز نہیں تو یہاں اس کا ذکر
محض بے کار اور طول لا طائل ہے
اور اگر تخصیص سے مراد زمانہ کے کسی
حصہ میں اس کی ادائیگی کی عادت بنا
لینا ہے تو اس کا حال خود فرقۂ
اسماعیلیہ کے مجسٹریٹ نے اپنی

در رسالہ مذکورہ از ملا علی قاری علیہ الرحمہ آوردہ کہ۔

عادت کرلینا سنت کا بعض اوقات میں نہیں نام رکھا جاتا ہے بدعت الخ۔

وہمچناں ست کلام در تخصیص ہیئت۔

قولہ۔عجب ست کہ جماعت نفل در غیر موارد مستاثرہ وتنفل بعد طلوع صبح الخ۔

اقول۔ قیاس ایں عمل بر خصوص ہیأت صلوات واوقات آں کہ قیاس مع الفارق ست پس ایں چنین رقص الجملی صاحب رسالہ قابل خندیدن ست لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قولہ۔دلیل ششم آنکہ علماء

کتاب ''مصباح الضحیٰ'' میں بیان کردیا ہے۔ مذکورہ رسالہ میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ سے نقل کرکے لکھا ہے کہ ''عادت کرلینا سنت کا بعض اوقات میں نہیں نام رکھا جاتا ہے بدعت الخ''

تخصیص ہیئت میں ہماری گفتگو یونہی ہوگی۔

قولہ۔''حیرت ہے کہ منقول مواقع کے ماسوا میں نفل کی جماعت اور طلوع صبح کے بعد نفل کی ادائیگی مکروہ مانتے ہوئے بھی مجلس میلاد کے جواز کا قول کرتے ہیں؟ الخ

اقول۔نماز کی ہیئت خصوصی اور اس کے خاص اوقات پر عمل میلاد کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ صاحب رسالہ کی ایسی رقص الجملی مضحکہ خیز ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قولہ۔ چھٹی دلیل یہ ہے کہ

نوشتہ اند کہ ہمچنانکہ اتباع در فعل باید در ترک نیز شاید الخ۔

اقول۔ اگر مراد این ست کہ ہمچناں کہ در فعل مامورات شرعیہ اتباع شارع باید ہمچناں در کف از منہیات شرعیہ اتباع شارع باید پس استدلال بداں بر اثبات ممانعت مجلس شریف و نسبت ضلالت بجوزین ایں عمل محض لغوست۔

واگر مراد ایں ست کہ ہر امریکہ از فعل آنحضرت ثابت نباشد یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعدِ عمل آنرا گذاشتہ باشند علی الاطلاق موجب ضلالت مجوز وفاعل ست پس گو در کلام کسی ہمچو مقال یافتہ شود بر تقدیرِ صحت نقل ہم نسبت آن بسوئے علماء علی الاطلاق بوجہیکہ مفید اتفاق

علماء نے لکھا ہے کہ فعل کی طرح ترک میں بھی اتباع کرنی چاہئے الخ۔

اقول۔ اگر مراد یہ ہے کہ جس طرح مامورات شرعیہ کے امتثال میں شارع کی اتباع درکار ہے اسی طرح منہیات شرعیہ سے اجتناب میں بھی شارع کی اتباع ہونی چاہئے تو پھر اس سے مجلس میلاد شریف کی ممانعت پر استدلال کرنا اور اس عمل کو جائز قرار دینے والوں پر گمراہی کا حکم لگانا لغو ہے۔

اور اگر مراد یہ ہے کہ ہر وہ امر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو یا حضور نے عمل کے بعد اسے ترک فرمایا دیا ہو اس کا کرنے والا اسے جائز قرار دینے والا مطلقاً گمراہ ہے تو بھلے کسی کے کلام میں اس طرح کی بات پائی جائے۔ صحت نقل کی تقدیر پر بھی اس کی نسبت مطلقاً علماء کی جانب اس طرح کرنا کہ وہ ان کے اتفاق

ومثبت مزعوم اہل شقاق باشد از حلیۂ صدق عاطل ست و این ادعاء عام و تضلیل ائمہ اسلام بریں بنا فاسد و باطل ست۔

روی البخاری و مسلم و مالك وغیرهم عن الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها ما سبح رسول الله ﷺ سبحة الضحیٰ وانی لا سبحها وان کان رسول الله لیدع العمل وهو یحب ان یعمل خشیة ان یعمل فیفرض علیهم ۔

بالجملہ اگر در ترک آنحضرت ﷺ کدامی قرینہ خاص

اور مخالفین کے زعم فاسد کے اثبات کا فائدہ دے زیور صداقت سے عاری ہے۔ اور یہ عام دعویٰ اور فاسد بنیاد پر ائمۂ اسلام کو گمراہ قرار دینا فاسد و باطل ہے۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا جبکہ میں اسے ادا کرتی ہوں۔ اسلئے کہ رسول اکرم ﷺ رغبت کے باوجود بعض عمل کو ترک فرمادیا کرتے تھے اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں وہ اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو لوگوں پر فرض نہ ہو جائے۔

الحاصل مجتہدین کی سمجھ کے مطابق اگر کسی مقام پر حضور ﷺ کے ترک میں تحریم و ممانعت کا کوئی

برائے تحریم و ممانعت حسب فہم مجتہدین در جائی بودہ باشد در آنصورت استدلال بدان درست خواہد بود اما علی الاطلاق برائے اثبات ضلالت مستحسنات ائمۂ دین و تحریم اموریکہ مندرج مندوبات مطلقہ شارع اند استدلال بمجرد ترک آنحضرت ﷺ نتواں نمود۔

قولہ۔کذا فی المواهب اللطیفة الخ

اقول۔در عبارت مواہب لطیفہ حسب نقل صاحب تفہیم المسائل کہ ایں قول بذیل دلیل انکار تلفظ آمدہ دراں نسبت انکار بملا علی قاری ہم نمودہ حالش آنکہ درمرقاۃ فرمودہ۔

" اختلفوا فی التلفظ بما یدل علی النیة بعد اتفاقهم

خاص قرینہ موجود ہو تو اس صورت میں استدلال درست ہوگا۔لیکن صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کو دلیل بنا کر ائمۂ دین کے مستحسنات کی گمراہی اور ان امور کی حرمت ثابت نہیں کی جاسکتی جو شارع کے مطلق مستحبات میں مندرج ہیں۔

قولہ ترجمہ۔مواہب لطیفیہ میں ایسا ہی ہے الخ۔

اقول۔صاحب تفہیم المسائل کی نقل کے مطابق مواہب لطیفیہ کی عبارت میں ہے کہ یہ قول انکار تلفظ کی دلیل میں آیا ہے۔اور اس میں انکار کی نسبت ملا علی قاری کی طرف بھی کی گئی ہے اس کا حال یوں ہے کہ مرقات میں فرمایا:

نیت پر دلالت کرنے والے الفاظ کے تلفظ میں فقہاء کا اختلاف ہے جب کہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ ان الفاظ میں جہر جائز نہیں

علی ان الجھر غیر مشروع فالا کثرون علی ان الجمع بینھما مستحب الخ۔"

وبعدازاں نوشتہ "وقیل لا یجوز التلفظ بالنیة فانہ بدعة و المتابعة کما یکون فی الفعل یکون فی الترک الخ"

بازدرردایں قول نوشتہ "قد یقال نسلم انها بدعة لکنها مستحسنة الیٰ آخرہ"

پس در خصوص بحث مواہب لطیفہ ہم ہمیں قدر کہ بعض قائل ایں قول ہم اندادعاء می توان نمود اما ادعاء اطلاق وایہام اجماع واتفاق کئے جائز خواہد بود بالخصوص درصورتیکہ بتصریح مستندین صاحب رسالہ اکثر علماء قائل جانب خلاف درخصوص ہماں مسئلہ باشند پس چہ جائے آنست کہ در دیگر

اکثر علماء کے نزدیک نیت اور تلفظِ نیت کو اکٹھا کرنا مستحب ہے۔ اس کے بعد لکھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نیت کا تلفظ جائز نہیں کیونکہ وہ بدعت ہے اور اتباع فعل کی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے۔

پھر اس قول کی تردید میں تحریر فرمایا ۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اس کا بدعت ہونا ہمیں تسلیم ہے لیکن وہ مستحسن ہے۔الخ

تو مواہب لطیفیہ کی بحث کے خصوص میں بھی اتنا ہی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ بعض لوگ ایسا کہتے ہیں ۔لیکن اطلاق کا دعویٰ اور اجماع و اتفاق کا ایہام کب جائز ہوگا ؟ خاص طور سے تب جبکہ صاحبِ رسالہ کے نزدیک مستند علماء کی صراحت ہو کہ اسی مسئلہ میں اکثر علماء نے اس کے خلاف قول کیا ہے۔ تو کیا اس بات کی گنجائش ہے کہ دوسرے مسائل میں اطلاق کے دعویٰ کے

مسائل حسب ادعاء اطلاق آن قول را استدلال جازم قرار دادہ آید ونسبت ضلالت بائمۂ دین از فقہاء ومحدثین کردہ آید لا سیما در حالتیکہ صاحب مواہب لطیفہ بسیاری ازامور را باوجود عدم فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در تالیفات خود استحسان نمودہ باشد۔

طرفہ آنست کہ ازیں دلیل نسبت ضلالت بسوئے محققین دین متین و ائمۂ شرع مبین کہ از مجوزین ایں عمل اند لازم میگرداند و بطلان اکثر اقوال صاحب رسالہ نیز کہ برطبق ایں دلیل ثابت میگردد آنرا نمی داند۔

بارے اگر ترک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمعنی مزعوم وہابیہ علی الاطلاق واجب الاتباع باشد پس بریں تقدیر بموجب ہمیں دلیل

مطابق اس قول کو استدلال جازم قرار دیا جائے؟ اور ائمہ دین، فقہاء ومحدثین کی طرف ضلالت وگمراہی کی نسبت کی جائے ؟ خصوصاً اس حالت میں جبکہ صاحب مواہب لطیفیہ نے حضور ﷺ کے عدم فعل کے باوجود بہت سارے امور کو اپنی تالیفات میں مستحسن قرار دیا ہے۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جس دلیل کی بنیاد پر اس عمل کو جائز قرار دینے والے محققین دین متین وائمۂ شرع مبین کی طرف گمرہی کی نسبت لازم قرار دے رہا ہے اسے یہ نہیں پتہ کہ اسی دلیل کی رو سے اس کے اکثر اقوال باطل ہو جا رہے ہیں۔

اگر حضور ﷺ کا ایک بار ترک کر دینا وہابیوں کے فاسد خیال کے مطابق مطلقاً واجب الاتباع ہو تو اس تقدیر پر اسی دلیل کے بموجب تابعین وتبع تابعین بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کے مستحسنات کی حرمت

حرمت مستحسنات تابعین و تبع تابعین
بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین ہم بثبوت خواہد رسید و معاذ اللہ
نسبت ضلالت سوئے آنحضرات ہم
عائد خواہد گردید کہ آنحضرات باوجودِ
اطلاق بدعت و اقرار ترک آنحضرت
ﷺ کو عدم ثبوت از سنت استحسان و
تجویز فرمودہ اند حالانکہ ہمہ آن امور
باتباع آنحضرت ﷺک واجب
الترک بودہ اند۔

واگر صاحب رسالہ ازیں دلیل
گریز نمودہ عذر اندراج مستحسنات
آنحضرات در تعمیمات شرعیہ پیش آرد
ہمیں عذر از جانب دیگر فقہاء و محدثین
مقبول پندارد و از نسبت ضلالت بسوی
آنحضرات باز آید و از خرافات خود
توبہ نماید۔ و ما علینا الا البلاغ۔

ثابت ہو جائے گی اور معاذ اللہ
گمراہی کا الزام اُن حضرات پر بھی
عائد ہو جائے گا کہ ان حضرات نے
بدعت کے اطلاق اور حضور ﷺ کے
ترک کے اقرار اور سنت سے ثابت
نہ ہونے کے باوجود استحسان و جواز
کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ وہ تمام امور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کی
اتباع میں واجب الترک تھے۔

اور اگر صاحب رسالہ اس دلیل
سے گریز کرتے ہوئے یہ عذر پیش
کرتا ہے کہ ان حضرات کے مستحسنات
شرعی تعمیمات میں مندرج ہیں تو یہی
عذر دوسرے فقہاء اور محدثین کی
جانب سے مقبول سمجھے اور ان حضرات
کو گمراہ قرار دینے سے باز آئے اور
اپنے خرافات سے توبہ کرے۔
وما علینا الا البلاغ۔

قولہ - قال صاحب مجمع
البحرین فی شرحہ الخ۔

اقول - ہر چند کہ کتاب مذکور
غیر موجود و اعتماد بر نقل ایں طائفہ نہ
تواں نمود لیکن قطع نظر از اں اولاً در
عبارت منقولہ در قول حضرت امیر
المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لفظ
تردید موجود کہ " ان اللہ لا یثیب
علی فعل حتی یفعله رسول
اللہ او یحث علیه"

پس امریکہ عدم فعل آنحضرت
و ترک آنجناب دراں باب ثابت
و منقول باشد معہذا حث و ترغیب
شرعی در آن موجود باشد بموجب
قولِ مرتضوی صرف با ستدلال
ترک و عدم فعل آں را حرام و
ضلالت نہ تواں گفت پس آوردن
صاحب رسالہ ایں قول را در نورد
ایں دلیل محض بے کارست

قولہ - صاحب مجمع البحرین نے
اپنی شرح میں کہا ہے الخ

اقول - ہر چند کہ مذکورہ کتاب
یہاں موجود نہیں اور اس گروہ کی نقل
پر بھروسہ بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن اس
سے قطع نظر اولاً حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے قول منقول میں ہی لفظ
تردید موجود ہے۔ انہوں نے فرمایا
کہ جب تک کسی فعل کو سرکار نہ کریں
یا اس پر برانگیختہ نہ کریں اللہ اس پر
ثواب نہیں عطا فرماتا۔

پس وہ امر جس میں سرکار کا
عدمِ فعل و ترک ثابت و منقول ہو
اس کے باوجود اس کے اندر شرعی
ترغیب موجود ہو تو مرتضوی فرمان
کے مطابق صرف اس دلیل سے
اسے حرام و گمراہی نہیں کہا جا سکتا کہ
سرکار نے اسے ترک فرمایا ہے اس
لئے صاحب رسالہ کا اس قول کو بطور
دلیل پیش کرنا محض بیکار ہے۔

اما انچه تفریع بریں نموده حیث
قال درینجا دلالت ست برینکه اگر عملی
فی نفسه مستحسن باشد اما فعلش از اں
سرور ماثور نباشد ترک آں درحق امت
عین اتباع است وفعل آں موجب
مواخذهٔ خدا الخ۔

میگویم که درینجا دلالت ست
برینکه صاحب رساله باوجویکه بےفہم
و ادراک ست معهذ ا هم چالاک و
بیباک ست صراحتہ درقول مرتضوی
تردید موجودست آنرا پس پشت می اند
از دو یک شق را ازاں گرفته برمطلب
خود راست می سازد۔

وثانیاً روایت نہی را معارض ست
آنچه دیگر فقهاء ومفسرین روایت می
فرمایند که حضرت امیرالمومنین باوجودیکه

رہ گئی اس قول پر صاحب رسالہ
کی یہ تفریع ”کہ اس قول میں
دلالت ہے کہ اگر کوئی فعل فی نفسہ
مستحسن ہو لیکن اس کا کرنا سرکار سے
ثابت نہ ہو تو امت کے حق میں اس
کا ترک عین اطاعت اور اس کا فعل
خدا کے مؤاخذہ کا سبب ہے۔الخ

میرا کہنا ہے کہ اس قول میں
اس بات پر دلالت ہے کہ صاحب
رسالہ نا سمجھ ہونے کے ساتھ ساتھ
چالاک اور بے باک بھی ہے۔
مرتضوی فرمان میں اس بات کی جو
کھلی تردید موجود ہے اسے تو پس
پشت ڈال رہا ہے اور اس کے ایک
شق کو اختیار کر کے اپنا مطلب نکال
رہا ہے۔

ثانیاً۔ یہ تفریع اس روایت
کے بھی معارض ہے جو دیگر فقہاء و
مفسرین نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے کی ہے کہ انہوں نے عیدگاہ میں

مرُدماں را مشغول صلوٰة در مصلی عید
دیدند اما نہی نفرمودند در تفسیر کبیر
آورده۔

عن علي رضي الله عنه
انه رأى في المصلى اقواما
يصلون فقال ما رأيت رسول
الله صلى الله عليه وسلم
يفعل ذلك فقيل الاتنهاهم
فقال اخشى ان ادخل تحت
قوله تعالىٰ ارأيت الذى ينهىٰ
عبداً اذا صلّىٰ الخ“

وثالثاً قیاس عمل مولد و دیگر
مستحسنات ائمہ دین براحکام ہیأت نماز
ہا واوقات آنہا صحیح نمی تواند شد کمامر۔

و رابعاً در خصوص مسئلہ
نماز نفل بروز عید ہم بر مجوزین

لوگوں کو نفل نماز میں مشغول دیکھ کر
بھی نہیں روکا۔ تفسیر کبیر میں منقول
ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو
عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نماز
پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا
کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اُن سے
عرض کیا گیا کہ آپ انہیں روکیں
گے نہیں؟ تو فرمایا مجھے ڈر لگتا ہے کہ
کہیں اللہ کے اس فرمان کی زد میں
نہ آجاؤں کہ ” آپ نے اسے دیکھا
جو بندے کو نماز سے روکتا ہے الخ

ثالثاً۔ عمل مجلس میلاد اور ائمہ
دین کے مستحسنات کو نماز کی ہیئت اور
اس کے اوقات پر قیاس کرنا صحیح نہیں
جیسا کہ بیان ہو چکا۔

رابعاً۔ خاص عید کے دن نماز
نفل کے مسئلہ میں بھی اسے جائز

وفاعلین آں حکم ضلالت چنانکہ مزعوم
طائفۂ صاحب رسالہ است غیر مسلم
ست چہ دریں فعل درسلف اختلاف
بودہ است بعض اکابر دین از صحابہ و
تابعین عادت بخواندن نماز تطوع
میداشتند وآنرا حسن وجائز می فرمودند
وبعض دیگر برائے اظہار آنکہ کسی آنرا
سنت راتبۂ نماز عید نداند کہ زمانۂ
قرب اسلام وعدم تدوین احکام بود
آنرا ترک می نمودند وبعض دیگر حسب
اجتہاد خود قائل بکراہت ہم بودند کہ در
شروح حدیث اینہمہ تفصیل
موجودست وقاضی خان فرمودہ۔
”وعن بعض الصحابة انهم

قرار دینے والوں ادا کرنے
والوں پر صاحب رسالہ کے گروہ
والوں کے خیال خام کے مطابق
گمراہی کا حکم لگانا ہمیں تسلیم نہیں
اس لئے کہ اس عمل میں سلف کے
مابین اختلاف رہا ہے۔
بعض اکابر صحابہ وتابعین نفل
نماز کے عادی تھے انہوں نے اسے
جائز ومستحسن فرمایا اور بعض دوسرے
حضرات یہ بات ظاہر کرنے کے
لئے کہ کوئی اسے نماز عید کی سنت
مؤکدہ نہ سمجھ لے ترک کیا کرتے تھے
کیونکہ احکام کی تدوین ہوئی نہیں تھی
اور آغاز اسلام کا زمانہ قریب تھا اور
بعض دوسرے حضرات اپنے اجتہاد
کے مطابق کراہت کے بھی قائل
تھے حدیث کی شروح میں یہ ساری
تفصیلات موجود ہیں۔
قاضی خان نے فرمایا ہے--
”بعض صحابہ سے منقول ہے کہ وہ قبل

كانوا يتطوعون قبل صلوٰة
العيد الخ“
و در مذاہب ائمہ مجتہدین ہم
اختلاف ست در مذہب امام شافعی
بقول مشہور ہیچ کراہت ندارد امام
نووی در شرح صحیح مسلم آوردہ۔
”ولا حجة فی الحديث
لمن كرهها لانه لا يلزم من
ترك الصلوٰة كراهتها والاصل
ان لا منع حتىٰ يثبت الخ“
ودر مذہب حنفی ہم اختلاف
است قولِ مشہور ہمین است کہ درجۂ
کراہت دارد اما بسیارے از فقہاء
جائز بلا کراہت ہم می دارند ونفی را
محمول بر نفی سنیت می پندارند، در
تاتارخانیہ آوردہ۔
قال ابو بكر الرازی معنی
قول اصحابنا رحمهم الله تعالی
ليس قبل العيدين صلوٰة

عید نماز نفل پڑھا کرتے تھے الخ“
ائمۂ مجتہدین کے مذاہب بھی
مختلف ہیں۔امام شافعی کے مذہب
میں مشہور قول کے مطابق کوئی
کراہت نہیں۔امام نووی نے شرح
صحیح مسلم میں نقل فرمایا:
حدیث میں ان کیلئے کوئی دلیل
نہیں جنہوں نے اسے مکروہ قرار دیا
ہے اسلئے کہ اس کا ترک اس کی
کراہت کو مستلزم نہیں اور اصول یہ ہے
کہ ثبوت ممانعت کے بغیر منع نہیں۔
مذہب حنفی میں بھی اختلاف
ہے۔قول مشہور یہی ہے کہ درجۂ
کراہت میں ہے۔مگر بہت سارے
فقہاء بلا کراہت جائز قرار دیتے ہیں
اور نفی کو سنیت کی نفی پر محمول کرتے
ہیں تاتارخانیہ میں منقول ہے۔
امام ابوبکر رازی نے فرمایا ہے کہ
ہمارے اصحاب کے اس قول کا معنی کہ
”عیدین سے پہلے نماز نہیں ہے“

ای صلوۃ مسنونۃ لا ان
الصلوۃ قبل العیدین مکروھۃ
الا ان الکرخی نص علی
الکراھۃ الخ ۔

یہ ہے کہ مسنون نماز نہیں ہے یہ نہیں
کہ عیدین سے پہلے نماز مکروہ ہے
ہاں امام کرخی نے کراہت پر نص کیا
ہے۔

شیخ عبدالحق محدث در شرح
سفر السعادت آوردہ وگفتہ اند
مرادبدین نفی آں ست کہ پیش از عید
نماز مسنون نیست نہ آنکہ مکروہ است
فی حد ذاتہ الخ

اور شیخ محقق عبد الحق محدث
دہلوی شرح سفر السعادۃ میں ارشاد
فرماتے ہیں کہ۔ ''اس نفی سے مراد
یہ ہے کہ نماز عید سے قبل نماز مسنون
نہیں ہے یہ نہیں کہ فی حد ذاتہ مکروہ
ہے الخ''

ووجہ قول مشہور اینکہ اگر چہ مجرد
ترک دلیل ممانعت نیست اما باوجود
حرص براحراز فضل نماز نفل در سائر ایام
کہ دریں روز عادت برکف از جملہ
نوافل قبل عید مقرر و مستمر گردید البتہ
تغییر آں عادت مخصوصہ درجۂ کراہت دارد
گو کراہت تنزیہی باشد کہ برائے کراہت
تحریمی دلیل خاص برنہی و منع باشد

قول مشہور کی وجہ یہ ہے کہ
اگر چہ محض ترک ممانعت کی دلیل
نہیں ہے۔ لیکن تمام دنوں میں، نفل
نماز کی فضیلت اکٹھا کرنے کی شدید
خواہش کے باوجود عید سے قبل جملہ
نوافل سے باز رہنے کی دائمی عادت
ثابت رہی ہے۔ اس مخصوص عادت
کی تغییر و تبدیل البتہ درجۂ کراہت
رکھتی ہے۔ گو تنزیہی سہی۔ اسلئے کہ
کراہت تحریمی پر نہی و منع کی خاص

معہذا انچہ قائلین کراہت نوشتہ اند
حالش از مستندین صاحب رسالہ باید
شنید۔

دلیل ضروری ہے۔ اس کے ساتھ
کراہت کے قائلین نے جو کچھ تحریر
فرمایا ہے ان کی حالت صاحب
رسالہ کے مستندین سے سننا چاہئے

در درمختار از بحر آوردہ ''اما
العوام فلا یمنعون من تکبیر
و لا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم
فی الخیرات بحر، الخ ۔

درمختار میں بحر سے منقول ہے۔
''عوام کو (ذوالحجہ کے عشرۂ
اولیٰ کے دوران بازاروں میں)
تکبیر سے اور (عیدین سے پہلے)
نفلی نماز سے بالکل نہیں روکا جائے
گا۔ کیونکہ نیکیوں کی طرف ان کی
دلچسپی کم ہے۔''

قولہ۔ دلیل ہفتم۔ فقہا نوشتہ اند
لو کان فی شیء وجوہ
کثیرۃ توجب الحل والجواز
ووجہ واحد یوجب الحرمۃ
ترجح جانب الحرمۃ الی
الخ۔ الی قولہ ہمچنیں ست حال
عمل مولد کہ تذکرہ شمائل و احوال
ولادت و دیگر صفات آنحضرت ﷺ
فی نفسہ مستحب ست و محبوب چون
باخصائص نامشروع و قیود منہی عنہ مخلوط
شد بدعت و مکروہ گشت الخ۔

قولہ۔ ساتویں دلیل۔ فقہاء
نے تحریر کیا ہے۔ اگر ایک چیز میں
کثیر وجوہ ہوں جو حل وجواز کے
موجب ہوں اور ایک وجہ حرمت کا
موجب ہو تو حرمت کا پہلو راجح
قرار پائے گا۔

اقول۔ اولاً کہ ادعاء مخلوط
شدن با قیود منہی عنہ آنوقت
قابل ذکر بود کہ آنرا ثابت

اقول۔ اولاً عمل مولد کے منہی
عنہ قیود سے مخلوط ہونے کا دعویٰ اس
وقت قابل ذکر ہوتا جبکہ اسے ثابت

می نمود حالانکہ جواز بلکہ استحباب اجزاء
وقیود آن از شرع شریف ثابت ست
اما اجتماع واحتفال برائے ذکر حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وورد درود
شریف و بیان احوال مبارک و
خواندن قرآن مجید ونعت شریف پس
کفایت میکند ورودِ احادیث بسیار در
صحاح روایات متضمن فضائل مجالس
اذکار۔

درصحیح مسلم آوردہ "عن ابی
هريرة رضى الله عنه لا يقعد
قوم يذكرون الله الاحفتهم
الملائكة و غشيتهم الرحمة و
نزلت عليهم السكينة "
(الحدیث)۔

صاحب تحفۃ الاخیار ترجمۂ مشارق
الانوار کہ از ارکان معتمدین و ہابیہ
اسماعیلیہ است بذیل حدیث شریف

کرتا حالانکہ اسکے قیود اور اجزاء کا نہ
صرف جواز بلکہ استحباب شریعت سے
ثابت ہے۔ رہ گیا حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ذکر جمیل کے لئے محفل
منعقد کرنا، درود شریف کا ورد کرنا۔
ان کے مبارک احوال کا بیان کرنا۔
قرآن کریم کی تلاوت کرنا، نعت
شریف پڑھنا تو اس سلسلہ میں صحاح
کی بہت ساری وہی حدیثیں کافی
ہیں جو مجالس ذکر کی فضیلتوں پر مشتمل
ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے
کے لئے کوئی قوم نہیں بیٹھتی مگر انھیں
فرشتے گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں
ڈھک لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل
ہوتا ہے۔

وہابیوں، اسماعیلیوں کے ایک
قابلِ اعماد رکن، صاحب تحفۃ الاخیار
ترجمہ مشارق الانوار حدیث شریف

نوشتہ قرآن اور حدیث پڑھنا خدا کا
نام لینا لوگوں کو وعظ اور نصیحت کرنا در
وداور کلمہ پڑھنا یہ سب ذکر میں داخل
ہے الخ"۔

اما مشرف دانستن زمان ولادت
باسعادت و استحباب اعادۂ شکر ایں
نعمت پس آنہم مسلم محققین از ائمۂ
دین ومستند باستناد حدیث صحیح حضرت
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم است
بارے گر بردیگران اعتمادش نباید در
کلام علامہ ابن الحاج کہ در اجلۂ
مسلمین اوست مطالعہ نماید اما سرور
وفرحت بذکر نعمت ولادت پس آنہم
دردین مبین بحدی متبین ست کہ
صاحب مائۃ المسائل ہم قائل آں
گردیدہ و ہیچ حیلہ برائے انکار

کے ضمن میں لکھتے ہیں۔
"قرآن اور حدیث پڑھنا،
خدا کا نام لینا، لوگوں کو وعظ و نصیحت
کرنا، درود اور کلمہ پڑھنا یہ سب ذکر
میں داخل ہے الخ۔

رہا زمانۂ ولادت باسعادت کو
مشرف جاننا اور اس نعمت پر شکر کے
اعادہ کو مستحب سمجھنا تو یہ مسلم الثبوت
محققین و ائمۂ دین کے نزدیک
مسلم اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحیح حدیث سے ثابت ہے اگر
صاحب رسالہ کو دوسروں پر بھروسہ
نہ ہو تو علامہ ابن حاج کے کلام کا
مطالعہ کرے کہ وہ اس کے مسلم اور
جلیل القدر بزرگ ہیں۔

رہ گیا نعمت ولادت کے ذکر
سے فرحت و سرور کا اظہار تو وہ بھی
دین مبین میں اس حد تک ظاہر ہے
کہ صاحب مأۃ مسائل کو بھی اس کا
قائل ہونا پڑا۔ اور انہیں بھی انکار کا

آں ندیده اما اعتقاد استجابت دعاء و
حصول مزیت برکت از فعل عبادات
در مجمع صلحاء و مجالس مسلمین و اوقات
نیک و ازمنۂ متبرکہ پس آنہم حسب
تحقیق مفسرین و محدثین از مضامین
آیات و حدیث ثابت ست درینجا
بر یک سند معتمد کفایت می کنم۔
در تفسیر عزیزی بذیل تفسیر سورۂ
قدر نوشتہ۔
بالجملہ از مضمون ایں سورہ معلوم
میشود کہ عبادت و طاعت را بسبب
اوقات نیک و مکانات متبرکہ و حضور و
اجتماع صالحان در ایجاب ثواب و
ایراثِ برکات و انوار مزیتے عظیم
حاصل میشود الی آخرہ۔
فقیر میگوید کہ بیان مشاہدۂ ہمیں
انوار و برکات والد ماجد صاحب تفسیر عزیزی

کوئی حیلہ نظر نہیں آیا۔
اور اس موقعہ پر دعاء کی قبولیت
کا اعتقاد اور نیک اوقات میں،
بابرکت زمانہ میں مسلمانوں کی مجلس
میں اور صالحین کے مجمع میں عبادت
کر کے زیادتی برکت کے حصول کا
اعتقاد۔ تو یہ بھی مفسرین، محدثین کی
تحقیق کے مطابق آیات و احادیث
کے مضامین سے ثابت ہے یہاں
ایک معتمد سند پر اکتفاء کرتا ہوں۔
تفسیر عزیزی میں سورۂ قدر کی تفسیر
کے ضمن میں تحریر ہے۔
"الحاصل اس سورہ کے مضمون
سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اوقات،
بابرکت مکانات اور صالحین کے حضور
و اجتماع کے سبب ثواب کے ایجاب
اور برکات و انوار کی عطاء میں عظیم
الشان برتری حاصل ہوتی ہے الخ۔"
فقیر عرض کرتا ہے کہ صاحب
تفسیر عزیزی کے والد ماجد نے

در فیوض الحرمین نمودہ جائیکہ فرمودہ۔
"کنت قبل ذلك بمكة
المعظمة في مولد النبي ﷺ
في يوم ولادته والناس
يصلون عليه صلى الله عليه
وسلم و يذكرون ارهاصاته
التي ظهرت في ولادته و
مشاهده قبل بعثته فرأيت
انوار اسطعت دفعة فتاملت
تلك الانوار فوجدتها من قبل
الملائكة المؤكلين بامثال
هذه المشاهد و بامثال هذه
المجالس و رأيت تخالط
انوار الملائكة انوار الرحمة
الخ"۔
اما تقسیم طعام و شیرینی
پس حالش این کہ

فیوض الحرمین میں انہیں انوار و
برکات کے مشاہدہ کا بیان فرمایا ہے۔
کہتے ہیں:
"میں اس سے پہلے حضور
ﷺ کی ولادت کے دن ان کی
جائے پیدائش پر مکۂ معظمہ میں تھا۔
لوگ ان پر درود بھیج رہے تھے اور
ان حیرت انگیز باتوں کا تذکرہ
کر رہے تھے جو ان کی ولادت اور
بعثت سے پہلے کے اجتماعات کے
دوران ظہور میں آئیں۔ پھر میں
نے اچانک کچھ انوار چمکتے دیکھے،
غور کرنے پر سمجھ میں آیا کہ یہ ان
فرشتوں کی جانب سے ہے جو اس
طرح کے مجمعوں اور مجالس پر مقرر
ہیں اور میں نے دیکھا کہ رحمت کے
انوار اور فرشتوں کے انوار کی باہم
آمیزش ہو رہی ہے۔"
رہی بات کھانا اور شیرینی کی
تقسیم کی تو اس کا حال یہ ہے کہ

قطع نظر از استحسان دیگر علماء دین از
مکاتیب حضرت شیخ مجدد ہم کہ بحسب
ظاہر مستند و معتمد صاحب رسالہ اند عمل
پختن طعام بروحانیت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم و خورانیدن بہ مسلمانان
ثابت ست و عبارتہ ھکذا۔
امروز طعامہائے متلون فرمودہ ایم
کہ بروحانیت آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام
پزند و مجلس شادی سازند الی آخرہ۔
وشاہ ولی اللہ جد امجد و سند مستند
اسماعیل دہلوی از والد و مرشد
واستاذِ خود شاہ عبد الرحیم صاحب در
انفاس العارفین آوردہ ۔ در ایام
وفات آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم چیزے فتوح نہ شد کہ
طعامِ نیاز آں حضرت ﷺ پختہ شود

دوسرے علماء دین کے استحسان سے
قطع نظر بظاہر صاحب رسالہ کے
مستند و معتمد حضرت شیخ مجدد کے
مکتوبات سے بھی حضور ﷺ کی
روحانیت کی خاطر کھانا پکا کر
مسلمانوں کو کھلانا ثابت ہے۔ان کی
عبارت یوں ہے۔
’’آج ہم نے کئی طرح کے
کھانے پکانے کا حکم دے رکھا ہے
جسے لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی روحانیت کی خاطر پکاتے ہیں اور
مجلس مسرّت منعقد کرتے ہیں الخ۔
اسماعیل دہلوی کے دادا اور سندِ
مستند شاہ ولی اللہ صاحب اپنے والد،
مرشد اور استاذ شاہ عبد الرحیم صاحب
سے نقل کر کے انفاس العارفین میں
فرماتے ہیں۔
’’آنحضرت ﷺ کے زمانۂ
وفات میں کچھ میسر نہ آیا کہ حضور
ﷺ کی نیاز کے لئے کھانا پکایا

قدرے نخود بریاں وقند سیاہ نیاز کردم
الی آخرہ‘‘۔
بلکہ شاہ عبد العزیز صاحب دعویٰ
اجماع بر جواز آں نمودہ اند کہ در رسالہ
ذبیحہ کہ در زبدۃ النصائح مطبوع ہم
گردیدہ است در دفع طعن التزام عرس
بزرگان خود از خود در بیان جواز عرس
فرمودہ اند ایں طعن مبین است بر جہل
بہ احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از
فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی
داند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین
و امداد ایشان بامداد ثواب و تلاوت
قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و
شیرینی امر مستحسن و خوب است
باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے

جائے کچھ بھونے چنے اور گڑ میں
نے نیاز کئے الخ۔
بلکہ شاہ عبد العزیز صاحب
نے اس کے جواز پر اجماع کا دعویٰ
کیا ہے اپنے رسالۂ ذبیحہ میں جو
زبدۃ النصائح میں چھپا ہوا ہے
اپنے بزرگوں کے عرس کے التزام پر
طعن کا دفاع کرتے ہوئے اپنی
جانب سے انہوں نے عرس کے جواز
کا بیان فرمایا ہے۔لکھتے ہیں:
’’یہ طعنہ، مطعون کے حالات
سے جہالت کا کھلا بیان ہے کیونکہ
شریعت کے متعین کردہ فرائض کے
ماسوا کو کوئی بھی فرض نہیں سمجھتا۔ہاں
علماء کے اجماع کی بنیاد پر، صالحین
کے قبور کی زیارت، تحصیل برکت،
ثواب تلاوت قرآن، دعاء خیر،
کھانے اور شیرینی کی تقسیم کے
ذریعہ اُن کی امداد مستحسن اور اچھی
بات ہے۔اور روز عرس کی تعیین اس

آں ست کہ آنروز مذکر انتقالِ ایشان
می باشد از دارالعمل بدار الثواب
والاہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب
فلاح و نجات ست وخلف را لازم
است کہ سلف خود را بایں نوع
بر واحسان نماید الخ۔

وبالجملہ قیود ہیئت کذائیہ از اینہا
وامثال اینہا کہ ایمۂ دین جائز میدار
ندو وہابیہ اسماعیلیہ موجب ضلالت می
انگارند ہمہ آں قیود استحباب آنہا از
مضامین احادیث و آثار ثابت واگر
کسے از جہلہ امرے از محرمات و
مکروہات بعمل آرد آنرا خارج از
بحث وتحقیق واصل مسئلہ باید شمرد پس
علی الاطلاق بخلوط بودن تذکرۂ شمائل
آنحضرت با قیود منہی عنہ و خصائص
نامشروع تفوہ ساختن وبرائے ابطال

لئے ہے کہ وہ دن ان کے دارالعمل
سے دارالثواب کی طرف انتقال کی
یاد دلاتا ہے ورنہ ہر روز بھی یہ عمل ہوتو
فلاح ونجات کا موجب ہے۔ بعد
والوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے
اسلاف کے ساتھ اسطرح حسن
سلوک کریں۔الخ۔

الحاصل یہ اور اس طرح کی
ہیئت کذائی کے دوسرے قیود جسے
ائمۂ دین جائز قرار دیتے ہیں اور
وہابیہ اسماعیلیہ باعث گمراہی سمجھتے
ہیں وہ سارے قیود اوران کا استحباب
احادیث و آثار کے مضامین سے
ثابت ہیں۔اور اگر کوئی جاہل حرام یا
مکروہ عمل کرتا ہے اس کو بحث، تحقیق
اوراصل مسئلہ سے خارج سمجھنا چاہئے
۔اس لئے علی الاطلاق آنحضرت
ﷺ کے ذکر شمائل کا، منہی عنہ قیود
اور ناجائز خصوصیتوں سے مخلوط
ہونے کی بکواس کرنا اور عمل میلاد

عمل مولد بذکر قول فقہاء ''لوکان
فی شئی وجوہ کثیرۃ''
پرداختن سفاہت ست کہ ایں عمل
چنانکہ ائمہ دین استحسان آن فرمودہ
اند ہیچ کئے از وجوہ حرمت دران
ثابت نیست۔

وثانیاً فقہاء کرام اینہم فرمودہ
اند کہ از مجرد اقتران ومجاورت کدامی امر
مشروع بامر ممنوع آں امر علی الاطلاق
غیر مشروع نمیگردد۔

درغنیۃ المستملی دربیان انصات
وقت خطبہ آوردہ ''ولذا ذهب
بعضهم الى ان البعد فى
زماننا من الامام افضل كيلا
يسمع مدح الظلمة لكن
الصحيح ان القرب افضل لما
مر من الحديث والحاصل ان
الدنو فضيلة فلا تترك لا جل

کے ابطال کے لئے فقہاء کا قول
لوکان فی شئی وجوہ کثیرۃ الخ، کا ذکر
کرنا نادانی ہے۔اسلئے کہ اس عمل
میں جس کا استحسان ائمہ دین نے
فرمایا ہے حرمت کی کوئی وجہ ثابت
نہیں۔

ثانیاً۔فقہاء کرام نے یہ بھی
فرمایا ہے کہ کسی امر جائز کا کسی امر
ممنوع سے محض اتصال واقتران علی
الاطلاق اُس امر کو ممنوع قرار نہیں
دیتا۔غنیۃ المستملی میں خطبہ کے وقت
خاموش رہنے کے بیان میں نقل فرمایا۔
''اسی لئے بعض لوگوں کا
مذہب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں
امام سے دور رہنا ہی افضل ہے تاکہ
ظالموں کی مدح وستائش نہ سن سکے۔
لیکن مذہبِ صحیح یہ ہے کہ گذشتہ
حدیث کی بناء پر نزدیکی افضل ہے
حاصل یہ ہے کہ قرب، فضیلت ہے
اس لئے کسی دوسری معصیت کے

مایجاورها من معصیة غیره
کاتباع الجنازة التی معها
نائحة الی آخره"۔

علامہ شامی در ردمحتار در بحث
زیارت قبور آوردہ۔

"قال ابن حجر فی
فتاواه ولا تترک لما یحصل
عندها من منکرات المفاسد
لان القربات لا تترک لمثل
ذلک بل علی الانسان فعلها و
انکار البدع بل ازالتها ان
امکن آه۔

قلت ویؤیده ما مر عن
عدم ترک اتباع الجنازة و
انکان معها نساء نائحات الخ۔

پس اگر جہلہ امور نامشروعہ در بعض مجالس

اتصال سے متروک نہیں ہوگی جیسے
اس جنازہ کے ساتھ چلنا جسمیں نوحہ
کرنے والی عورت ہو الخ۔"

علامہ شامی نے زیارت قبور کی
بحث میں نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ
میں کہا ہے کہ قبور کے پاس جو مفاسد
اور منکرات ہوتے ہیں ان کی بناء پر
ان کی زیارت نہیں چھوڑی جائے گی۔
کیونکہ نیکیاں اس طرح کی چیزوں
سے ترک نہیں کی جاتیں۔ بلکہ آدمی
پر لازم ہے کہ کرے اور ناجائز چیزوں
کو برا سمجھے بلکہ ممکن ہو تو ان کا خاتمہ
کردے الخ۔

میں کہوں گا کہ ماسبق سے اس
بات کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی اس
سے کہ اگر جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے
والی عورتیں ہوں تب بھی جنازہ کا
ساتھ نہیں چھوڑا جائے گا۔

اسلئے اگر کچھ جاہل کسی وقت،

دربعض اوقات قرین این عمل نمایند
بموجب این اقوال اقتران آں امور
خارجہ اصل عمل مولد را حرام نخواہد
ساخت۔

قولہ - دلیل ہشتم آنکہ در
حدیث شریف ست من تشبه
بقوم فهو منهم الیٰ قوله در ہنود
جنم اشٹمی ست کہ دراں تولد کنہیا
حسب اعتقاد شان میشود پیش اہل
بصیرت و بصر ہیچ تفاوت عید مولد باایں
اعیاد نیست الخ۔

اقول -حسب تصریح محققین
مستندین صاحب رسالہ ہم مراد
از تشبیہ ممنوع آنست کہ موافقت
کفار در فعل مخصوص ایشان کہ از
شعار شان باشد نمودہ آید ملا علی
قاری در شرح فقہ اکبر حضرت
امام اعظم رضی اللہ عنہ آوردہ

کسی مجلس میں کچھ ناجائز کام کی
آمیزش کردیں تو بھی ان اقوال کے
بموجب اُن خارجی امور کا اقتران
اصل عمل میلاد کو حرام نہیں بنائے گا۔

قولہ - آٹھویں دلیل یہ ہے
کہ حدیث شریف میں ہے جو کسی
قوم سے تشبہ کرے تو وہ انہیں میں
ہے۔ الی قولہ، ہندوؤں میں جنم اشٹمی
ہے، اس میں ان کے اعتقاد کے
مطابق کنہیا کا جنم ہوتا ہے۔ اہل
بصیرت و بصارت کے نزدیک عید
میلاد اور ان عیدوں میں کوئی فرق
نہیں ہے۔

اقول - صاحب رسالہ کے
محققین اور مستندین کی صراحت کے
مطابق بھی ممنوع تشبیہ سے یہ مراد ہے
کہ کفار سے یکسانیت اُن کے اس فعل
میں پیدا کی جائے جو ان کا شعار ہو۔ ملا
علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں حضرت
امام اعظم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

''اما جواب بعض العلماء فی مقام الانکار لبس هذا الکسوۃ بان لبس القلنسوۃ الازبکیۃ ایضا بدعۃ فلیس فی محله فانا ممنوعون من التشبه بالکفرۃ و اهل البدعۃ المنکرۃ فی شعارهم لا منهیون عن کل بدعۃ ولوکانت مباحۃ سواء کانت من افعال اهل السنۃ او من افعال اهل البدعۃ فالمدار علی الشعار الیٰ آخرہ''

وہمچناں امریکہ بہ نیت ادائے رسم جاہلیت وبقصد تکلف مشابہت ادا نمودہ شود گو مذموم نباشد داخل تشبیہ ممنوع است۔

پس برائے تضلیل ائمہ اسلام و ابطال شرف ایام ولادت با سعادت حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام متبرک و شریف دانستن آں ایام و

''اس لباس کو پہننے کے انکار کی جگہ بعض علماء کا یہ جواب اپنے محل میں نہیں ہے کہ اُزبکی ٹوپی پہننا بھی بدعت ہے ۔کیونکہ ہمیں کفار اور بدعتِ سیئہ والوں کے شعار میں تشبہ سے روکا گیا ہے نہ کہ ہر بدعت سے خواہ وہ مباح ہی کیوں نہ ہو یا خواہ وہ اہل سنت کا فعل ہو یا اہل بدعت کا توحکم کامدار شعار پر ہے۔

یونہی جو کام جاہلی رواج کی ادائیگی اور اس سے مشابہت کے ارادہ سے کیا جائے بھلے مذموم نہ ہو ممنوع تشبیہ میں داخل ہے۔

اس بنا پر ائمہ اسلام کو گمراہ، اور حضرت سید الانام ﷺ کے زمانۂ ولادت کے شرف کو باطل قرار دینے کے لئے مقصود میلاد، شکر نعمت کے ارادہ سے ، حضرت سید الرسل کے حالات وفضائل کا تذکرہ کرکے،

اظہار فرحت وسرور بذکر احوال وفضائل حضرت سید رسل و ایصال ثواب تلاوت قرآن مجید و دعوات اخوان و ادائے دیگر صدقات وقربات را بقصد شکر نعمت کہ عمل مولد عبارت ازاں ست داخل وعید ''من تشبه بقوم فهو منهم ولیس منا'' پرداختن وبایں کلمۂ شیطانیہ کہ ما بین ایں عمل وجنم اشٹمی ہنود کہ در ان تولد کنہیا حسب اعتقاد ایشان می شود ہیچ تفاوت نیست تفوہ ساختن قولی ست باطل وقبیح و امرے ست لغو وفضیح اگر کسی اعیاد کفار را مانند جنم کنہیا ومہر جان وغیرہ عید میگردانید البتہ در رد آں ذکر وعید فهو منهم ولیس منا می رسید حالانکہ مشرف دانستن ایام ولادت باسعات و اظہار سرور و

قرآن مجید کی تلاوت کا ایصال ثواب اور دوستوں کی دعوت کر کے ،نیز دیگر عبادات وصدقات کی ادائیگی کر کے اُن ایام کو متبرک اور شرف والا سمجھنے کو فرحت وسرور کا اظہار کرنے کو ''من تشبه بقومٍ فهو منهم ولیس منا'' کی وعید میں داخل کرنے کا چکر چلانا اور یہ شیطانی بولی بولنا کہ اس عمل میلاد اور ہندوؤں کی اُس ''جنم اشٹمی'' میں کوئی فرق نہیں جس میں ان کے اعتقاد کے مطابق کنھیا کا جنم ہوتا ہے ۔ باطل و قبیح بات اور لغو ورسوا کن امر ہے ۔ اگر کوئی ''کنہیا جنم'' اور ''مہرجان'' جیسی کفار کی عیدوں کو اپنی عید بنالے تو بلاشبہ اس کی تردید میں ''فهو منهم ولیس منا'' کی وعید ذکر کرنے کا حق ہے۔ حالانکہ ولادت باسعادت کے ایام کو مشرف جاننا اور خاتم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے فرحت

فرحت بذکر احوال خاتم رسالت ﷺ نہ از اعمال شعار نصاریٰ و ہنود ست و نہ ادائے رسم کفار و جہالت ازاں مقصود ست۔

و از انجا کہ اضراب صاحب رسالہ بے آنکہ بفہم سخن رسند برائے تکفیر اہل اسلام اکثر ذکر ایں حدیث میکنند دریں جا مثالے از اربعین اسحاقیہ می نویسم در مسئلہ چھو چک کہ رسم اہل ہند ست نوشتہ۔

''فرستادن جنس و غلہ وغیرہ از طرف نانہال مولود اگر بہ نیت صلۂ رحم باشد جائز ست الیٰ قولہ و اگر نیت ادائے رسم جہالت باشد جائز نیست کہ دراں تشبیہ برسم ہنود لازم خواہد آمد و آن درست نیست قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من تشبہ بقوم فھو منھم الیٰ آخرہ''

وسرور کا اظہار کرنا۔ نہ تو عیسائیوں اور ہندوؤں کا شعار ہے نہ کفار کے رواج کی ادائیگی نہ ہی اس سے کسی جاہلی رسم کا قصد ہے۔

چونکہ صاحب رسالہ کے ہمنوا حضرات، بات سمجھے بغیر اہل اسلام کی تکفیر کے لئے اکثر اس حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں اس لئے یہاں ''اربعین اسحاقیہ'' سے ایک مثال نقل کررہا ہوں۔

ہندوؤں کی ایک رسم ''چھو چک'' کے مسئلہ میں لکھا ہے۔

''پیدا شدہ بچے کی نانہال کے طرف سے غلہ اور سامان، صلہ رحمی کی نیت سے بھیجنا جائز ہے، الی قولہ اور اگر نیت رسم جہالت کی ادائیگی ہو تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں رسم ہنود سے مشابہت لازم آئیگی جو درست نہیں ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے ''جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں ہے الخ''۔

باید دید کہ امر واحد یعنی طریقۂ مروّجہ چھو چک را بہ یک نیت کہ از قسم خیرست داخل تشبیہ نہ ساختہ و بہ نیت ادائے رسم جہالت حکم بلزوم تشبیہ نمودہ بادخال در وعید من تشبہ بقوم فھو منھم پرداختہ و تفصیل عدم لزوم تشبیہ کفار دریں عمل و ممکن نبودن اندراج ایں عمل دراں وعید در جواب تحریر برادر بزرگ خواہد آمد۔

قولہ۔ دلیل نہم آنکہ در حدیث شریف ست الامور ثلثۃ امر تبین لك رشدہ فاتبعہ و امر تبین لك عیبہ فاجتنبہٗ الیٰ قولہ و عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

دیکھنا چاہئے کہ ایک ہی رائج طریقہ ''چھو چک'' کو خیر کی نیت کی بنا پر داخل تشبیہ نہیں کیا، اور رسم جہالت ادا کرنے کی نیت سے لزوم تشبیہ کا حکم دیا اور ''من تشبہ بقوم فھو منھم الخ کی وعید میں داخل گردانا -- اور اس بات کی تفصیل کہ اس عمل میلاد میں کفار سے مشابہت لازم نہیں اور اس کا اس وعید میں اندراج ممکن نہیں صاحب رسالہ کے بڑے بھائی کی تحریر کے جواب میں آئے گا۔

قولہ نویں دلیل حدیث شریف میں ہے۔

امور کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جس کا رشد ظاہر ہو اس کی پیروی کرو دوسرے وہ جس کا عیب ظاہر ہو اس سے بچو۔ الی قولہ۔ حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قال سمعت رسول الله صلی
الله علیه وسلم یقول ان
الحلال بین والحرام بین و
بینهما مشتبهات الخ۔

اقول- جمہور محققین ائمہ دین
کہ مستند صاحب رسالہ ند در شروح
حدیث تصریح فرمودہ اند کہ اصل در
اشیاء حلت وا باحت است پس
چیز یکہ از شارع دلیل تحریم برآن قائم
نباشد داخل حلال بین ست پس
استدلال بایں احادیث بے فہم معانی و
بے دیدن شروح حدیث درست نیست
ملا علی قاری علیہ الرحمۃ در مرقاۃ شرح
مشکوٰۃ شریف فرمودہ الحلال بین ای
واضح لا یخفیٰ حله بان ورد
نص علی حله او مهدا صل یمکن
استخراج الجزئیات

وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم
ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ
حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر ہے اور
دونوں کے بیچ مشتبہات ہیں۔

اقول- صاحب رسالہ کے
بھی مستند جمہور محققین اور ائمہ دین
نے حدیث کی شرحوں میں صراحت
فرمائی ہے کہ اشیاء میں اصل حلت و
اباحت ہے۔ تو جس چیز کی حرمت
پر شارع کی جانب سے دلیل قائم نہ
ہو وہ حلال بیّن میں داخل ہے۔ اس
لئے معنی سمجھے بغیر، حدیث کی شرحوں
کو دیکھے بغیر ان احادیث سے
استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ ملا
علی قاری علیہ الرحمہ مرقات شرح
مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں۔
حلال بین ہے یعنی واضح ہے
اس کی حلت مخفی نہیں کیونکہ اس کی
حلت پر یا تو نص وارد ہے یا اصل
موجود ہے جس سے جزئیات کا

منه کقوله تعالیٰ خلق لکم ما
فی الارض جمیعا فان اللام
للنفع فعلم ان الاصل فی
الاشیاء الحل الا ان یکون فیه
مضرة والحرام بین ای ظاهر
لا یخفیٰ حرمته بان ورد فیه
نص علیٰ حرمته و بینهما
مشتبهات ای امور ملتبسة
لکونها ذات جهة الیٰ کل من
الحلال و الحرام الخ۔

و نیز ملا علی قاری در مرقاۃ
بذیل حدیث شریف وسکت عن
اشیاء عن غیر نسیان فلا
تبحثوا عنها فرمودہ۔

دل علی ان الاصل فی الاشیاء
الاباحة کقوله تعالیٰ هو الذی

استخراج ممکن ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا
قول ”اس نے تمہارے نفع کے لئے
زمین کی ساری چیزوں کو پیدا فرمایا
کیونکہ لام نفع کے لئے ہے اسی سے
معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل حلت
ہے الا یہ کہ اس میں کوئی ضرر ہو اور
حرام ظاہر ہے یعنی اس کی حرمت مخفی
نہیں کیونکہ اس کی حرمت پر نص
وارد ہے۔ اور دونوں کے درمیان
مشتبہات ہیں یعنی حلال و حرام
دونوں رخ رکھنے کی بناء پر انکی حلت
وحرمت میں اشتباہ ہے۔

ملا علی قاری نے مرقات میں
اس حدیث کے تحت تحریر کیا ہے کہ:
”بے بھولے بعض چیزوں
سے سکوت فرمایا تو اس کی چھان بین
مت کرو۔

حدیث میں اس بات پر
دلالت ہے کہ اشیاء میں اصل
اباحت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس
قول میں ہے کہ ”وہی وہ ذات ہے

خلق لكم ما في الارض جميعا الخ۔

و نیز در مرقاۃ در کتاب الاطعمہ بذیل حدیث ماسكت عنه فهو مما عفا عنه نوشته۔

فيه ان الاصل في الاشياء الاباحة الخ۔

دریں جا باید دانست کہ طائفہ ہوائیہ را کیدے دگر ست و آن اینکہ اشیائے را کہ در کتاب و سنت تحریم و منع آں مفقود ست بلکہ قول مجتہدے ہم در تحریم بلکہ کراہت آں غیر موجود باوجود اندراج در مندوبات شریعت و نبودن ہیچگونہ مزاحمت گاہی داخل حرام بین و گاہی داخل مشتبہات میسازند و اصل در اشیاء حرمت می انگارند و بمسئلہ متعلقہ قبل بعثت دست می زنند

جس نے تمہارے فائدہ کے لئے زمین کی ساری چیزوں کو پیدا فرمایا"

نیز مرقات کتاب الاطعمہ میں حدیث "جس سے سکوت ہے وہ معاف ہے" کے تحت فرمایا "اس میں دلالت ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔"

یہاں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس نفس پرست گروہ کی ایک اور مکاری ہے اور وہ یہ کہ جن چیزوں کی حرمت وممانعت کتاب وسنت میں نہیں ہے بلکہ کسی مجتہد کا قول بھی اس کی حرمت بلکہ کراہت میں موجود نہیں وہ چیزیں شریعت کے مستحبات میں مندرج بھی ہیں۔ شریعت سے کسی بھی طرح مزاحم بھی نہیں انہیں کبھی تو وہ حرام ظاہر میں اور کبھی مشتبہات میں داخل کرتے ہیں اور اشیاء میں اصل حرمت سمجھتے ہیں نیز مسائلِ قبلِ بعثت کو ہاتھ لگاتے ہیں۔

و برائے اثبات مدعائے خود بعض عبارات مبہمہ مجملہ از نافہمی نقل می کنند اگر دریں مقام بغایت اختصار بایں بحث ہم اشعار رود مضائقہ ندارد۔

براہل تحقیق مخفی نیست کہ بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدلائل کتاب و سنت، اصل حلت و اباحت ست اما بحسب فطرت پس در آنہم بمذہب جمہور حنفیہ وشافعیہ مختار اباحت ست و اگر کسی را دریں تحقیق اشتباہ رو دادہ محققین بر قولش پرداختہ اند علامہ شامی در رد المختار حاشیہ در مختار در اعتراض بر قول در مختار و جواب از طرف صاحب ہدایہ فرمودہ۔

الاول ان ما مر عن الهداية ليس مبنيا على ان الاصل الاباحة لان الخلاف المذكور فيه انما هو قبل ورود الشرع

اگر یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ اس بحث کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اہل تحقیق پر پوشیدہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کتاب وسنت کی دلیلوں سے اشیاء میں اصل اباحت ہے لیکن باعتبار فطرت بھی جمہور احناف و شوافع کے مذہب مختار میں اصل اباحت ہے اور اگر کسی کو اس تحقیق میں اشتباہ ہوا تو محققین نے اس کی تردید کر دی ہے۔ علامہ شامی رد المختار حاشیۂ در مختار میں در مختار کے قول پر اعتراض کرتے ہوئے صاحب ہدایہ کی جانب سے جواب میں فرماتے ہیں۔

"پہلی بات، ہدایہ کا جو قول گذرا اس کا مدار اس پر نہیں کہ اصل اباحت ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں مذکورہ اختلاف ورود شریعت سے

و صاحب الهداية انما اثبت الاباحة بعد ورود الشرع بمقتضى الدليل يعنى ان مقتضى الدليل اباحتها لكن تثبت العصمة بعارض وقد صرح بذلك فى اصول البزدوى حيث قال بعدورود الشرع الاموال على الاباحة بالاجماع ما لم يظهر دليل الحرمة لا ن الله تعالى اباحها بقوله جعل لكم ما فى الارض جميعا الخ وہمدران است الرابع ان نسبة الا باحة الى المعتزلة مخالف لما فى كتب الا صول ففى تحرير ابن الهمام المختار الا باحة عند جمهو رالحنفية والشافعية آه وفى شرح اصول البزدوى للعلامة الاكمل

پہلے کا ہے۔ اور صاحب ہدایہ نے اباحت کا اثبات ورودِ شریعت کے بعد، دلیل کی اقتضاء سے کیا ہے یعنی دلیل کی اقتضاء اس کی اباحت ہے لیکن عصمت کا ثبوت عارض کی بناء پر ہے۔ اصول بزدوی میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ورودِ شریعت کے بعد اور دلیل حرمت کے ظہور سے پہلے بطور اجماع اموال اباحت پر محمول ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قول "جعل لکم ما فی الارض جمیعا" سے مباح فرمایا ہے۔ "چوتھی بات یہ ہے کہ معتزلہ کی جانب اباحت کی نسبت کرنا اصول کی کتابوں میں مذکور اقوال کے خلاف ہے۔ ابن ہمام کی تحریر میں ہے کہ جمہور احناف و شوافع کے نزدیک مذہب مختار اباحت ہے۔ علامہ اکمل کی شرح اصول بزدوی میں ہے

قال اكثر اصحابنا واكثر اصحاب الشافعى ان الا شياء التى يجوز ان ير د الشرع باباحتها وحرمتها قبل وروده على الا باحة وهى الاصل فيها حتىٰ ابيح لمن لم يبلغه الشرع ان يأ كل ما شاء واليه ا شار محمد وهو قول الجبائى وا صحاب الظاهر وقال بعض اصحابنا و بعض اصحاب الشافعى و معتزلة بغداد انها على الحظر وقالت الا شعرية وعامة اهل الحديث انها على الوقف حتى ان من لم يبلغه الشرع يتوقف ولا يتناول شيئاً فان تناول لم يوصف فعله بحل ولا حرمة

"ہمارے اور شوافع کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ وہ چیزیں جن کی اباحت یا حرمت دونوں میں شریعت کا ورود ممکن ہے وہ ورود شریعت سے پہلے پہلے اباحت پر محمول ہوں گی اور یہی ان میں اصل ہے۔ یہاں تک کہ شریعت جس آدمی تک نہیں پہونچی اسکے لئے کچھ بھی کھانا مباح ہے۔ امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبائی اور اصحاب ظواہر کا یہی قول ہے اور ہمارے اور امام شافعی کے بعض اصحاب اور بغداد کے معتزلہ نے کہا ہے کہ وہ ممنوع ہیں، اشاعرہ اور عام اہل حدیث کا کہنا ہے کہ ان کا حکم توقف ہے یہاں تک کہ جس آدمی تک شریعت نہ پہونچے وہ کچھ نہ تناول کرے توقف کرے۔ اور اگر کچھ تناول کیا تو اس کا فعل حلت وحرمت سے متصف نہیں ہوگا۔

وقال عبد القاهر البغدادی
تفسیر ہ لا یستحق ثوابا ولا
عقابا والیه مال الشیخ ابو
منصور الخ۔

عبدالقاہر بغدادی نے کہا ہے کہ اس
کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ثواب یا عقاب
کا حق دار نہ ہوگا۔ شیخ ابو منصور کا
رجحان ادھر ہی ہے۔الخ۔

قولہ دلیل دہم آنکہ فی
مجالس الابرار انہ روی
عن المعذور بن سوید ان
عمر صلی فی طریق مکة ثم
رأی الناس یذھبون مذھباً
الخ۔

قولہ-دسویں دلیل یہ ہے کہ
مجالس الابرار میں ہے معذور ابن
سوید سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
مکہ کی راہ میں نماز ادا کی پھر لوگوں کو
دیکھا کہ وہ کہیں جارہے ہیں۔

اقول اولاً کہ تبرک بمواضع
متبرکہ محبوبان حق سبحانہٗ خصوصاً مساجد
ومشاہد و آبار و آثار آنحضرت
ﷺ از جمہو رصحابہ و تابعین

اقول- اولاً حق سبحانہ کے
محبوب بندوں کے مقامات سے،
بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
کوؤں، مسجدوں، مشہدوں سے
تبرک حاصل کرنا جمہور صحابہؓ وتابعین

ودیگر ائمہ دین از سلف تا خلف ثابت و
صحیح ست پس یک دو قول را کہ موہم
خلاف آن باشند پیش آوردن و آنرا
دلیل قاطع برائے تضلیل ائمہ دین از
مجوزین عمل مولد دانستن دلیلے ست
قاطع بر سفاہت صاحب رسالہ۔

اور سلف سے لیکر خلف تک دوسرے
ائمہ دین سے ثابت اور صحیح ہے۔
اسلئے ایک دو ایسے قول کو پیش کرنا جو
اس کے مخالف کا وہم پیدا کرے۔
اور اسے عمل میلاد کو جائز قرار دینے
والے ائمہ دین کی گمراہی کی دلیل
قطعی بنانا صاحب رسالہ کی بے وقوفی
پر دلیل یقینی ہے۔

امام بخاری در صحیح خود آوردہ

حدثنا محمد بن ابی
بکر المقدمی قال نا فضیل
بن سلیمان قال نا موسی
بن عقبة قال رأیت سالم بن
عبداللّٰہ یتحری اماکن من
الطریق فیصلی فیھا
ویحدث ان اباہ کان

امام بخاری نے اپنی صحیح میں
ذکر کیا ہے۔
"محمد ابن ابی بکر مقدمی نے ہم
سے، فضیل بن سلیمان نے اُن سے
اور موسیٰ ابن عقبہ نے فضیل ابن
سلیمان سے حدیث بیان کی۔ وہ
کہتے ہیں کہ میں نے سالم ابن عبد
اللہ کو راستہ کی کچھ جگہوں کو تلاش کرکے
وہاں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور
وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد ان
مقامات پر نماز ادا کرتے تھے

يصلي فيها وانه رأى النبي
صلى الله عليه وسلم يصلي في تلك الا مكنة
الحديث۔

علامہ عینی درشرح صحیح بخاری
آوردہ الوجه الثاني في بيان
وجه تتبع عبدالله ابن
عمر رضي الله عنهما
المواضع التي صلى فيها
رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو انه كان
يستحب التتبع لآ ثارا لنبي
صلى الله عليه وسلم االتبرك
بها ولم يزل الناس يتبركون
بمواضع الصالحين الخ۔

درصحیح مسلم مروی ست کہ گفت
حضرت ابن مالك رضي الله
عنه اصابني في بصري شيء
فبعثت الى النبي ﷺ اني
احب ان تأتيني

اور انہوں نے وہاں نبی ﷺ کو نماز
پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں
لکھتے ہیں:

"دوسری وجہ اس بات کے
بیان میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن
عمر رضی اللہ عنہ ان جگہوں کی جستجو
کیوں کرتے تھے جہاں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی
وجہ یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے
آثار کی تلاش اور اس سے برکت کی
تحصیل مستحب سمجھتے تھے اور مقامات
صالحین سے لوگ برکت حاصل کرتے
چلے آئے ہیں الخ۔

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ
حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میری بینائی میں کچھ خلل
ہوگیا تو میں نے ایک صاحب کو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا
کہ میری خواہش ہے کہ حضور میرے
یہاں تشریف لائیں اور میری خاطر

وتصلي لي في منزلي فا تخذه
مصلى وفي روا ية فخط لي
خطا۔

امام نووی درشرح آوردہ۔

اي اعلم لي على موضع لا
تخذه مسجدا اي موضعا
اجعل صلوتي فيه متبركا
بآثارك وفي هذا الحديث
انواع من العلم ففيه التبرك
بآثار الصالحين الخ۔

شعرانی مستند صاحب رسالہ
وامثالش درکشف الغمہ آوردہ۔

وكانت الصحابة رضي
الله عنهم يتتبعون آثار
رسول الله صلى الله عليه
وسلم فكل مكان صلى فيه
يصلون فيه حتىٰ كان ابن
عمر رضي الله عنهما

میرے گھر میں نماز ادا کردیں تا کہ
اسی جگہ کو میں نماز کے لئے مقرر
کرلوں۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ آپ میرے لئے نشان کھینچ دیں"

امام نووی شرح میں لکھتے ہیں:

"یعنی کسی جگہ نشان لگادیجئے
جسے میں مسجد یعنی نماز کی ادائیگی کا
مقام بنالوں اور آپ کے آثار سے
برکت حاصل کروں، اس حدیث میں
کئی طرح کے علوم ہیں، صالحین کے
آثار سے برکت حاصل کرنا بھی الخ۔

صاحب رسالہ اور اس جیسے
لوگوں کے مستند امام شعرانی نے
کشف الغمہ میں لکھا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے آثار کی جستجو کیا کرتے تھے
اور ہر اُس جگہ نماز ادا کرتے تھے
جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تو

لم يزل يتعاهد شجرة ما
يسقي فقيل له في ذلك فقال
رأيته صلی اللہ علیہ وسلم نزل تحتها مرة
فاني اتعاهدها حتى لا
تيبس الخ۔

در جذب القلوب آوردہ واز
انجملہ آنست کہ زیارت مساجد نبویہ و
تتبع آثار محمدیہ کہ در اثنائے طریق
واقع ند و در بیان مساجد ماثورہ
مذکورہ شدند لازم وقت داند الخ۔

شاہ ولی اللہ دہلوی در ہمعات در
بحث طہارت نوشتہ اند۔

حقیقت طہارت منحصر نیست در
غسل ووضو بلکہ بیسار چیز ہا

ایک درخت کے پاس آکر اسے پانی
دینے کی عادت بنالی تھی اور جب
ان سے دریافت کیا گیا تو بتایا کہ
میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا ہے کہ اس کے نیچے ایک بار
انہوں نے اقامت فرمائی تو میں نے
اس درخت کے نیچے آکر اسے
سیراب کرنے کی عادت اسلئے بنالی
ہے کہ کہیں وہ خشک نہ ہوجائے

"جذب القلوب میں منقول
ہے کہ: ان تمام باتوں میں ایک یہ
ہے کہ ماثور مساجد کے بیان میں
مذکور راستہ میں واقع آثار محمدیہ و
مساجد نبویہ کی جستجو اور زیارت وقت
کی ضرورت سمجھے الخ"

شاہ ولی اللہ دہلوی ہمعات
کے اندر طہارت کی بحث میں لکھتے
ہیں کہ:

"حقیقت طہارت غسل و وضو
میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ بہت ساری

در حکم وضوو غسل ہستند چنانکہ صدقہ
دادن وفرشتگان و بزرگان را بخوبی یاد
کردن و در مواضع متبرکہ و مساجد
معظّمہ و مشاہد سلف صالح معتکف
شدن الخ۔

در تفسیر عزیزی فرمودہ وبرکت در
کلام و انفاس و افعال در مکانات
ایشان وہم صحبتان و اولاد ونسل
ایشان و زیارت کنندگان ایشان پے
در پے ظاہر میگردد الخ۔

وہمدران ست سیوم آنکہ بعض
مواضع متبرکہ مورد نعمت ورحمت الہی
گشتہ اندیا بعض خاندانہائے قدیم
اہل صلاح وتقوی خاصیتی پیدا کردہ
اند کہ در آنہا احداث توبہ نمودن و
طاعات بجا آوردن موجب سرعت
قبول وثمرات نیک می باشد الخ۔

بالجملہ استحسان تبرک

چیزیں غسل ووضو کے حکم میں ہیں
مثلاً صدقہ دینا، فرشتوں اور بزرگوں
کو بہ خوبی یاد کرنا متبرک مقامات اور
باعظمت مساجد اور سلف صالحین کے
مشاہد میں معتکف ہونا الخ"

تفسیر عزیزی میں فرمایا ہے
"ان کی ذات، ان کے مکانات اُن
کے افعال ان کی گفتگو، ان کے
مصاحبین، ان کی اولاد ان کی نسل اور
ان سے ملاقات کرنے والوں کے
اندر مسلسل برکتوں کا ظہور ہوتا ہے"

اسی میں ہے "سوم یہ کہ بعض
مقامات متبرکہ اللہ کی نعمت اور رحمت
کے ورود کا محل بن گئے ہیں یا بعض
قدیم اربابِ صلاح وتقویٰ کے
خانوادوں میں کچھ خاصیت پیدا
ہوگئی ہے کہ ان کے درمیان توبہ کرنا،
اطاعت بجالانا جلد قبولیت اور نیک
نتائج کا موجب ہیں۔

الحاصل مقامات متبرکہ سے
برکت حاصل کرنا برکت کے حصول

بمواضع متبرکہ واداۓ عبادات بہ
نیت حصول برکت از سلف و خلف
ثابت ست

وثانیاً قطع نظر از دیگر آثار صریحۂ
صحیحہ ہمیں اثر منقول از مجالس دلالت
میدارد بر استحسان تبرک بمشاہد و
مساجد آنحضرت ﷺ از صحابہ و
تابعین کہ دراں لفظ "رأی الناس
یذھبون" موجود ونبودند ناس دراں
وقت مگر صحابہ وتابعین پس چگونہ عمل
آنحضرات کرام را موجب ضلالت
اعتقاد کردہ شود و بنا بر قیاس بر آن حکم
مولد ہم ہمان قرار دادہ آید کسیکہ بسیرو
مطالعۂ کتب حدیث وفقہ مشرف ست
مفاد ایں لفظ نیک میداند درینجا یکدو
مثال مذکور می کنم علامہ عینی در شرح صحیح
بخاری شریف در باب صدقۃ الفطر
آوردہ۔

کی نیت سے وہاں عبادت ادا کرنا
سلف وخلف سے ثابت ہے۔

ثانیاً دوسرے صریح وصحیح آثار
سے قطع نظر مجالس الابرار کی یہی
مذکورہ حدیث اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے مشاہد ومساجد سے برکت حاصل
کرنا صحابہ و تابعین کے نزدیک
مستحسن ہے کیونکہ اس میں لفظ
"رأی لناس یذھبون"
موجود ہے اور اس زمانہ میں یہ لوگ
تو صحابہ یا تابعین ہی تھے۔ پھر کس
طرح ان کے عمل کو گمراہی کا موجب
سمجھا جائے گا۔ اور اس پر قیاس کر
کے میلاد کا وہی حکم قرار پائے گا۔

جو آدمی فقہ وحدیث کی کتابوں
کے مطالعہ کا شرف رکھتا ہے اس لفظ
کا مفاد خوب سمجھتا ہے یہاں ایک دو
مثال ذکر کر رہا ہوں علامہ عینی، نے صحیح
بخاری شریف کی شرح میں صدقۃ
الفطر کے بیان میں نقل فرمایا ہے۔

قال ابوداؤد عن ابی
سعید الخدری رضی اللہ عنہ
قال کنا نخرج اذا کان فینا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم زکوٰۃ الفطر عن کل صغیر
و کبیر حر ومملوک صاعا من
طعام اوصاعا من اقط
اوصاعا من شعیر اوصاعاً
من تمر اوصاعا من زبیب فلم
نزل نخرجہ حتی قدم معاویۃ
حاجا او معتمراً فکلم الناس
علی المنبر فکان فیما کلم
الناس ان قال انی اری مدین
من بر الشام صاعاً من تمرٍ
فاخذ الناس بذلك قال ابو
سعید فاما انا فلا ازال اخرجہ
ابداما عشت قال النووی

"حضرت ابوداؤد نے حضرت
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کر
کے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
موجودگی میں ہر صغیر وکبیر، آزاد غلام
کی طرف سے صدقۂ فطر ایک صاع
کھانا، یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع
جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع
کشمش نکالا کرتے تھے۔ یہاں
تک کہ عمرہ یا حج کے لئے حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منبر پر
لوگوں سے بات چیت کی ان کی
گفتگو میں یہ بات بھی تھی کہ انہوں
نے فرمایا "میرا خیال ہے کہ دو مد
شامی گیہوں یا ایک صاع کھجور ہے۔
لوگوں نے اسی کو اخذ کر لیا۔ حضرت ابو
سعید خدری نے کہا کہ لیکن میں تا
حیات وہی نکالتا رہا۔ امام نووی نے فرمایا

هذا الحدیث معتمد ابی حنیفة ثم قال انه فعل صحابی ای معاویة رضی الله تعالیٰ عنه وقد خالفه ابو سعید و غیره من الصحابة ممن هو اطول صحبة و اعلم بحال النبی صلی الله علیه وسلم قلنا ان قولهٔ فعل صحابی لا یمنع لانه قد وافقه غیره من الصحابة الجم الغفیر بدلیل قوله فی الحدیث فاخذ الناس و لفظ الناس للعموم فکان اجماعا فلا یضر مخالفة ابی سعید رضی الله تعالیٰ عنه لذلك الخ ۔

در غنیۃ المستملی در بحث عدم استحباب قنوت در غیر وتر آوردہ۔

کہ اسی حدیث پر امام ابو حنیفہ کا اعتماد ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ ایک صحابی یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جس کی مخالفت حضرت ابو سعید خدری اور دیگر اُن صحابۂ کرام نے کی ہے جو نسبتاً عرصۂ دراز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے ہیں اور ان کے حالات سے نسبتاً زیادہ آشنا ہیں۔ ہم کہیں گے کہ ان کا قول "فعل صحابی" مانع نہیں ہے کیونکہ ان کی موافقت ان کے علاوہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے کردی ہے جس کی دلیل حدیث میں راوی کا قول "فاخذ الناس" ہے لفظ ناس عموم کیلئے ہے تو اجماع ہوگا اس لئے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی مخالفت مضر نہیں ہوگی۔ الخ"

غنیۃ المستملی میں وتر کے علاوہ قنوت کے عدم استحباب کے بیان میں منقول ہے :

و اخرج عن علی رضی الله عنه انه لما قنت فی الصبح انکر الناس علیه فقال استنصر نا علی عدو نا و فیه انه کان منکرا عند الناس ولیس الناس اذ ذاك الا الصحابة والتابعین رضی الله عنه الخ.

بالجملہ امر یکہ از صحابہ و تابعین و دیگر ائمہ دین مروی باشد بہ جہت خلاف کدامی روایت در مسائل فرعیہ آنرا ضلالت قرار دادن والزام ضلالت برائمۂ امت نہادن محض ضلالت ست۔

وثالثاً ایں امر معارض ست دیگر آثار معروفہ کہ مثبت اہتمام حضرت

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب انہوں نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھا تو لوگوں نے ناپسند کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے دشمن کے خلاف نصرت وحمایت طلب کی ہے۔ اس میں اس کا بیان ہے کہ نماز صبح میں قنوت پڑھنا، لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ عمل تھا اور لوگ تو اس وقت صحابہ تھے یا تابعین۔"

الحاصل وہ امر جو صحابہ، تابعین اور دیگر ائمۂ دین سے مروی ہو۔ اسے فرعی مسائل میں کسی روایت کے خلاف ہونے کی بناء پر گمرہی قرار دینا اور ائمۂ امت پر گمراہی کا الزام رکھنا خالص گمراہی ہے۔

ثالثاً - یہ بات ان دیگر معروف آثار کے معارض ہے جس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت

امیر المؤمنین فاروق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ بزیارت آنحضرت و مساجد و
مشاہد آنحضرت ہستند۔

درجذب القلوب آوردہ کہ روزے
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بزیارت
مسجد قبا آمد فرمود سوگند بخدا پیغمبر خدا را
دیدم کہ با اصحاب خود سنگ برائے
بنائے ایں مسجد می کشید واللہ اگر ایں
مسجد در طرفے از اطراف عالم می بود
چہ جگر ہائے شتران کہ در طلب او نمی
زدیم پس شاخہائے خرما طلبیدہ و
جار و بے بربست و تنظیف خس و
خاشاک نمود الخ۔

و نیز در جذب القلوب آوردہ کہ
چون امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ فتح
شام کرد با اہل بیت مقدس مصالحہ نمود

امیر المؤمنین فاروق رضی اللہ عنہ
آنحضرت اور ان کے مساجد و مشاہد
کی زیارت کا اہتمام کرتے تھے۔
جذب القلوب میں نقل کیا ہے
کہ ''ایک روز امیر المؤمنین عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ مسجد قبا کی زیارت کے
لئے آئے اور فرمایا کہ قسم خدا کی
میں نے پیغمبر خدا ﷺ کو اس مسجد کی
تعمیر کے لئے اپنے اصحاب کے
ساتھ پتھر اٹھاتے دیکھا ہے۔ واللہ
اگر یہ مسجد دنیا کے کسی دور دراز گوشہ
میں بھی ہوتی تو اس کی طلب میں
سفر کی صعوبت برداشت کر کے ہم
جاتے۔ پھر کھجور کی شاخ طلب کی
اور جھاڑو بنا کر خس و خاشاک کو
صاف فرمایا۔''

نیز جذب القلوب میں
منقول ہے کہ جب امیر المؤمنین عمر
رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح فرمایا اور
بیت المقدس والوں کے ساتھ

کعب احبار آمد و بشرف اسلام مشرف
شد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ را
باسلام او غایت فرح و سرور دست داد
در وقت رجوع باوی گفت یا کعب
خواہی کہ با ما بہ مدینہ آئی و زیارت سید
انبیاء کنی ﷺ گفت نعم یا امیر
المؤمنین انا افعل ذلک بعد از
قدوم بمدینۂ مطہرہ اول کاری کہ
عمر رضی اللہ عنہ کرد سلام پیغمبر بود
ﷺ الخ۔

ورابعاً بر تقدیر سلامت از معارضہ ہم
ازیں اثر بطلان فضیلت و استحباب و
تطوعیت تبرک بآثار و مشاہد نبویہ علی صاحبہا
الصلوٰۃ و السلام وضلالت معتقد آں کہ
مزعوم اسماعیلیہ است ثابت نیست

مصالحت کی تو حضرت کعب احبار
آئے اور شرفِ اسلام سے مشرف
ہوئے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو
ان کے اسلام لانے سے انتہائی
فرحت و مسرت حاصل ہوئی لوٹتے
وقت ان سے بولے اے کعب آپ
ہمارے ساتھ مدینہ چل کر سید الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا
چاہیں گے؟ تو انہوں نے کہا ہاں
اے امیر المؤمنین میں ایسا ہی کروں
گا۔ مدینہ مطہرہ آمد کے بعد حضرت
عمر رضی اللہ نے پہلا کام جو کیا وہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
سلام پیش کرنا تھا۔

رابعاً - اس اثر کے معارضہ
سے سلامتی کی تقدیر پر بھی
حضور ﷺ کے آثار و مشاہد سے
تحصیل برکت کے استحباب کا بطلان
اور اس کے معتقد کی اسماعیلیوں کے
خیال خام کے مطابق گمراہی کا

که بعض ائمه کرام در ابتداء شیوع
اسلام براہتمام والتزام بسیاری از
ابواب خیرو مستحبات و تطوعات
وبرائے اعلام وتمیز احکام انکار فرموده
اند باوجود یکه جمهور محققین ائمهٔ دین
قائل و معتقد استحسان وفضیلت بلکه
مداومت ہمان امور خیر بوده اند پس
غرض تعلیم آنست که کسے آں را از
عبادات مفروضه وواجبه نه انگارد
چنانکه لفظ فلا یعتمدها دریں
اثر ہم دلالت برآں دارد۔

علامه عینی در شرح صحیح بخاری بعد
ذکر استمرار ناس از عہد صحابه وتابعین بر
تبرک بمواضع صالحین فرموده ۔

قالوا اما ما روی

ثبوت نہیں ہوگا۔ اسلئے کہ بعض ائمہٴ
کرام نے احکام میں امتیاز کیلئے،
اشاعتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ
میں، بہت ساری بھلائیوں اور
مستحبات ونوافل کے اہتمام والتزام
کا انکار کیا ہے۔ اس کے باوجود،
جمہور محققین ائمہٴ دین نہ صرف یہ کہ
اُن امور خیر کی فضیلت و استحسان
کے قائل اور معتقد رہے ہیں بلکہ ان
پر مداومت بھی فرمائی ہے۔ پس تعلیم
کا مقصود یہ رہا کہ کوئی انھیں فرض و
واجب عبادات میں نہ شمار کرلے۔
جیسا کہ اسی اثر میں "فلا یعتمدها"
کا لفظ اسی پر دلالت کررہا ہے۔

علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری
میں، صحابہ وتابعین سے لیکر اب تک
صالحین کے مواضع سے لوگوں کے
ہمیشہ برکت حاصل کرتے رہنے کا
ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔

"فقہاء نے فرمایا ہے کہ

عن عمر رضی الله عنه انه
كره ذلك فلا نه خشی ان
يلتزم الناس الصلوة فی تلك
المواضع فيشكل ذلك علی من
ياتی بعدهم ويری ذلك واجبا
وكذا ينبغی للعالم اذا رأی
الناس يلتزمون النوافل
التزاما شديدا ان يترخص
فيها فی بعض المدات و
يتركها ليعلم بذلك انها غير
واجبة الخ۔

درغنیۃ الطالبین آورده قدورد
عن بعض الصحابة انكار
صلوة الضحیٰ فمن ذلك
ماروی ابن المبارك من
اصحابنا باسناده عن ابن
عمر رضی الله عنه

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت
کہ انہوں نے اسے (یعنی راہ مکہ
کے بعض مقامات پر نماز پڑھنے کو)
مکروہ سمجھا وہ اس لئے کہ انھیں خطرہ
لگا کہ اُن مقامات میں اگر لوگ نماز
کا التزام کرلیں گے تو بعد میں آنے
والوں کے لئے مشکل کھڑی ہو
جائے گی اور وہ اسے واجب سمجھ لیں
گے عالم کے لئے یہی مناسب ہے
جب وہ لوگوں کو دیکھے کہ نوافل کا
شدید التزام کررہے ہیں تو بعض
مدوں میں تساہلی برتے اور ترک کر
دے تا کہ معلوم ہو کہ وہ واجب نہیں
ہے۔"

غنیۃ الطالبین میں ہے :

"بعض صحابہ سے نماز چاشت
کا انکار مروی ہے۔ اسی قبیل سے
ہمارے اصحاب میں ابن مبارک
نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی
سند سے روایت کی ہے کہ انہوں

انه قال ما صليت منذ اسلمت الا ان اطوف بالبيت و انها لبدعة و نعمت البدعة و انها لمن احسن ما احدثه الناس وكان ابن مسعود رضی الله عنه يقول فی صلوٰة الضحیٰ يا عباد الله لا تحملو االناس علی مالم يحملهم الله فان كنتم لا بد فا عليها فصلو ها فی بيوتكم وكل هذا لايدّل علی رد ما قد مناذكر ه من الفضائل الواردة فی فعلها انما اراد و ذلك لئلا يشتبه بصلوٰة الفرض فيعتقد الناس وجوبها وليس كل الناس سواءً فی نشاط العبادة فطلبوا التسهيل عليهم الیٰ آخره

نے فرمایا کہ میں نے یہ نماز اسلام لانے کے بعد ادا نہیں کی سوائے اس صورت میں کہ بیت اللہ کا طواف کروں ۔ وہ بدعت ہے اور بڑی اچھی بدعت ہے ۔ لوگوں نے جن چیزوں کی ایجاد کی ہے یہ اُن میں احسن ترین ہے ۔ نماز چاشت کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ۔ خدا کے بندو! لوگوں پر وہ بار نہ رکھو جو ان پر اللہ نے نہیں رکھا ہے اگر تم پڑھنا ہی چاہتے ہو تو گھروں میں پڑھ لو یہ ساری باتیں اُن فضائل کا رد نہیں جو اس کی ادائیگی کے بارے میں وارد ہیں اور جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں ۔ ان کی مراد یہ ہے کہ اس کا فرض نماز کے ساتھ اشتباہ نہ ہو اور لوگ اسکے وجوب کا اعتقاد نہ کریں نشاطِ عبادت میں سب یکساں تو ہیں نہیں ۔ اسلئے انہوں نے اُن پر سہولت چاہی ہے الخ ۔“

قولہ – وكذلك لما بلغه ان الناس يتناولون الشجرة التی بويع تحتها الخ ۔

اقول – از کتب معتمدہ بروایات معتمدہ ظاہر کہ شجرہ کہ بیعت تحت آن شدہ بود مشتبہ گردید و دوکس راہم از حاضرین بیعت اتفاق اجتماع برآن نیفتادہ ۔

در صحیح بخاری شریف آوردہ عن نافع قال قال ابن عمر رضی الله عنه رجعنا من العام المقبل فما اجتمع منا اثنان علی الشجرة التی بايعنا تحتها كانت رحمة من الله الیٰ آخرہ ۔

قولہ – اور یونہی جب فاروق اعظم کو اطلاع ملی کہ لوگ اس درخت کو تناول کرنے لگے ہیں جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی تو انہوں نے اسے کٹوا دیا ۔

اقول – معتمد کتابوں کی قابل اعتماد روایات سے یہ ظاہر ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت ہوئی تھی وہ مشتبہ ہوگیا تھا اور حاضرین بیعت میں سے دو فرد کا بھی اس درخت پر اتفاق نہیں ہو سکا ۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت نافع سے مروی ہے ۔

راوی کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آئندہ سال جب ہم لوٹے تو ہم میں سے دو فرد کا بھی اُس درخت پر اتفاق نہ ہو سکا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی ۔ یہ من جانب اللہ ایک رحمت تھی الخ ۔

در حاشیہ نسخہ مطبوعہ دہلی از کرمانی
آوردہ فما اجتمع منا ای ما
وافق منا رجلان علی الشجرة
انها هی التی وقعت المبایعة
تحتها بل خفی علینا مكانها.

وہمدران حاشیة است

كانت رحمة من الله ای كان
اخفاء ها علیهم رحمة من الله
لئلا یعظمها الناس تعظیما
ممنوعاً شرعاً كذا قاله
النووی وغیره.

و نیز در صحیح بخاری از سعید بن
المسیب آوردہ،

حدثنی انه كان فیمن
بایع رسول الله ﷺ تحت
الشجرة قال فلما خرجنا من
العام المقبل نسیناها

دہلی میں مطبوعہ نسخہ کے حاشیہ
میں علامہ کرمانی سے منقول ہے:
"فما اجتمع منا" یعنی ہم
میں دو آدمی بھی اس درخت پر ہم
رائے نہیں ہوئے جس کے نیچے
بیعت ہوئی تھی۔ بلکہ اس کا محل وقوع
ہم پر مخفی ہوگیا اسی حاشیہ میں ہے:
"كانت رحمة من الله"
یعنی اس کا اُن پر مخفی کرنا من جانب
اللہ ایک رحمت تھی تاکہ لوگ اس کی
ایسی تعظیم نہ کرنے لگیں جو شرعاً
ممنوع ہو امام نووی وغیرہ نے یونہی
ارشاد فرمایا ہے۔"

نیز بخاری شریف میں حضرت
سعید ابن مسیّب رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے:
"انہوں نے بیان کیا کہ وہ
رسول اکرم ﷺ کی بیعت کرنے
والوں میں تھے کہتے ہیں کہ جب ہم
اگلے سال نکلے تو اس درخت کو بھول

فلم نقدر علیها الخ۔
و در روایت دیگر آمدہ فرجعنا
الیها العام المقبل فعمیت
علینا (الحدیث)۔

پس قول بعض علماء کرام کہ قائل
قطع ہمان شجرۂ معینہ اند چرا بر شہادت
صحابۂ کرام کہ در صحیح بخاری شریف
موجود ست راجح گردد و روایات صحیح
بخاری قابل اعتماد نباشد۔

اما آنچہ در بعض روایات ذکر
امر قطع شجرہ نسبت حضرت امیر
المؤمنین مروی ست پس محققین
تحقیق فرمودہ اند کہ شجرۂ دیگر بود کہ
بعض کسان باوجود غائب گردانیدہ
شدن شجرۂ بیعت آنرا از غلطی ہمان
شجرۂ بیعت فہمیدہ بودند

گئے اور اس کی پہچان پر قادر نہ
ہوئے۔"

ایک دوسری روایت میں آیا
ہے کہ "آئندہ سال جب ہم لوگ
وہاں واپس ہوئے تو وہ درخت ہم
پر مخفی ہوگیا۔" صحیح بخاری شریف
میں موجود صحابہ کرام کی شہادت
کے برخلاف اُن بعض علماء کا قول
کیونکر راجح ہوگا جو اُسی متعین
درخت کے کاٹے جانے کے قائل
ہیں (جسکے نیچے بیعت ہوئی تھی) اور
صحیح بخاری شریف کی روایتیں کیوں
قابل اعتماد نہیں ہوں گی۔

رہ گئی یہ بات کہ بعض روایات
میں درخت کاٹنے کے حکم کی نسبت
حضرت امیر المؤمنین کیطرف کی گئی
ہے تو محققین تحقیق نے فرمایا ہے کہ
وہ دوسرا درخت تھا جسے لوگوں نے
"شجرۂ بیعت" کے مخفی کردئے جانے
کے باوجود غلطی سے شجرۂ بیعت سمجھ لیا

پس برائے رفع شیوع کذب وافتراء امر بقطع گردیدہ۔

در رسالہ مکاتیب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ جمع نمودۂ مولوی حاجی رفیع الدین خان صاحب مراد آبادی علیہما الرحمۃ است مرقوم۔

اقول الذی یظهر من مجموع الروایات فی امر الشجرة ان الشجرة غممت علی الناس بعد وقوع البیعة لحکمة مخفیة والمجمل انه تعالیٰ لما علق الرضا بالبیعة تحت الشجرة کان مظنة ان یسبق الیٰ ذهن العوام ان لتلك الشجرة دخلا فی تعلیق الرضا فرفع الله تعالیٰ تلك الشجرة عن ابصارهم

تھا اس لئے جھوٹ اور افتراء کی اشاعت روکنے کی غرض سے کاٹنے کا حکم دیا گیا۔

مولوی حاجی رفیع الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ کی جمع کردہ رسالہ مکاتیب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ میں مرقوم ہے:

"میں کہتا ہوں درخت سے متعلق تمام روایات کے مجموعے سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اُس درخت کو، بیعت کے بعد ایک مخفی حکمت کی وجہ سے لوگوں پر چھپا دیا گیا تھا۔ ایک مجمل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی رضا کو زیر درخت بیعت پر معلّق کر دیا تو اس گمان کی گنجائش تھی کہ کہیں عوام کے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ رضا کی تعلیق میں اس درخت کا بھی دخل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔

والقوم کانوا حدیثی عهد بالجاهلية و عبادة الانصاب حتى قالوا يوماً للرسول صلى الله عليه وسلم اجعل لنا ذات انواط كما كانت لهم فاخمل ذكرها ثم لما عين بعض الناس موضعها بالقياس والحدس وكانت تلك الشجرة فى الحقيقة غيرها امر امير المؤمنين بقطعها لا لان التبرك بآثار الصالحين مذموم غير محمود بل لان الجعل والغش فى التبركات امر مذموم الىٰ قوله فالامر بالقطع انما كان لاجل ان عمر رضى الله عنه كان يعلم ان الشجرة غممت عن الابصار و ان هذه الشجرة ليست تلك الشجرة التى من شانها ان يتبرك بها وقول

اور قوم، جاہلیت اور استھانوں کی عبادت کے عہد سے قریب تھی یہاں تک کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض تھا کہ ہمارے لئے "ذات انواط" بنا دیجئے جیسا کہ پہلے تھا۔ تو اس کی یاد گم کر دی گئی پھر جب لوگوں نے اپنے قیاس اور حسِ باطن سے اس کا محل وقوع متعین کر لیا اور در حقیقت وہ درخت دوسرا تھا تو امیر المؤمنین نے اس کے کاٹنے کا حکم دیدیا۔ اس لئے نہیں کہ صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا مذموم ہے محمود نہیں بلکہ اسلئے کہ تبرکات میں فریب اور بناوٹ امر مذموم ہے "الیٰ قولہ" تو کاٹنے کا حکم اس وجہ سے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ اُس درخت کو نگاہوں سے چھپا دیا گیا ہے اور یہ درخت وہ نہیں جس سے برکت حاصل کرنا شایانِ شان ہے ۔ اور حضرت

جابر رضی الله عنه لو کنت
ابصر الیوم لا ریتکم
مکان الشجرة لا یدل الاعلی
انه کان یضبط مکان الشجرة
وهو لا یدل علی بقاء الشجرة
بل یدل علی رفع معرفة
الشجرة الخ۔

وثانیاً اگر برخلاف شہادت صحابۂ
کرام قول بعض علماء تسلیم کردہ شود
ومحمول برسہو نکردہ آید وگفتہ شود کہ آں
شجرۂ مخصوصہ غائب ومخفی نکردہ شدہ بود
وہمان شجرہ راقطع کردند تاہم تبرک و
توسل بآثار و مساجد و تبرکات
آنحضرت ﷺ کہ ماثور از صحابۂ
کرام وسلف عظام ست چگونہ صرف
بایں دلیل حکم ممانعت آں و الزام
ضلالت برفاعل آں کہ مزعوم وہابیہ است

جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اگر آج میری
بینائی برقرار ہوتی تو میں تمہیں درخت
کی جگہ دکھا دیتا صرف اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ انہیں درخت کی
جگہ یاد تھی، اس پر دلالت نہیں کرتا
کہ درخت برقرار تھا بلکہ اس پر
دلالت کرتا ہے کہ درخت کی شناخت
ختم کردی گئی تھی۔

ثانیاً- اگر صحابہ کرام کی شہادت
کے برخلاف بعض علماء کا قول مان لیا
جائے اور بھول پر محمول نہ کیا جائے
اور کہا جائے کہ اُس مخصوص درخت
کو غائب اور مخفی نہیں کیا گیا تھا اور
اسی درخت کوانہوں نے کاٹا تاہم
صحابۂ کرام اور اسلافِ عظام سے
منقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے تبرکات، مساجد اور آثار سے
توسل کرنا اُن سے برکت حاصل
کرنا وہابیہ کے فاسد خیال کے
مطابق کیونکر ممنوع ہوگا اوراس کے

نمودہ آید کہ اگر بناء برضرورت دفع
وہم مداخلت آں درقبولیت ورضوان
بیعت بجہت قرب دخول اعراب و
عوام دراسلام ونیز بجہت عدم تدوین
احکام انکار بر التزام صلوٰۃ تحت آں
نمودہ آید یا آں را قطع نمودہ شود
بالاتر ازاں نیست کہ حضرت ابن
مسعود وغیرہ انکار بر صلوٰۃ ضحیٰ میفر
مودند معہذا انکارشاں وہمچناں اطلاق
بدعت براں کہ بناء بر مصلحت تمیز
احکام بود مستلزم حرمت صلوٰۃ ضحیٰ و
ضلالت ملتزم ومداوم آں نگردیدہ۔

کرنے والوں پر گمراہی کا الزام کس
طرح لگایا جائے گا۔

اسلئے کہ اعراب اور عوام کی
اسلام میں آمد ابھی قریب میں ہونے
کی بناء پر اُن کے اس وہم کو ختم
کرنے کے لئے کہ بیعت سے رضا
اوراس کی قبولیت میں، اس درخت
کا عمل دخل ہے، اوراس وجہ سے بھی
کہ تب احکام کی تدوین نہیں ہوئی
تھی اُس درخت کے نیچے نماز کے
التزام کا انکار کیا جائے یا اسے کاٹ
دیا جائے یہ اُس انکار سے بڑھ کر
نہیں، جو حضرت عبداللہ ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز چاشت
کے تعلق سے فرمایا ہے اوراس کے
باوجود اُن کا وہ انکار اوراس پر اطلاق
بدعت جواحکام کے امتیاز کی مصلحت
کی بناء پر تھا نماز چاشت کی حرمت
اور اسکا التزام کرنے والے کی
گمراہی کو مستلزم نہ ہوا۔

قولہ ۔ قیل لابن مسعود ان
قوما اجتمعوا فی المسجد
یھللون و یصلون علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و
یرفعون اصواتھم فی المسجد
لمخالفتھم برسول اللہ ﷺ
فما ظنک بالذین عقد و ا
مجالس مولد النبی الخ

اقول ۔ اولا اگر حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہ بررافعین اصوات
درمسجد بہ تہلیل وصلوٰۃ انکار فرمود و معہود
نبودن رفع اصوات درعہد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بیان نمود مقصود ازاں
رفع تشویش خاطر مصلیان بود اسماعیلیہ
را در ان چہ بہبود چون آنحضرت
ﷺ از رفع اصوات در مسجد منع
فرمودہ اند و در عہد صحابہ کرام

قولہ ۔ حضرت عبد اللہ ابن
مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا
کہ ایک قوم مسجد میں اکٹھا ہو کر باآواز
بلند کلمہ پڑھ رہی ہے اور نبی ﷺ پر
درود بھیج رہی ہے کیوں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے
تھے۔ پھر میلاد النبی کی مجلس منعقد
کرنے والوں کے بارے میں تمہار
کیا خیال ہے؟

اقول ۔ اولاً حضرت عبد اللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے
اندر کلمہ اور درود کی آواز بلند کرنے
والوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور
بیان کیا کہ رفع صوت آنحضرت
ﷺ کے زمانہ میں معہود نہیں تھا اگر
اس سے مقصود نمازیوں کی پریشان
خاطری کو ختم کرنا تھا تو اسماعیلیوں کو
اس سے کیا فائدہ؟ جب خود حضور
ﷺ نے مسجد میں آواز بلند کرنے
سے روکا ہے اور صحابہ کرام کے

در مسجد شریف بکمال آہستگی واسرار
متکلم بودہ اند پس اگر کدامی مجتہد
حسب اجتہاد خود رفع اصوات تہلیل
وتصلیہ را ہم نزد خود مخالف سنت قرار
دہد کئے مستلزم آں است کہ بر عمل مولد
کہ ائمہ دین استحسان آں فرمودہ اند و
معہود بودن اجزاء آں از سنت ثابت
نمودہ اند گو جمع آں چند عبادات ثابتہ
در جلسہ واحدہ بخصوصہا ماثور نباشد
اما ہیچ گونہ مخالفت بہ ہیچ سنت ندارد
خواہ مخواہ برائے تضلیل اکابر دین
تہمت مخالفت سنت سید المرسلین ﷺ
نہادہ آید منشاء ایں قیاس مع الفارق
جہالت از معنی لفظ مخالفت ست۔

و ثانیاً رفع صوت باذکار در
مساجد مسئلہ است فقہیہ فرعیہ

عہد میں مسجد شریف کے اندر پوری
آہستگی اور رازدارانہ طریقہ پر لوگ
گفتگو کرتے رہے ہیں۔ پھر اگر کوئی
مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق کلمہ اور
درود کی بلند آواز کو بھی سنت کے
مخالف قرار دے تو اس بات کو کب
مستلزم ہے کہ اُس عمل میلاد پر
خواہ مخواہ محض اکابر دین کو گمراہ قرار
دینے کیلئے سنتِ سید المرسلین ﷺ
سے مخالفت کی تہمت رکھی جائے
جس کا استحسان ائمہ دین نے فرمایا
ہے اور اس کے اجزاء کا معہود ہونا سنت
سے ثابت کیا ہے بھلے ایک نشست
میں ان ثابت عبادتوں کا اکٹھا کرنا
خصوصیت سے منقول نہ ہو لیکن کسی
بھی طرح کسی سنت کے مخالف بھی تو
نہیں ہے۔ لفظِ مخالفت کا مفہوم نہ
جاننا اس قیاس مع الفارق کی بنیاد ہے۔

ثانیاً۔ مساجد میں بذریعہ
اذکار آواز بلند کرنا ایک فقہی اور فرعی

که بعض فقهاء باستدلالِ احادیث
ممانعت رفع اصوات مکروه می پندارند
و دیگران جواب ازاں استدلال داده
بجهت دیگر دلائل جائز می پندارند وانکار
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راماننند
انکار بعض صحابه کرام بر صلوٰة ضحیٰ و
اطلاق بدعت براں بغرض مصلحت
تعلیم وتمیز احکام می دارند پس قطع نظر
از انکه قیاس عمل مولد براں درست
نبود در خصوص این مسئله هم که استدلال
بآں نموده مطلب اسماعیلیه که تهلیل و
تکفیر ائمهٔ امت محمدیه و الزام تهمت
مخالفت شریعت برآنحضرات است
رونه نمود۔

در اشباه و نظائر در احکام مسجد
جائیکه نوشته و رفع الصوت
بالذکر الا للمتفقّهة الخ

مسئلہ ہے بعض فقہاء ممانعت کی
احادیث سے استدلال کر کے آواز
بلند کرنا مکروہ سمجھتے ہیں اور دوسرے
اس استدلال کا جواب دیکر دوسرے
دلائل کی روسے جائز سمجھتے ہیں
اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود
رضی اللہ عنہ کے انکار کو بعض صحابۂ کرام
کے نماز چاشت پر انکار جیسا سمجھتے
ہیں اور اُس پر اُن کے بدعت کے
اطلاق کو مصلحتِ تعلیم اور تمیز احکام
کی غرض پر محمول کرتے ہیں۔

پس قطع نظر اس سے کہ عمل
میلاد کا قیاس اس پر درست نہیں ہے
خاص اس مسئلہ میں بھی اس سے
استدلال کر کے اسماعیلی لوگوں کا مقصود
یعنی ائمۂ امتِ محمدیہ کی تکفیر و تھلیل
اور ان حضرات پر مخالفت شریعت
کی تہمت والزام پورا نہیں ہوگا۔

اشباہ و نظائر میں احکام مسجد کا
بیان کرتے ہوئے جہاں "ورفع
الصوت الاللمتفقه الخ لکھا ہے

علامہ حموی ایں قول فرموده :

قد اضطرب كلام
البزازی فی هذه المسئلة
فقال و فی فتاویٰ القاضی
الجهر با لذکر حرام وقد صح
عن ابن مسعود انه سمع قوما
اجتمعوا فی مسجد الیٰ قوله
ثم قال فان قلت المذکور فی
الفتاویٰ ان الجهر بالذکر و لو
فی المسجد لا یمنع احتراز ا
عن الدخول تحت قوله تعالیٰ
ومن اظلم ممن منع مساجد
الله ان یذکر فیها اسمه
وصنیع ابن مسعود رضی
الله عنه یخالف قولکم قلت
الاخراج من المسجد لو نسب
الیه بطریق الحقیقة

علامہ حموی اس قول کے متعلق
تحریر کرتے ہیں:

"اس مسئلہ میں بزازی کا کلام
مضطرب ہے انہوں نے کہا ہے کہ
فتاویٰ القاضی میں ہے۔ جہری ذکر
حرام ہے۔ اور حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے یہ روایت درجۂ
صحت کو پہونچی ہے کہ انہوں نے
جب سنا کہ ایک جماعت مسجد میں
اکٹھی ہے۔ الی قولہ۔ پھر کہا کہ اگر تم
اعتراض کرو کہ فتاویٰ میں یہ مذکور
ہے کہ باآواز بلند ذکر کرنے سے خواہ
مسجد ہی میں کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ
کے قول ومن اظلم 'الآیة کے
تحت دخول سے بچنے کے لئے روکا
نہیں جائے گا اور حضرت عبد اللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل تو
تمہارے قول کے خلاف ہے۔ میں
جواب دوں گا۔ اگر مسجد سے اخراج
کی نسبت ان کی طرف بطور حقیقت

يجوز ان يكون لا عتقادهم العبادة و تعليم الناس بانه بدعة والفعل الجائز يكون غير جائز لغرض يلحقه فكذا غير الجائز يجوز ان يجوز لغرض كما لو ترك ﷺ الافضل تعليما للجواز وما روى فى الصحيح انه عليه الصلوٰة والسلام قال لرافعى اصواتهم بالتكبير اربعوا على انفسكم انكم لا تدعون اصم ولا غائبا انكم تدعون سميعا قريبا انه معكم الحديث يحتمل انه لم يكن فى الرفع مصلحة فقد روى انه كان فى غزوة وعدم رفع الصوت نحو بلاد العدو خدعة

صحیح ہو تو ممکن ہے کہ اخراج اس بنیاد پر ہو کہ انہوں نے اس کے عبادت ہونے کا اعتقاد کرلیا تھا اور یہ بتانا ہو کہ وہ بدعت ہے اور جائز فعل کسی غرض کی بناء پر ناجائز ہو جاتا ہے یونہی ناجائز فعل کسی غرض کیوجہ سے جائز ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے جواز کی تعلیم کے لئے افضل امر کو ترک فرمایا ہے، اور یہ جو صحیح روایت میں موجود ہے کہ حضور ﷺ نے بلند آواز سے تکبیر کہنے والوں کو کہا کہ رُک جاؤ! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے تم اسے پکارتے ہو جو سمیع و قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ (الحدیث) تو اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو۔ کیونکہ یہ روایت ہے کہ وہ ایک غزوہ میں تھے اور دشمن ملک کی طرف آواز بلند نہ کرنا ایک جنگی تدبیر تھی۔

واما رفع الصوت بالذكر فجائز كما فى الاذان والخطبة والحج والاختلاف فى عدد تكبير التشريق لا يدل على ان الجهر بدعة لان الخلاف بناء على كونه سنة زائدة على اصل الفعل كما اختلفوا فى ان سنة الاربع من الظهر بتسليمة ام بتسليمتين و ذلك لا يدل على انها لو لم تكن بتسليمتين يكون بدعة او حراما وفى تفسير الثعالبى لا يحب المعتدين اى الجهر بالدعاء فيدل على كراهته.

وقد ذكر الشيخ عبد الوهاب الشعرانى ما نصه اجمع العلماء سلفا و خلفا على استحباب ذكر الله جماعة فى المساجد وغيرها من

لیکن بلند آواز سے ذکر جائز ہے۔ جیسا کہ اذان، خطبہ اور حج میں عدد تکبیر تشریق میں اختلاف کی دلالت اس بات پر نہیں ہے کہ جہر بدعت ہے کیونکہ اختلاف کی بناء اصلِ فعل پر زائد چیز کے مسنون ہونے پر ہے ویسے ہی جیسے یہ اختلاف کہ ظہر میں چار رکعت والی سنت ایک سلام سے ہے یا دو سلام سے۔ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اگر دو سلام سے نہ ہو تو بدعت یا حرام ہے۔ تفسیر ثعالبی میں ہے۔ لا یحب اللہ المعتدین "اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں یعنی بآواز بلند دعاء مانگنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس میں دلالت ہے کہ جہر بالدعاء مکروہ ہے۔

شیخ عبد الوہاب شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ مساجد وغیرہ میں اکٹھا ہو کر ذکر اللہ کے استحباب پر علماء کا

غیر نکیر الاٰن یشوش
جهرهم بالذکر علی نائم او
مصل اوقار کما هو مقرر فی
کتب الفقه الخ۔

قولہٗ- اذ لو کان وصف
العبادة فی الفعل المبتدع
یقتضی کونه بدعة حسنة لما
وجد فی العبادات ما هو
بدعة مکروهة الخ ۔

اقول- ایراد ایں نقل دریں
مبحث خلاف عقل ست ائمۂ دین کہ
تقسیم بدعت بسوئے حسنہ وسیئہ نمودہ
اند و استحسان عمل مولد فرمودہ اند
کے گفتہ اند کہ مجرد وصف عبادت
برائے حسن کفایت می کند بلکہ
تصریح نمودہ اند کہ ہر امریکہ

سلفاً وخلفاً بلانکیر اجماع رہا ہے۔
ہاں اگر ان کا بلند آواز سے ذکر کرنا،
سونے والے، نمازی یا قاری کی
پریشان خاطری کا سبب بنے تب نہیں
جیسا کہ کتب فقہ میں ثابت ہے الخ۔"

قولہٗ- اس لئے کہ اگر بدعتی
کے فعل میں عبادت کی صفت فعل
کے بدعتِ حسنہ ہونے کا سبب بنے
تو عبادات میں بدعتِ مکروہہ کا
وجود ہوگا ہی نہیں الخ۔

اقول- اس بحث میں اس
نقل کو پیش کرنا خلاف عقل ہے۔
جن ائمۂ دین نے بدعت کی تقسیم
حسنہ اور سیئہ کیطرف کی ہے اور عمل
میلاد کا استحسان فرمایا ہے انہوں نے
کب کہا ہے کہ محض فعلِ بدعت کا
عبادت سے متصف ہونا حسنہ
ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ انہوں
نے تو صراحت کردی ہے کہ ہر وہ

دران تغییر و مزاحمت کدامی واجب
وسنت باشد آں بدعت سیئہ وحرام و
مکروہ می باشد آری امریکہ ہیچگونہ
مزاحم ومغیر واجب وسنت نباشد و در
عبادات عامہ و مندوبات مطلقۂ
شارع مندرج باشد گو ہیئت کذائیہ
خاصہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ماثور نباشد اما ائمۂ دین استحسان آں
فرمودہ باشند ہیچو امر را باعتبار اصل عام
سنت و باعتبار خصوص بدعت حسنہ فرمودہ
اند و بر حصول ثواب در بدعت حسنہ
اتفاق نقل نمودہ اند۔

قولہٗ- دلیل یازدہم علماء نوشتہ
اند کہ اتباع امر غیر صحیح روا نیست الخ۔

اقول- اولا کہ علماء محققین
نوشتہ اند کہ اصل در ہر مسئلہ
صحت است پس کسیکہ در

امر جس میں کسی واجب یا سنت کی
تبدیلی یا اس سے مخالفت ہو وہ
بدعت سیئہ، مکروہ اور حرام ہوگا۔
ہاں وہ امر جو کسی طرح کسی واجب یا
سنت کا مغیر اور مزاحم نہ ہو عام
عبادات میں اور شارع کے مطلق
مستحبات میں مندرج ہو۔ گو اس کی
خاص ہیئت کذائی آنحضرت ﷺ
سے منقول نہ ہو لیکن اس کا استحسان
ائمہ دین نے فرمایا ہو اس طرح کے
امر کو باعتبار اصل عام سنت اور
باعتبار ہیئتِ خصوصی بدعت حسنہ کہا
گیا ہے۔ اور بدعت حسنہ میں ثواب
کے حصول پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

قولہ- گیارہویں دلیل-
علماء نے لکھا ہے کہ غیر صحیح امر کی
پیروی جائز نہیں الخ۔

اقول- اولاً- محققین علماء
نے تحریر فرمایا ہے کہ اصل ہر مسئلہ
میں صحت ہے اسلئے وہ آدمی جو کسی

خصوص عملی کہ فسادش منصوص نیست
قائل صحت گردد ہمان ست مستمسک
باصل کہ در اثبات آں حاجت دلیل
دیگر ندارد البتہ کسیکہ دعوے خلاف آں دارد
محتاج دلیل اقوی است برائے ابطال
خصوص آں عمل۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ در رسالہ صحت
اقتداء بالمخالف فرمودہ۔

و من المعلوم ان الاصل
فی كل مسئلة هو الصحة من
غير الكراهة اما القول
بالفساد او الكراهة فيحتاج
الى حجة من الكتاب او السنة
او اجماع الامة الخ

وشکی نیست کہ علم بحرمت و بطلان
مجلس ذکر مولد شریف وضلالت
مجوزین خصوصِ ایں عمل تا حال حاصل

خاص ایسے عمل کے بارے میں صحت
کا قول کرے جس کا فساد منصوص
نہیں ہے وہی اصل پر عامل ہے جس
کے اثبات کے لئے کسی دوسری
دلیل کی اسے حاجت نہیں البتہ جو
اس کے خلاف کا دعویدار ہے وہ اس
خاص عمل کو باطل قرار دینے کے لئے
قوی ترین دلیل کا محتاج ہے۔

ملا علی قاری نے اپنے رسالہ
"صحة اقتداء بالمخالف"
میں فرمایا ہے کہ:

"اور یہ بات معلوم ہے کہ ہر
مسئلہ میں اصل صحت بلا کراہت ہے،
رہ گیا فساد یا کراہت کا قول تو اس
میں کتاب یا سنت یا اجماع امت کی
حجت درکار ہے۔

اور کوئی شک نہیں کہ مجلس ذکر
میلاد شریف کے بطلان و حرمت اور
اس عمل مخصوص کو جائز قرار دینے
والوں کی گمراہی کا علم ابتک حاصل

نیست زیرا کہ عدم ثبوت حرمت
خصوص ایں عمل وضلالت مجوزین آں
از نصوص کتاب و سنت مثل دیگر
ممنوعات مخصوصہ محتاج بیان نیست اما
عدم ثبوت تحریم وممانعت از قیاس پس
ازاں جہت کہ اجتہاد از شروط قیاس
ست و ہمچناں ست عدم ثبوت از
اجماع چہ در تحریم وممانعت آں قول
مجتہد واحد نیز منقول نہ شدہ تا باتفاق
اہل اجتہاد چہ رسد پس متحقق شد کہ ایں
عمل حرام وممنوع نیست وادعاء تحریم
آں صرف از ہواء نفس ست وبس و
صاحب مدارک بذیل آیۂ کریمہ
قل لا اجد فيما اوحى الى — الآية
— می نویسد۔

وفيه تنبيه على ان التحريم
انما يثبت بوحى الله و شرعه

نہیں ہے۔ اسلئے کہ دیگر مخصوص
ممنوعات کیطرح کتاب و سنت
سے تو اس خاص عمل کی حرمت اور
اسے جائز قرار دینے والوں کی
ضلالت کا عدم ثبوت محتاج بیان نہیں
یونہی قیاس سے بھی اس کی تحریم و
ممانعت کا ثبوت نہیں کیونکہ اجتہاد
قیاس کی ایک شرط ہے یونہی اجماع
سے بھی ثابت نہیں کیونکہ مجتہدین کا
اتفاق تو درکنار ایک مجتہد کا قول بھی
اس عمل کی تحریم وممانعت میں منقول
نہیں اسلئے بہ تحقیق ثابت ہوگیا کہ
یہ عمل ممنوع وحرام نہیں ہے۔ اس کی
حرمت کا دعویٰ محض نفسانیت ہے
اور کچھ نہیں۔

صاحب مدارک آیت کریمہ "
قل لا اجد فيما اوحى الى "
الاية، کے تحت لکھتے ہیں "اس آیت
میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ تحریم کا
ثبوت اللہ کی وحی اور اس کی شریعت

لا بھو ی النفس الخ۔

اگر گوئی کہ در صورت نزاع
منازعان احتیاط در قول بکراہت ست
گویم اینہم مخالف تحقیق محققین ست
علامہ شامی در ردالمختار از علامہ نابلسي
آوردہ۔

ولیس الاحتیاط فی
الافتراء علی اللّٰہ تعالیٰ
باثبات الحرمۃ او الکراھۃ
الذین لا بدلھما من دلیل بل فی
الاباحۃ التی ھی الاصل الخ۔

و اگر صاحب رسالہ برائے
اثبات تحریم ایں عمل و تضلیل مجوزین
آں بہ بعض احادیث کہ بطور عموم و
اطلاق در ذم بدعت وارد اند تثبث
نماید پس اولاً بہ تصریح اکابر او مراد از
عموم ہر امری ست کہ مزاحم سنت باشد

سے ہوتا ہے ہوائے نفس سے نہیں“

اگر تم کہو کہ منازعین کی نزاع
کی صورت میں کراہت کا قول
کرنے میں احتیاط ہے میں کہوں گا
یہ بھی محققین کی تحقیق کے خلاف ہے
علامہ شامی ردالمختار میں علامہ نابلسی
سے ناقل کہ :

” احتیاط ، حرمت یا کراہت
ثابت کر کے اللہ پر افتراء کرنے میں
نہیں ہے ، حرمت و کراہت کیلئے
دلیل ضروری ہے بلکہ احتیاط اباحت
میں ہے جو اصل ہے۔“

اگر صاحب رسالہ اس عمل کی
تحریم اور اسے جائز قرار دینے
والوں کی تضلیل کے لئے ان بعض
احادیث سے استدلال کرے جو
بطور عموم و اطلاق بدعت کی مذمت
میں وارد ہیں۔ پس اُسی کے اکابر کی
صراحت کے مطابق عموم سے مراد
ہر وہ امر ہے جو سنت سے مزاحم ہو،

و جواب تفصیلی شبہہ اطلاق بدعت
سابقاً گذشتہ و لاحقاً ہم می آید خلاصہ
اش آنکہ بدعت بدان معنی کہ عموما
مذموست بر عمل مولد صادق نیست و
بدان معنی کہ اطلاق ایں لفظ می توان
نمود آں معنی مراد شارع از عموم و
کلیت در ذم بدعت نیست۔

و ثانیاً بریں تقدیر ادعا اینکہ عدم
ثبوتش از کتاب و سنت محتاج بیان
نیست محض ہذیان ست چہ ایں عمل کہ
فردے از افراد تکریم نبی کریم ست و
مزاحمت با مور محدودۂ شارع ندارد و
استحباب تو قیر و تکریم کہ در امور غیر
منصوصۃ التحریم مطلقاً و با تعمیم ست
برائے ثبوت افراد خاصہ کفایت میکند
چنانچہ سند ایں معنی کہ چیزیکہ دراں
مقصود شارع مطلق ثناء و تعظیم باشد

اور بدعت کے اطلاق پر شبہ کا تفصیلی
جواب پہلے بھی گذر چکا اور بعد میں
بھی آ رہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
بدعت اُس معنی کے لحاظ سے جو بطور
عموم مذموم ہے عمل میلاد پر صادق
نہیں اور جس معنی کے اعتبار سے
بدعت کا لفظ اُس عمل پر صادق ہے
وہ معنی مذمت بدعت کے عموم اور
کلیت میں شارع کی مراد نہیں۔

ثانیاً ۔ اس تقدیر پر یہ دعویٰ کہ
کتاب و سنت سے اس کا عدم ثبوت
محتاج بیان نہیں ہے محض بکواس ہے
اسلئے کہ یہ عمل تکریم نبی کریم کا ایک
فرد ہے اور شارع کے متعین کردہ
حدود کے مزاحم نہیں ہے اور ان امور
میں تو قیر و تکریم کا استحباب جن کی
حرمت منصوص نہیں ہے مطلقاً بطور
عموم ہے جو خاص افراد کے ثبوت
کے لئے کافی ہے۔ اور جس چیز سے
شارع کا مقصود مطلق ثناء و تعظیم ہو

زیادت برقدرِ ماثوردراں جائز ست
سابقاً از ہدایہ وغیرہ مرقوم گردیدہ وقطع
نظر از آنہمہ استحباب اعادۂ ادائے شکر
نعمت بعبادت کہ از مضمون حدیث صحیح
بشہادت ایمۂ دین ثابت است پس
ایں قاعدہ است ثابتہ از سنت کہ
برائے ثبوت افراد مندرجہ تحت آں
ہمیں قدر کفایت می کند پس در ثبوت و
صحت جمع چندے از عبادات ثابتہ مثل
ذکر شریف و دعوتِ اخوان وشکر نعمت
ہیچ شکے باقی نیست۔

قولہ۔ دلیل دوازدہم فقہاء
نوشتہ اند کل مباح ادیٰ الی
اعتقاد الواجب او السنة فهو
مکروہ الخ

اقول۔ اولاً دریں قول ذکر امر
مباح ست پس امور یکہ قربت اند مثل
ذکر شمائل وارہاصات ومعجزات آنجناب

اُس میں مقدار ماثور پر زیادتی جائز
ہے اس بات کی سند اس سے پہلے
ہدایہ وغیرہ سے لکھی جاچکی۔ ان تمام
سے قطع نظر، عبادت کر کے اعادۂ
شکر نعمت کا استحباب صحیح حدیث کے
مضمون اور ائمہ دین کی شہادت
سے ثابت ہے پس اس استحباب کے
تحت مندرج افراد کے ثبوت کے
لئے اتنا ہی کافی۔ یہ وہ اصول ہے جو
سنت سے ثابت ہے اسلئے ذکر شریف
مومن بھائیوں کی دعوت اور شکر نعمت
جیسی چند ثابت عبادات کے ثبوت و
صحت میں کوئی شک باقی نہ رہا۔

قولہ۔ بارہویں دلیل ۔
”فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر وہ مباح جو
واجب یا سنت کے اعتقاد تک مؤدی
ہو وہ مکروہ ہے“۔

اقول۔ اولاً اس قول میں امر
مباح کا تذکرہ ہے اسلئے سرکار کے
معجزات اور قبل نبوت کے محیر العقول

ودعوت احباب واعطاء صدقات وشکر
نعمت و فرحت بذکر آنحضرت کئے
مندرج دریں قول تواند شد کہ ہمہ ایں
امور ثابت از سنت اند۔
وثانیاً ہمان فقہاء این ہم نوشتہ اند
کہ استعمال مکروہ بچند معنی می آید مکروہ
تحریمی ومکروہ تنزیہی وخلاف اولیٰ و
نیز تصریح می نمایند کہ بے ثبوت دلیل
خاص ممانعت حکم مکروہ تحریمی صرف
بوجہ عدم ماثوریت از سنت بلکہ از ترک
ہر سنت ہم لازم نمی گردد۔
در درمختار نوشتہ ۔
وكره التربع تنزيها
لترك الجلسة المسنونة.
شامی درحاشیہ آوردہ غـــــاية

کارناموں اوران کے شمائل کا تذکرہ
احباب کی دعوت صدقات کی داد و
دہش نعمت کا شکر اور آنحضرت کا
ذکر کرکے مسرور ہونے جیسی عبادتیں
اس قول کے تحت کب مندرج ہوں
گی جو سب سنت سے ثابت ہیں۔
ثانیاً وہی فقہاء یہ بھی لکھتے ہیں
کہ مکروہ کا استعمال چند معنوں میں
ہوتا ہے مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی
خلاف اولیٰ ۔ نیز اس بات کی بھی
صراحت کرتے ہیں کہ ممانعت کی
دلیل خاص کے ثبوت کے بغیر، صرف
سنت سے منقول نہ ہونے بلکہ ہر
سنت کے ترک سے بھی مکروہ تحریمی
کا حکم لازم نہیں ہے۔
درمختار میں لکھا ہے جلسہ
مسنونہ کے ترک کی بناء پر چار زانو
بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ شامی نے
حاشیہ میں تحریر کیا کہ ”لتــــرک
الجلسة المسنونه“ مکروہ
تنزیہی ہونے کی علت ہے۔

لکونه مکروها تنزیهاً
اذ لیس فیه نهی لیکون
مکروها تحریما بحر انتهی۔
در فتح القدیر در بحث تنفل قبل
مغرب بعد ترجیح عدم سنیت نوشته ثم
الثابت بعد هذا نفی المندوبیة
اما ثبوت الکراهة فلا الا ان
یدل دلیل آخر الخ۔
در احیاء العلوم آورده اما مجرد
السواد فلیس بمکروه لکنه
لیس بمحبوب اذا حب الثیاب
الی الله البیض الخ۔
در مواهب گفته فان
المکروه ما ثبت فیه نهی
وهذا لم یثبت فیه ولعلهم
اراد و ابا لکراهة خلاف
الاولیٰ الخ۔
پس در امر مباح هم صرف
بدلیل مکروه نوشتن باوجود عدم ثبوت

اسلئے کہ اس سلسلہ میں کوئی نہی
موجود نہیں کہ مکروہ تحریمی ہو۔ بحر انتہی
—— فتح القدیر میں قبل مغرب اداء
نفل کی بحث میں عدم سنیت کی ترجیح
کے بعد لکھا۔
"پھر اس کے بعد استحباب کی
نفی کا ثبوت ہوا کراہت کا نہیں مگر یہ
کہ کوئی دوسری دلیل کراہت پر
دلالت کرے۔"
احیاء العلوم میں منقول ہے:
"محض کالا کپڑا مکروہ نہیں ہے
لیکن پسندیدہ نہیں کیونکہ اللہ کے نزدیک
سب سے پسندیدہ سفید کپڑا ہے"
مواہب میں فرمایا:
"اسلئے کہ مکروہ وہ ہے جس کے
بارے میں نہی کا ثبوت ہو اور اس میں
ثبوت نہیں۔ شاید کراہت سے ان
کی مراد خلاف اولیٰ ہے۔
پس امر مباح میں بھی ان کے
صرف مکروہ لکھنے کی دلیل سے، خاص
نہی کے ثبوت کے بغیر کراہت تحریمی

نہی خاص حکم کراہت تحریمی
هم لازم نخواهد بود چه جائے آنکه مزعوم
اسماعیلیه اعنی تضلیل و تفسیق فاعل و
مجوز آں رونماید وقول بعض فقهاء
بکراهت صوم ایام بیض دلیل تام و
حجت عام نیست برائے اثبات تضلیل
مجوزین عمل مولد و فاعلین آں از علماء
کرام و ائمهٔ اسلام چه محققین فضیلت
مداومت امور خیر و مندوبات را عموماً
مسلم داشته اند صرف بر اعتقاد وجوب
ولزوم انکار نموده اند امام عینی در شرح
صحیح بخاری بذیل باب احب
الدین الی الله ادومه فرموده
الثالث فیه فضیلة
الدوام علیٰ العمل

کا حکم لازم نہیں ہوگا۔ چہ جائیکہ
مزعوم اسماعیلیہ یعنی عمل میلاد کو جائز
سمجھنے والوں، اسے برتنے والوں کی
تضلیل و تفریق کا ثبوت ہو۔ اور
بعض فقہاء کا ایام بیض کے روزے
کو مکروہ قرار دینا، مجلس میلاد منعقد
کرنے والے اور اسے جائز سمجھنے
والے علماء کرام و ائمۂ اسلام کی
گمراہی ثابت کرنے کے لئے تام و
عام دلیل و حجت نہیں ہے۔ اسلئے کہ
محققین نے امور خیر اور مستحبات پر
مداومت کی فضیلت کو مسلّم رکھا ہے،
صرف ان کے وجوب ولزوم کے
اعتقاد کا انکار کیا ہے۔
امام عینی شرح صحیح بخاری میں
"باب احب الدین الی الله
ادومه" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں
"تیسری بات، اس میں عمل پر مداومت

والحث على العمل الذى
يدوم ويثمر القليل الدائم
على الكثير المنقطع اضعافا
كثيرة الخ۔

کی فضیلت اوردائمی عمل پر برانگیختہ کرنا
ہے۔ اور قلیل دائم، کثیر منقطع کے
مقابلہ میں کئی گونہ بارآور ہے۔"

وہمدراں است وقد ذم
الله تعالىٰ من التزم فعل
البر ثم قطعه بقوله و
رهبانية ابتدعوها ما كتبنا
ها عليهم الا ابتغاء رضوان
الله فما رعوها حق رعايتها
الا ترى ان عبد الله ابن عمر
ندم على مراجعة النبى عليه
السلام بالتخفيف عنه لما
ضعف و مع ذلك لم يقطع
الذى التزمه الخ۔

اسی میں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں
ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے
جنہوں نے کسی نیک کام کا التزام کیا
پھر اسے ختم کردیا۔ ارشاد ہے۔ خدا
کی خوشنودی کی خاطر رہبانیت کی
ایجاد خود انہوں نے کی تھی ہم نے
ان پر فرض نہیں کیا تھا پھر انہوں نے
اس کی کما حقہ رعایت نہیں کی۔ تم
دیکھتے نہیں کہ حضرت ابن عمر جب
کمزور ہوگئے تو تخفیف کے لئے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف رجوع
کرنے میں ندامت تو محسوس کی مگر
جس کا التزام کیا تھا اسے ترک نہیں کیا۔

قولہ- دلیل سیزدہم در حدیث
شریف ست ما احدث قوم بدعة الا

قولہ - تیرہویں دلیل ۔
حدیث شریف میں ہے کوئی قوم
جب کسی بدعت کی ایجاد کرتی ہے تو

رفع مثلها من السنة الخ ۔

اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔"

اقول- کسیکہ مطالعۂ شروح
حدیث از ائمۂ اہلسنت کردہ است
نیک میداند کہ مراد در احادیث شریفہ
ذم ہر امرے ست کہ مخالف و مزاحم و
مغیر کدامی سنت محدودہ مخصوصہ باشد
در مرقاۃ بذیل حدیث ما احدث
قوم بدعة نوشتہ ۔
ای مزاحمة لسنة الخ و
بذیل ما ابتدع قوم بدعة ہم
قید مزاحمۃ افزودہ است۔

اقول - جس نے بھی ائمۂ
اہل سنت کی شروح حدیث کا مطالعہ
کیا ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ احادیث
شریفہ میں مراد ہر اس امر کی مذمت
ہے جو کسی محدود و مخصوص سنت کے
مزاحم اور اس کا مغیر ہو۔ مرقات میں
حدیث" ما احدث قوم بدعة"
کے تحت لکھا ہے کہ ای مزاحمة
لسنة "یعنی وہ بدعت جو سنت
سے مزاحم ہو۔ اور" ما ابتدع قوم
بدعة" کے بعد قید" مزاحمة" کا
اضافہ فرمایا۔

اگر صاحب رسالہ را طاقت
رجوع بشروح ائمۂ دین نباشد یا بر اں
اعتمادش نیاید تا برائے تسلی او عبارت
مظاہر حق کہ مولفۂ اکابر طائفہ است
در ینجا منقول میگردد در شرح حدیث
اول نوشتہ۔

اگر صاحب رسالہ کو ائمۂ دین
کی شرحوں کی طرف رجوع کی طاقت
نہ ہو یا اُن پر بھروسہ نہ ہو تو اس کی تسلی
کیلئے اس کے گروہ کے اکابر کی
تالیف "مظاہر حق" کی عبارت
یہاں نقل کردی جارہی ہے۔ حدیث
اول کی شرح میں انہوں نے لکھا ہے

"نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت
یعنی جو بدعت کہ مزاحم سنت کی ہو" الخ۔
و بذیل حدیث دوم "گفتہ نہیں
نکالی کسی قوم نے بدعت ہیچ دین
اپنے کے یعنی بدعت سیئہ کہ مزاحم
سنت کے ہو" الخ۔

پس امریکہ مزاحم سنت نباشد و
مندرج عمومات مندوبات شرعیہ باشد
ہیچو امر راحکم احادیث مذکورہ شامل
نیست گو بمعنی دیگر براں اطلاق
بدعت کردہ آید مانند ذکر خلفاء کرام و
عمین مکرمین در خطبۂ جمعہ وعیدین و
رجعت قہقری برائے تکریم کعبۂ
شریفہ وقت وداع والتزام و اہتمام
جماعت تراویح ومداومت صلاۃ ضحیٰ و
اذان ثالث جمعہ وامثال ذٰلک واز
ہمیں قبیل است عمل مولد کہ قطع نظر
از ثبوت اجزائے آں از سنت

"نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی
جو بدعت کہ مزاحم سنت کی ہو۔ الخ۔
اور دوسری حدیث کے ذیل میں کہا
کہ "نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت
ہیچ دین اپنے کے یعنی بدعت سیئہ
کہ مزاحم سنت کے ہو الخ۔

پس وہ امر جو سنت کے مزاحم نہ
ہو اور شرعی مستحبات کے عموم میں
مندرج ہو ایسا امر، احادیث مذکورہ
کے حکم میں داخل نہیں۔ گو دوسرے
معنی کے اعتبار سے اس پر بدعت کا
اطلاق کیا جائے۔ جیسے خلفاء کرام
اور عمین کریمین کا خطبۂ جمعہ وعیدین
میں تذکرہ بوقت رخصت کعبہ
شریف کی تعظیم کے لئے پیٹھ کے بل
لوٹنا۔ جماعت تراویح کا التزام و
اہتمام نماز چاشت کی پابندی جمعہ کی
تیسری اذان، اوران جیسے دیگر امور
اور اسی قبیل سے مجلس میلاد بھی

یئت کذائیہ کہ عبارت از جمع چند
بادات متفرقہ در جلسۂ واحدہ است
ہیچ گونہ مزاحم و مخالف کدامی سنت
نیست و داخل عمومات مندوبات و
مندرج اطلاق مجالس اذکار ست واز
مستحسنات ائمۂ دین ست پس اول
اندراج آں تحت احادیث مذکورہ و
صدق معنی مراد ازاں احادیث براں
ثابت کنند پس حکم آں لازم گردانند
ثبت العرش ثم انقش۔

اما خواہ مخواہ بر ہمگی عاقدین مجلس
مذکور واصحاب محفل ترک فرض وواجب
لازم گردانیدن قطع نظر ازآنکہ کذب
ست صریح اثبات اصل مقصد نمی کند
کلام در استحسان ائمۂ اعلام و ارکان
اسلام مثل صاحب حصن حصین و امام
قسطلانی و حافظ سیوطی و ملا علی قاری

ہے۔ کہ سنت سے اس کے اجزاء
کے ثبوت سے قطع نظر، اسکی ہیئت
کذائی جو ایک مجلس میں چند متفرق
عبادتوں کو اکٹھا کرنے کا نام ہے کسی
بھی طرح کسی سنت کے مزاحم ومخالف
نہیں مندوبات کے عموم میں داخل،
مجالس اذکار کے اطلاق میں
مندرج، اور ائمۂ دین کے مستحسنات
میں شامل ہے۔

اسلئے پہلے ان مذکورہ احادیث
میں عمل میلاد کا اندراج اور اس عمل
پر اُن احادیث کے معنیٔ مراد کا صدق
ثابت کریں پھر اس حکم کو لازم
گردانیں۔ پہلے تخت کا ثبوت پھر
اس کا نقش ونگار۔

خواہ مخواہ تمام بانیان مجلس مذکور
واصحاب محفل پر ترک فرض وواجب،
لازم قرار دینا اس سے قطع نظر کہ یہ
کھلا جھوٹ ہے۔ اصل مقصد ثابت
نہیں کرتا۔ گفتگو، صاحب حصن حصین،

وغیرہم ست کہ بریں حضرات تہمت
بدمذہبی وضلالت نہادن وخود را مقدس
قرار دادن باوجودیکہ خود ہم از ہماں
اکابر استحسان میکند کمال حماقت
ضلالت ست۔

قولہ۔ دلیل چہار دہم آنکہ
ایں فعل درصدر اول واقع نشدہ الخ۔

اقول۔ جواب ایں مغالطہ
سابقاً بطور نقض وحل مرقوم گردیدہ و
مستلزم بنودن ترک آنحضرت ﷺ
وعدم فعل آنجناب وہمچناں عدم فعل
اصحاب حرمت وکراہت را از تحقیق
مستندین صاحب رسالہ بثبوت رسیدہ
کہ اعادہ موجب تطویل ست۔

اما ایں قدر دریں جا دانستنی ست
کہ ادعاء عام عدم وقوع علی
الاطلاق درصدر اول وقرون سابقہ

امام قسطلانی حافظ سیوطی، ملا علی قاری
علیہم الرحمہ وغیرہم جیسے ارکان اسلام
اور سرکردہ ائمۂ عظام کے استحسان
میں ہے۔ ان حضرات پر بدمذہبی
اور گمراہی کی تہمت رکھنا اور اپنے
آپ کو مقدس قرار دینا باوجودیکہ خود
بھی انہیں اکابر سے استناد کرتا ہے
کمال حماقت وگمراہی ہے۔

قولہ۔ چودھویں دلیل یہ
کہ یہ فعل صدر اول میں نہیں ہوا الخ

اقول۔ اس مغالطہ کا جواب
بطور نقض وحل تحریر ہو چکا اور صاحب
رسالہ کے مستندین کی تحقیق سے یہ
بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ
کا کسی فعل کو ترک کر دینا یا نہ کرنا
یونہی صحابہ کرام کا نہ کرنا حرمت
وکراہت کو مستلزم نہیں ہے۔ اعادہ
موجب تطویل ہے۔

لیکن اتنا یہاں جان لینا ہے
کہ۔ صدر اول اور قرون سابقہ

بے احاطۂ علمی بجزئیات جمیع افعال
جمیع اکابر صدر اول وقرون سابقہ محل
کلام ست وچگونہ محل کلام نباشد کہ
اجلۂ صحابۂ کرام وملازمین خیر الانام
دربسیاری از مسائل باوجود آں قسم
کمال اطلاع بحال باکمال آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بنا بر احتیاط از دعویٰ
عدم وقوع فعل درسنت احتراز می نمودند
وصرف برعدم علم وگمان خود اقتصار می
فرمودند ازاں جملہ آنکہ در صحیح بخاری
وغیرہ مروی ست کہ کسے از حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ استفسار نمود کہ
آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز
چاشت میخواندند یا نہ حضرت وی بر
لفظ ''لا اخالہ'' اکتفاء فرمودند
آخر احتیاط وی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مقرون بصواب بود کہ

کے تمام اکابر کے تمام افعال کی
جزئیات کا علمی احاطہ کئے بغیر ان
سے عدم وقوع کا عام دعویٰ کرنا محل
کلام ہے اور محل کلام کیونکر نہ ہوگا۔
اسلئے کہ جلیل القدر صحابۂ کرام و
ملازمین خیر الانام، حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے احوال باکمال پر
پوری آگاہی کے باوجود بہت
سارے مسائل میں احتیاطاً سنت
میں فعل کے عدم وقوع کے دعویٰ
سے احتراز کرتے ہیں اور صرف
اپنے علم وظن کے عدم پر اکتفا
فرماتے ہیں۔

اسی قبیل سے وہ روایت ہے
جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ
کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ
عنہ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے نماز چاشت پڑھی تھی یا
نہیں تو انہوں نے ''لا اخالہ'' یعنی
میرے خیال میں نہیں پر اکتفا فرمایا۔

ثبوت ہمان فعل از علم وشہادت دیگر
ان رونمود۔

قولہ- دلیل پانزدہم آنکہ
زمان امر سیال غیر قاراست الخ۔

اقول- ائمۂ دیں و محققین
شرع مبین بدلیل مضامین آیات کلام
رب العلمین و احادیث حضرت سید
المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت و
شرف ازمنۂ لاحقہ کہ نظیر ازمنۂ سابقہ
اند بجہت آنچہ درآں ازمان از نعم الٰہیہ
ظاہر گردیدہ ثابت فرمودہ اند ونزول
نعمت را دریک زمان سبب تخصیص
وتشریف نظائر آں قرار دادہ اند وایں
امر منافاتی بہ سیال وغیر قاربودن
زمان ندارد امام فخر الدین رازی
علیہ الرحمہ در تفسیر کبیر بذیل آیۂ
کریمہ شہر رمضان الذی
انزل فیہ القرآن ھدًی

آخران کا احتیاط درست رہا کہ اسی
فعل کا ثبوت دوسروں کے علم و
شہادت سے سامنے آیا۔

قولہ- پندرہویں دلیل یہ
ہے کہ زمانہ امر سیال غیر قار ہے۔

اقول- ائمۂ دین و محققین
شرع مبین، آیات کلام رب العالمین
کے مضامین اور حضرت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی
دلیل سے، اوقات گذشتہ کی نظیر،
اوقات آئندہ کی فضیلت وشرف اس
طور پر ثابت فرما چکے ہیں۔ کہ اُن
اوقات میں اللہ کی نعمتوں کا ظہور رہا
ہے اور ایک زمانہ میں نعمت کے
نزول کو اس زمانے کے نظائر کے
شرف وتخصیص کا سبب قرار دیا ہے۔
اور یہ بات زمانہ کے سیال اور غیر
قار ہونے کے منافی نہیں ہے۔
امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ
آیت کریمہ ''شہر رمضان

للناس و بینات من الھدیٰ
والفرقان۔ الآیۃ آوردہ اما قولہ
انزل فیہ القرآن اعلم ان اللہ
سبحانہ لما خص ھذ الشھر
بھذہ العبادۃ بین العلۃ
لھذا التخصیص و ذلك ھو ان
اللہ سبحانہ خصہ باعظم
آیات الربوبیۃ و ھو انہ انزل
فیہ القرآن فلا یبعد ایضا
تخصیصہ بنوع عظیم من
آیات العبودیۃ ۔ الیٰ قولہ
فثبت ان بین الصوم و بین
نزول القرآن مناسبۃ عظیمۃ
فلما کان ھذ الشھر مختصا
بنزول القرآن وجب ان
یکون مختصا بالصوم الخ۔
صاحب رسالہ بیان نماید کہ حصول
نعمت نزول قرآن را دریک رمضان
علت تخصیص وتشریف مطلق ماہ رمضان

الذی انزل فیہ القرآن ھُدیً
للناس وبیناتٍ من الھدیٰ
والفرقان ''الآیۃ کے تحت لکھتے ہیں:
''ارشاد ربانی، ''اُنزل فیہ
القرآن'' تم جان لو کہ اللہ سبحانہٗ
نے جب اس ماہ کو اس عبادت سے
مختص کیا تو تخصیص کی علت بھی
بیان فرمائی اور وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ
نے اسے ربوبیت کی سب سے
عظیم الشان نشانی سے مختص کیا یعنی
اس میں قرآن نازل فرمایا پھر اس
مہینہ کو عبودیت کی ایک عظیم الشان
نشانی سے مختص کرنا کیا بعید ہے۔ الیٰ
قولہ- تو ثابت ہوا کہ روزہ اور نزول
قرآن میں بڑی مناسبت ہے اسلئے
جب یہ مہینہ نزول قرآن سے مختص
ہوا تو روزے سے بھی مختص ہونا
ضروری ہوا الخ۔
صاحب رسالہ بتائے کہ ایک
رمضان میں نزولِ قرآن کی نعمت

قرار دادن وقائل مناسبت آں
گردیدن مخالف عقل و موافق وہم
است یا معاملہ برعکس ست۔

وقال رسول الله صلى
الله عليه وسلم فى جواب من
سأل عن صوم الاثنين فيه
"ولدت الحديث"۔

ملا علی قاری عليه
الرحمه درمرقاۃ آوردہ فيه ان
الزمان يتشرف بما يقع فيه
وكذاا لمكان۔

پس ازنافہمی وجہالت خود
درمیدان تجہیل وتضلیل اکابر اسلام
تاختن وبمدعائے حدیث رسول مقبول
نرسیدن وعلم طعن و ملام بر افراختن
سفاہت وضلالت ست وبس۔

کے حصول کو مطلق ماہ رمضان کے
شرف وخصوصیت کی علت قرار دینا،
اور اسکی مناسبت کا قائل ہونا عقل
کے خلاف اور وہم کے مطابق ہے یا
معاملہ برعکس ہے؟

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس شخص کے جواب میں فرمایا
جس نے دوشنبہ کے دن روزہ کے
تعلق سے ان سے دریافت کیا تھا
کہ اسی دن میری پیدائش ہوئی ہے۔
ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقات
میں لکھتے ہیں کہ اس میں ثبوت ہے
کہ زمان ومکان اپنے اندر واقع
ہونے والے امورِ خیر سے شرف
والے ہوجاتے ہیں۔

پس اپنی نا سمجھی اور جہالت
سے اکابر اسلام کی تجہیل وتضلیل
کے میدان میں دوڑنا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے
مدعاء تک نہ پہونچنا اور طعن و
ملامت کا جھنڈا بلند کرنا صرف

امام احمد درمسند امیر المؤمنین ابو
بکر رضی اللہ عنہ آوردہ عن عائشة
رضى الله تعالىٰ عنها قالت
ان ابا بكر لما حضرته الوفاة
قال اى يوم هذا قالوا يوم
الاثنين قال فان مت من
ليلتى فلا تنظروا بى الغد
فان احب الايام والليالى الى
اقربها من رسول الله صلى الله
عليه وسلم۔

دراستیعاب فرمودہ:

كان نكاحه صلى الله
عليه وسلم بعائشة فى شوال و
ابتنائة بها فى شوال وكانت
تحب ان يدخل النساء من اهلها

حماقت وگمراہی ہے۔

امام احمد مسند امیر المومنین
ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ناقل کہ:
"ام المؤمنین عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا
زمانۂ وفات جب قریب آیا تو انہوں
نے دریافت کیا کہ آج کون سا دن
ہے لوگوں نے عرض کیا دوشنبہ، فرمایا
کہ اگر میں آج ہی انتقال کر جاؤں
تو کل تک کے لئے میرا انتظار نہ کرنا
کیونکہ سب سے محبوب رات ودن
میرے نزدیک وہ ہیں جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہیں۔

استیعاب میں فرمایا:

ام المؤمنین حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہ سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح شوال میں ہوا تھا۔
رخصتی بھی شوال میں ہوئی تھی ام
المؤمنین بھی پسند کرتی تھیں کہ ان

فی شوال علیٰ ازواجهنّ
وتقول هل كان فی نسائه
عنده احظی منی وقد نكحنی
و ابتنیٰ بی فی شوال الخ۔
طحطاوی فرموده وفی منهاج
الحلیمی و شعب الایمان
للبیهقی ان الدعاء مستجاب
یوم الاربعاء بعد الزوال قبل
وقت العصر لانه صلی الله
علیه وسلم استجیب له علیٰ
الاحزاب فی ذلك الیوم وكان
جابر یتحریٰ ذلك فی مهماته
وذكرانه ما بدئ شئ یوم
الاربعاء الاتم فینبغی ا لبدایة
بنحو التدریس فیه الخ۔

اما آنچه گفته ولادت باسعادت

کے خاندان کی عورتیں اپنے شوہروں
کے گھر شوال ہی میں جائیں۔ اور
فرماتی تھیں کہ میری بہ نسبت سرکار
کے نزدیک ان کی ازواج مطہرات
میں کون زیادہ رتبہ والی تھی؟ مجھ سے
شوال میں نکاح فرمایا اور اسی مہینہ
میں رخصتی کرائی۔

علامہ طحطاوی نے فرمایا:
''منہاج حلیمی اور بیہقی کے
شعب ایمان میں مذکور ہے کہ
بروز بدھ بعد زوال، قبل وقت عصر
دعاء مقبول ہوتی ہے کیونکہ احزاب
والوں کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی دعاء اسی دن قبول ہوئی تھی۔
حضرت جابر اپنے اہم معاملات
میں اس وقت کو بہتر سمجھا کرتے تھے
اور ذکر کیا ہے کہ بروز بدھ جو کام بھی
شروع کیا جائے گا وہ پورا ہوگا۔ اس
لئے تدریس جیسے امور کا اسی دن
آغاز مناسب ہے۔''

لیکن صاحب رسالہ نے یہ جو

حضرت نبوی در روزے شده بود الخ
پس ایں اعتراضی ست قبیح برارشاد
حضرت سید المرسلین که در حدیث صحیح
ست فیه ولدت الحدیث۔

صاحب رساله بیان نماید که بآں
اثنین که ولادت باسعادت دراں شده
بود دیگر ایام اثنین را مناسبتی ہست یا
نه وقول تحفة اولاً خارج از مبحث ست
که یک چیز بعینه دانستن چیزے
دیگرست واعتقاد بقاء شرف و برکت
در نظائر زمان نزول نعمت چیزے دیگر
ست وہمچناں عید گردانیدن امرے
ست خارج از مبحث۔

وثانیاً بر تقدیر تسلیم ایں که قول تحفه
موافق مدعائے صاحب رساله باشد
معارض ست آنچه در تفسیر عزیزی جا بجا
مشرف گردیدن زمان لاحق بسبب
نزول نعمت در زمان سابق

کہا کہ ''حضرت نبوی کی ولادت
باسعادت جس دن ہوئی تھی۔ الخ یہ
صحیح حدیث میں مذکور حضرت سید
المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
''فیہ ولدت'' پر قبیح اعتراض ہے۔
صاحب رسالہ بتائے کہ جس دوشنبہ
کو ولادت باسعادت ہوئی تھی اس
سے دوسرے دوشنبوں کو مناسبت
ہے یا نہیں؟

تحفہ کی بات اولاً خارج از بحث
ہے کہ بعینہٖ دونوں کو ایک ہی چیز سمجھنا
دوسری چیز ہے۔ اور زمانۂ نزول
نعمت کے نظائر میں شرف و برکت
کی بقاء کا اعتقاد دوسری چیز۔ یونہی
کسی امر کو عید قرار دینا بحث سے
خارج ہے۔

ثانیاً۔ یہ تسلیم کر لینے کی تقدیر
پر کہ صاحب تحفہ کا قول صاحب
رسالہ کے دعویٰ کے مطابق ہے تفسیر
عزیزی کے مندرجات کے معارض

بیان نمودہ از آنجملہ در وجوہ خصوصیات
وقت ضحیٰ نوشتہ اند۔
"سیوم آنکہ ایں وقتی ست کہ
کلام حق تعالیٰ با حضرت موسیٰ علیہ
السلام دریں وقت شدہ بود چہارم آنکہ
ساحران فرعون درہمیں وقت بدیدن
معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایمان
آوردہ اند پس ایں وقت وقت کمال ظہور
نور حق بر ظلمات باطل ست کہ درامت
سابقہ اثر آں واقع شدہ الخ۔
و در خصوصیات شب قدر گفتہ ایں
شب بہ جہات چند شرف وارد الیٰ قولہ
سوم آنکہ نزول قرآن مجید دریں شب
واقع ست وایں شرفی ست کہ نہایت
ندارد و چہارم آنکہ خلقت فرشتگان
نیز دریں شب ست الخ۔

ہے۔ جس میں جگہ، جگہ زمانہ سابق
میں نزولِ نعمت کے سبب زمانہ لاحق
کا مشرف ہونا بیان کیا ہے۔ وقت
چاشت کی خصوصیات کے اسباب
میں لکھا ہے۔
"سوم یہ کہ اسی وقت اللہ تعالیٰ
کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
گفتگو ہوئی چہارم یہ کہ فرعون کے
جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ
کر اسی وقت ایمان لائے تھے۔
پس یہ وقت باطل کی تاریکیوں کے
بالمقابل نورحق کے کمالِ ظہور کا وقت
ہے۔ جس کا اثر امت سابقہ میں
واقع ہوا ہے الخ
اور شبِ قدر کی خصوصیات
میں فرمایا۔ "یہ شب چند جہتوں سے
شرف رکھتی ہے الیٰ قولہ۔ سوم یہ کہ
قرآن مجید کا نزول اسی شب میں ہوا
ہے اور یہ وہ شرف ہے جس کی انتہا
نہیں۔ چہارم یہ کہ فرشتوں کی پیدائش
اسی شب میں ہوئی۔

و ثالثاً استحسان و التزام مجلس
شریف و اعراس کبراء خویش از جد
صاحب تحفہ و والد و مرشد صاحب تحفہ
و خود صاحب تحفہ و برادران و تلامذہ
راشدین ایشان نہ چنان ست کہ بر
کسے مخفی تواند شد اینکہ انتباہ و انفاس
العارفین و فیوض الحرمین و رسائل و
فتاویٰ صاحب تحفہ مثل رسالہ ذبیحہ و
رسائل مولوی رفیع الدین صاحب و
رسائل مولوی رشید الدین خاں صاحب و
مفتی صدر الدین خان صاحب استاد
صاحب رسالہ وغیرہم معروف و مشہور اند۔
فما هو جواب صاحب
الرسالة عن جانب صاحب
التحفة و اسلافه و اخلافه فهو
جوابنا عن سائر الائمة
السابقين۔
طرفہ آنست کہ مولوی رفیع الدین صاحب

ثالثاً مجلس شریف، اور اپنے
بزرگوں کے عرس کے التزام کا
استحسان صاحب تحفہ کے دادا، اُن
کے والد و مرشد اور خود صاحب تحفہ
کیطرف سے ایسا امر نہیں کہ کسی پر
پوشیدہ ہو سکے یہ ساری باتیں۔
انتباہ، انفاس العارفین، فیوض
الحرمین، صاحب تحفہ کے فتاویٰ و
رسائل مثلاً رسالہ ذبیحہ میں۔ مولوی
رفیع الدین صاحب مولوی رشید
الدین خاں صاحب مفتی صدر
الدین خان صاحب استاذ صاحب
رسالہ، کے رسائل میں اور ان کے
علاوہ دوسروں کے رسائل میں
معروف و مشہور ہیں۔
اسلئے صاحب تحفہ اور ان کے
اسلاف و اخلاف کی جانب سے
صاحب رسالہ کا جو جواب ہوگا وہی
جواب ہم اپنے باقی ائمہ اسلام
کیطرف سے دے لیں گے۔
طرفہ یہ کہ مولوی رفیع الدین صاحب

در رسالۂ خود این وسوسہ صاحب رسالہ
را بتصریح مردود ساختہ اند۔ چنانچہ در
رسالہ مسائل فرمودہ۔
"زمان اگر چہ سیال غیر
قارست۔ اما انچہ بآں تقدیر کردہ میشود
زمان را از شب و روز و ماہ و سال اینہا
را شرعا و عرفا دورہ مقررست چوں
یک دورہ تمام میشود باز از سر شروع
میشود و بھمین حساب رمضان شہر صوم
وذی الحجہ شہر حج و ہمچنیں شہور دیگر را در
دورہ حکم اتحاد بانظیر دادہ می شود
چنانکہ در حدیث ست کہ یہود عرض
کردند در حضور جناب نبوت کہ حق
تعالیٰ نجات حضرت موسیٰ علیہ السلام
وغرق فرعون دریں روز کردہ ست
برائے شکرانہ روزہ میگیرم

نے اپنے رسالہ میں صاحب رسالہ
کے اس وسوسہ کو صراحت کے ساتھ
رد کر دیا ہے جیسا کہ رسالہ مسائل
میں فرمایا ہے۔
"زمانہ اگر چہ سیال اور غیر قار
ہے لیکن اس تقدیر پر جو کچھ کیا جاتا
ہے وہ اس لئے کہ زمانہ کے روز و
شب اور ان کے ماہ و سال کا شرعاً
اور عرفاً دورہ مقرر ہے جب ایک
دورہ کی تکمیل ہوتی ہے از سر نو دوسرا
دورہ شروع ہو جاتا ہے اور اسی حساب
سے رمضان ماہِ روزہ، ذوالحجہ، شہر
حج اور یونہی دوسرے مہینوں کو دورہ
میں اپنی نظیر کے ساتھ اتحاد کا حکم دیا
جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے
کہ جناب نبوت کی بارگاہ میں
یہودیوں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نجات اور
فرعون کو غرقاب اسی دن فرمایا ہے۔ شکرانہ
میں ہم لوگ روزہ رکھتے ہیں۔

جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ
انا احق من تبع بموسی
فصام یوم عاشوراء و
امر الناس بصیامہ و نیز حضرت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلال را وصیت
کردند بصوم روز دوشنبہ فرمودند
"فیہ ولدت وفیہ انزل وفیہ
ھاجرت وفیہ اموت" الیٰ
آخرہ۔

قولہ۔ وجوب صوم یوم عاشوراء
بفرضیت صوم رمضان وانفرادش بسبب
فرمودن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ
اگر سال آیندہ زندہ بمانم روزہ نہم
را با آن ضم کنم تا ملت ما از ملت موسیٰ
علیہ السلام مختلف باشد منسوخ شد
واستحباب صوم عاشوراء بانضمام صوم
دیگر اگر چہ باقی ست الیٰ آخرہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
۔ حضرت موسیٰ کے پیروکاروں کی بہ
نسبت اس کے ہم زیادہ حقدار ہیں
۔ پھر سرکار نے بروز عاشوراء خود
روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا
حکم دیا۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت بلال کو وصیت فرمائی کہ
دوشنبہ کو روزہ رکھنا اسی دن میری
پیدائش ہوئی، اسی دن مجھ پر نزول
وحی ہوا، اسی دن میں نے ہجرت کی
اسی دن میرا وصال ہوگا۔ الخ"

قولہ۔ روزِ عاشوراء کے روزہ کا
وجوب روزۂ رمضان کی فرضیت سے اور
اس کا انفراد سرکار دو عالم ﷺ کے اس
فرمان سے۔ "کہ اگر سال آئندہ زندگی
رہی تو نویں کا روزہ اس کے ساتھ ملا
دوں گا تا کہ ہمارا دین دین موسیٰ سے
مختلف رہے،" منسوخ ہو چکا ہے اگر
چہ روزۂ عاشورہ کا استحباب روزۂ دیگر کے
انضمام کے ساتھ باقی ہے الخ"

اقول- ہرگاہ کہ بہ بجا آوردن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم
عاشوراء بموافقت یہود بوجہ احیائے
سنت موسیٰ علیہ السلام اعتراف نمود
وسوسۂ طعن صاحب رسالۂ ائمۂ اسلام
باطل گردید گو وجوب صوم عاشوراء
بفرضیت صوم رمضان منسوخ شدہ چہ
اگر نظائر را باہم در ازمنۂ لاحقہ وسابقہ
ہیچ علاقہ ومناسبت نمی بود، بعد گذشتن
صدہا سال از یوم حصول نعمت نجات
حضرت موسیٰ علیہ السلام روزہ داشتن
آنجناب درآں روز برائے شکر نعمت
باز اعادۂ شکر ان نعمت و احیائے
آں سنت بعد وفات حضرت موسیٰ
علیہ السلام چہ معنی داشت کہ حصول
نعمت نجات حضرت موسیٰ علیہ السلام

اقول-جب صاحبِ رسالہ
نے، یہودیوں کی موافقت، اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو
زندگی دینے کی غرض سے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا عاشوراء کے دن روزہ
رکھنا مان لیا تو ائمۂ اسلام پر اس کے
طعن کا وسوسہ باطل ہوگیا۔
صوم عاشوراء کی فرضیت گو کہ
صوم رمضان سے منسوخ ہوگئی، پھر
بھی اگر نظائر کا باہم ازمنۂ سابقہ
سے کوئی علاقہ اور مناسبت نہیں ہے
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے
حصول نعمت نجات کے دن سے
سیکڑوں سال گذر جانے اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد
ان کی سنت کا احیاء، اعادۂ شکر نعمت اور
شکر نعمت کی خاطر آں جناب کا روزہ
رکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیونکہ بہ قول
آپ کے اُس دن میں، جس میں
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعمتِ نجات

وصوم آنجناب در روزی شدہ بود کہ از
عاشورائ عہد حضرت خاتم رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم فاصلۂ صدہا سال
داشت واحکام ماضی جداست واحکام
حال واستقبال جداو اعادۂ معدوم
مستحیل الی آخر المغالطہ۔
اما آنچہ گفتہ کہ در مولد اتباع
صاحب ملت محمدی مفقود است الخ
این قولش حسب تحقیق متندین او
مردود ست تا آنکہ در قول علامہ ابن
حاج ہم از مضمون حدیث شریف
شرف و عظمت ایام ولادت و
استحباب اعادۂ شکر آن نعمت بتصریح
موجود ست۔
قولہ- دلیل شانزدہم جماعتے
از اہل علم و دیانت الی قولہ احمد بن محمد
مصری در کتاب خود اتفاق علمائے ہر
چہار مذہب بر منع این نقل کردہ الخ

ملی اور عہد رسالت مآب ﷺ کے
اُس روز عاشوراء میں، جس دن
آپ نے روزہ رکھا صدیوں کا
فاصلہ ہے۔اور ماضی کا حکم الگ ہے
، حال و استقبال کا الگ اور اعادۂ
معدوم محال الی آخر المغالطہ۔
صاحب رسالہ کی یہ بات کہ
میلاد میں صاحب ملت محمدی کی
اتباع نہیں خود صاحب رسالہ کے
متندین کی تحقیق کے مطابق مردود ہے
یہاں تک کہ علامہ ابن حاج کے قول
میں بھی، حدیث شریف کے مضمون
سے ایام ولادت کا شرف و عظمت اور
اس نعمت کے اعادہ شکر کا استحباب
صراحت کے ساتھ موجود ہے۔
قولہ- سولہویں دلیل- اہل
علم و دیانت کی ایک جماعت اس
عمل کی کراہت و بدعت کی صراحت
کر چکی ہے۔ الی قولہ- احمد بن محمد
مصری نے اپنی کتاب میں اس عمل
کی ممانعت پر مذاہب اربعہ کے علماء
کا اتفاق نقل کیا ہے۔ الی آخرہ

اقول - الحق تعصب ونفسانیت
دیدۂ بصیرت را کورمی ساز دوسب و
شتم ائمۂ امت انسان را در چاہ کذب و
ضلالت می اندازد وجہ تصحیح استناد
بکتاب مجہول مصری مجہول وموجب
ترجیح آں بر ائمہ مشہورین شرع
محمدی بوجہیکہ مثبت تجویز حکم ضلالت بر
متبعین آنحضرات باشد چیست۔

وعجب آنکہ سابقاً حکم جہالت شیخ
عمر بن محمد ملا باں زور وشور نمودہ کہ ہیچ
کئے از مشائخ وصوفیہ وعلماء کرام اورا
نمی شناشد ودر ہیچ کتاب از و استناد
مروی نیست الخ باوجودیکہ در سیرت
شامی کہ کتابے ست معروف ومشہور و
صاحب رسالہ وکبرائی طائفہ

اقول - حق ہے کہ تعصب اور
نفسانیت نگاہِ بصیرت کو اندھا کر
دیتی ہے اور ائمہ امت کو برا بھلا کہنا
انسان کو جھوٹ اور گمراہی کے کنویں
میں ڈال دیتا ہے۔ مصریٔ مجہول کی
کتاب مجہول سے تصحیح استناد کا، اور
شرع محمدی کے ائمہ مشہورین پر اس
کے قول کی اس طور پر ترجیح کا سبب
کیا ہے؟ کہ اس کے قول سے اُن
مشہور ائمہ کے پیروکاروں پر حکمِ
ضلالت کی تجویز کا ثبوت ہو۔

حیرت یہ ہے کہ اس سے پہلے
شیخ عمر ابن محمد ملاؔ کے مجہول ہونے کا
حکم اس زور وشور سے لگا چکا ہے کہ
مشائخ، صوفیہ اور علماء کرام میں سے
کوئی بھی اسے نہیں پہچانتا اور کسی
کتاب میں اس سے استناد مروی
نہیں ہے" باوجودیکہ مشہور ومعروف
کتاب سیرتِ شامی جس سے
صاحبِ رسالہ کے کبراء گروہ بھی

ہم از وسند می آرند صراحۃً استناد و
شہادت صلاحیت وشہرت شیخ مذکور
ست وانیجا کہ استناد بمصری می نماید
ہرگز مجہولیت مصنف ومصنف بخیال
نمی آرد وقطع نظر از ہمہ ایں وآں بحث
وکلام کہ دراں بیان ست بطلان و
کذب قول مصری از ماۃ مسائل
اسحاقیہ عیان ست بلکہ صاحب تفہیم
بکثرت اقوال جانب استحسان و
تجویز اعتراف میکند وآنرا مسلم می
دارد گو بمقتضائے آنکہ دروغ گورا
حافظہ نباشد درانجا بر خلاف دیگر
مقامات کثرت را سبب ترجیح نمی
پندارد۔

بالجملہ اگر دریں مقام فقرہ
"کفی اللّٰہ المؤمنین
القتال" کہ صاحب رسالہ

استناد کرتے ہیں۔ اُس میں صراحت
کے ساتھ شیخ سے استناد، شہادت اور
صلاحیت وشہرت مذکور ہے۔ اور
یہاں ایک مصری سے استناد کرتا ہے
اور مصنف اور اس کی تصنیف کی
مجہولیت، خیال میں نہیں لاتا؟ اس
کتاب میں موجود بیان ایں وآں
اور بحث وکلام سے قطع نظر قولِ
مصری کا کذب و بطلان "ماۃ
مسائل اسحاقیہ" سے ظاہر ہے۔ بلکہ
صاحبِ تفہیم، کثرتِ اقوال کے
سبب جانب استحسان و تجویز کا
اعتراف کرتا ہے اور اسے مسلم رکھتا
ہے۔ گو "دروغ گورا حافظہ نہ باشد"
کی مقتضاء کے مطابق اس مقام پر
دیگر مقامات کے برخلاف کثرت کو
سبب ترجیح نہیں سمجھتا۔

الحاصل اس مقام پر "کفی
اللہ المؤمنین القتال" کا وہ
جملہ میں تحریر کردوں جسے صاحب

برائے اشعار تکفیر ائمہ امت محمدیہ
بکمال بیباکی نوشتہ برنویسم باکے ندارد
اما احقر ہیچو تطویل را کہ خارج از تحقیق
مبحث ست بے فائدہ می پندارد۔

قولہٗ قال ابن الحاج الخ۔

اقول قول ابن حاج را بحذف
آنچہ وساوس صاحب رسالہ را از بیخ
وبن بر میکند حجت گردانیدن و بناء
تضلیل اکابرین برآں نہادن بر علم و
دیانت خود خط کشیدن و در ضلالت و
اضلال کشادن ست ابن حاج مذکور
در خلال ہمان قول منقول و مسطور
بعد از انکہ ترک نمودن آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم عمل را برحمت خود بخوف
فرضیت و سزا وار بودن شہر مولد
بزیادت عبادت باوجود عدم زیادت
حضرت بیان فرمودہ می فرماید۔

رسالہ نے امت محمدیہ کی تکفیر کی
جانب اشارہ کرنے کے لئے کمال
بیباکی سے لکھا ہے تو کوئی حرج نہ ہوگا
۔لیکن احقر اس طرح کی خارج از
بحث تطویل کو بے فائدہ سمجھتا ہے۔

قولہٗ۔ابن الحاج نے کہا ہے الخ۔

اقول۔ صاحب رسالہ کے
وسوسوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے
والے حصہ کو حذف کر کے ابن الحاج
کے باقی قول کو، حجت قرار دینا اور
اس پر اکابرین کی تضلیل کی بنیاد رکھنا
اپنے علم و دیانت پر خط کھینچنا اور
گمراہی ، گمراہ گری کا دروازہ کھولنا
ہے ۔ اپنی رحمت اور فرضیت کے
خوف سے کسی فعل کے ترک کرنے
اور اس بات کا بیان کرنے کے بعد
کہ ماہ میلاد اپنے اندر عبادت کی زیادتی
کا سزاوار ہے بھلے حضور نے اس میں
زیادتی نہیں کی ہے، ابن حاج اپنے
اسی قول میں فرماتے ہیں۔

"لكن اشار عليه الصلوٰة
والسلام الىٰ فضيلة هذالشهر
العظيم بقوله للسائل الذى
سأله عن صوم يوم الاثنين
ذلك يوم ولدت فيه فتشريف
هذا اليوم متضمن لتشريف
هذا الشهر الذى ولد فيه
فينبغى ان يحترم حق
الاحترام و يفضل بما فضل
الله به الاشهر الفاضلة و
فضيلة الامكنة والازمنة بما
خصها اللّٰه من العبادات
التى تفعل فيها لما قد علم
ان الامكنة والازمنة لا
شرف لها لذاتها وانما
يحصل لها التشريف
بماخصت به من المعانى
فانظر الىٰ ما خص الله به

لیکن حضور ﷺ نے روز دوشنبہ
کے اپنے روزہ سے متعلق سوال
کرنے والے کو یہ جواب دیکر کہ
"اسی دن میری ولادت ہوئی تھی"
اس عظیم مہینہ کی فضیلت کی طرف
اشارہ فرمادیا ہے۔اس لئے کہ اس
دن کا مشرف ہونا اس مہینے کے
مشرف ہونے کو متضمن ہے جس میں
ان کی ولادت ہوئی اسلئے اس مہینہ کا
احترام اور اس کی فضیلت کا اُس
بنیاد پر اعتراف کرنا چاہئے جس
بنیاد پر اللہ نے فضیلت والے مہینوں
کو فضیلت دی ہے۔زمان ومکان
کی فضیلت ان کے اندر اللہ کی خاص
کردہ عبادتوں کی ادائیگی کی بناء پر
ہوتی ہے کیونکہ یہ پتہ ہے کہ زمان و
مکان کو بالذات کوئی شرف نہیں
ہے۔ان کو شرف ان معانی کی بناء پر
حاصل ہوتا ہے جس سے وہ مخصوص
ہیں تو غور کرے کہ اللہ رب العزت

هـذاالشهـر الشـريف ويـوم
الاثـنين الاترى ان صوم هذا
اليـوم فيـه فـضـل عظيم لانه
صلـى اللــه عليـه وسلم ولد
فيه۔

فـعـلى هذا ينبغي انه اذا
دخـل هــذا الشهر الشـريف
الـكـريـم ان يـكـرم و يـعظم
ويـحـتـرم بـالاحـتـرام اللائق به
اتبـاعـاً لـه ﷺ فی كونه يخص
الاوقـات الـفـاضـلة بزياده فعل
البر فيها وكثـرة الخيرات الخ۔

ازیں عبارت خرافت بسیاری از
خرافات صاحب رسالہ و دیگر
اسماعیلیہ ظاہر گردیدہ۔

حالا از صاحب رسالہ استفتاء
می رود کہ صاحب رسالہ بیان
ابن حاج را مردود می انگارد یا مسلم
میدارد و قائل قول مذکور را از اصحاب
جہل و ضلالت می شمارد

نے اس مہینہ اور اس دن کو کس
خصوصیت سے مختص کیا ہے۔تم دیکھتے
نہیں اس دن روزہ رکھنے میں عظیم
فضیلت ہے اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اسی دن پیدا ہوئے۔

اس بنیاد پر مناسب ہے کہ
جب یہ مشرف ومکرم مہینہ آئے تو اس
کی تعظیم وتکریم کی جائے اور شایانِ
شان احترام کیا جائے۔اس میں سرکار
کی اتباع ہے کیونکہ وہ بھی فضیلت
والے اوقات کو نیک کاموں کی زیادتی اور
خیرات کی کثرت سے مختص کیا کرتے
تھے الخ۔

اس عبارت سے صاحب
رسالہ اور دیگر اسماعیلی لوگوں کے
بہت سارے خرافات ظاہر ہوگئے۔

اب صاحب رسالہ سے یہ
سوال ہے کہ ابن حاج کے بیان کو
مردود سمجھتا ہے یا مسلم اسے اصحاب
جہل وضلالت میں شمار کرتا ہے

یا از ارباب علم و دیانت می پندارد بر
تقدیر اول حجت ابن حاج آوردن
مغالطۂ محض ست و بر تقدیر ثانی حکم بہ
تضلیل مجوزین عمل مولد سفسطۂ بحت
ست فـافـهـم ولا تـكـن من
الـمتعصبين اولی العناد فا ن
الـتـعـصـب والـعـنـاد اصل
الشقاق و الفساد۔

و نیز حافظ سیوطی کہ مستند طائفہ
است جرح و تنقیح تقریر ابن حاج
فرمودہ چنانکہ از سیرت شامی ظاہر
ست پس آوردن عبارت مجروحہ بی
نقل رفع آں جرح از دیگر ائمہ ٔ
مشہورین کار ارباب دیانت نیست و
نیست مگر خاصہ ٔ لازمہ ٔ وہابیہ کہ مدار
مذہب شان بر امثال ہمیں امور
ست۔

و نیز محققین بر کتاب مدخل
ابن الحاج کلامہا نمودہ اندو بس
ست برائے اسکات مخالفین

یا ارباب علم ودیانت میں پہلی تقدیر
پر ابن حاج کی حجت پیش کرنا محض
مغالطہ ہے اور دوسری تقدیر پر عمل
میلاد کو جائز قرار دینے والوں پر
گمراہی کا حکم لگانا خالص سفسطہ ہے ۔
تو سمجھو متعصب اور معاند مت بنو
کیونکہ عناد اور تعصب فساد اور
جھگڑے کی جڑ ہے“

نیز اس گروہ کے بھی مستند حافظ
سیوطی نے ابن حاج کی تقریر و تنقیح
پر جرح فرمایا ہے جیسا کہ سیرت شامی
سے ظاہر ہے ۔ اس لئے مجروح
عبارتوں کی، دوسرے ائمہ ٔ مشہورین
کی جرح ذکر کئے بغیر نقل‘ دینداروں
کا کام نہیں یہ تو وہابیہ کا خاصۂ لازمہ
ہے جن کے مذہب کا مدار اسی طرح
کے امور پر ہے۔

نیز ابن الحاج کے مدخل پر
محققین کے بہت سارے کلام ہیں
مخالفین کو خاموش کرنے کے لئے

آنچہ شاہ عبدالعزیز صاحب در بستان
المحدثین فرمودہ ''ابن مرزوق حفید در
شرح مختصر خلیل بتقریبی آوردہ کہ۔
ان ابن ابی حمزة و
تلمیذہ ابن الحاج لا یعتمد
علیھما فی نقل المذھب وغرض
اوازیں کلام اعتراض ست بر صاحب
مختصر خلیل زیرا کہ اعتماد او در نقل مذہب
بیشتر بر مدخل ابن الحاج ست انتہی۔
وسیوطی در شرح ابن ماجہ در حال
مدخل نوشتہ۔
علی ان فیہ مواضع لا
یسلم بہ انکار ھا وفی عزمی
ان شاء اللہ تعالی ان
اختصرہ و اھذبہ واجردہ''
الیٰ آخرہ۔
قولہٗ-قال الشیخ تاج
الدین الیٰ آخرہ۔

بُستان المحدثین میں مذکور، شاہ عبد
العزیز صاحب کا فرمان کافی ہے۔
فرماتے ہیں ابن مرزوق حفید، مختصر
خلیل کی شرح میں ایک تقریب کے
تحت فرماتے ہیں۔کہ
''نقل مذہب میں ابن حمزہ اور
ان کے شاگرد ابن الحاج پر اعتماد
نہیں کیا جاتا۔اس کلام سے ان کا
مقصود صاحب مختصرِ خلیل پر اعتراض
کرنا ہے کیونکہ انہوں نے نقل
مذہب میں زیادہ تر ابن الحاج کے
مدخل پر اعتماد کیا ہے انتہیٰ''
امام سیوطی شرح ابن ماجہ میں
مدخل کا حال تحریر کرتے ہیں۔
''علاوہ ازیں اس میں کچھ جگہیں
ایسی ہیں جہاں انکار قابل تسلیم نہیں
میرا پختہ ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ اس کی
تہذیب و تجرید اور اختصار کروں گا۔
قولہٗ - شیخ تاج الدین نے
فرمایا الخ۔

اقول - اولاً قول فاکہانی کہ
بر عدم علم ایشان مبتنی ست چنانکہ
علامہ مذکور از انصاف تصریح بدان
فرمودہ کئے بر اقوال دیگر محققین ترجیح
میدارد کہ صاحب رسالہ بنا بر تضلیل
ائمۂ دین ازاں حجت می آرد۔
وثانیاً قول مذکور باوجود یکہ بے
دلیل محض ست متندین صاحب
رسالہ مثل حافظ سیوطی و علامہ ابن حجر
ردآں نمودہ اند کہ در انسان العیون
مذکور و رد تفصیلی سیوطی بر فاکہانی در
سبیل الہدیٰ والرشاد مسطور و ہر گاہ کہ
حال قول فاکہانی کہ از مشہورین ست
وقولش در کتب مشہورہ برائے رد مذکور
ست چنین ست پس چہ جائے ذکر
ذخیرۃ السالکین وتحفۃ القضاۃ وسبیل
السنۃ ونورالیقین ست۔

اقول-انصاف سے منقول
علامہ سیوطی کی صراحت کے مطابق
فاکہانی کا وہ قول محققین کے اقوال
پر کب راجح ہوگا؟ جس کا مدار ان کی
لاعلمی پر ہے۔کہ صاحب رسالہ ائمہ
دین کی گمراہی کے لئے اس سے
دلیل پکڑے۔
ثانیاً - مذکورہ قول باوجودیکہ
محض بے دلیل ہے پھر بھی اس کی
تردید صاحب رسالہ کے متندین
مثلاً حافظ سیوطی اور علامہ ابن حجر نے
کردی ہے۔جس کا تذکرہ انسان
العیون میں ہے اور فاکہانی پر علامہ
سیوطی کا تفصیلی رد ''سبیل الھدیٰ
والرشاد'' میں مرقوم ہے اور جب
فاکہانی جیسے مشہور آدمی کے قول کا یہ
حال ہے کہ اسے رد کے لئے اُن
مشہور کتابوں میں ذکر کیا گیا۔پھر
ذخیرۃ السالکین، تحفۃ القضاۃ، سبیل السنۃ
اور نورالیقین کے تذکرہ کا کیا محل؟

اولاً اثبات اعتماد ایں کتب از
حوالۂ کتب مشہورہ۔
وثانیاً تصحیح نقول مذکورہ۔
وثالثاً بیان وجہ ترجیح اقوال کتب
مسطورہ بر تحقیقات محققین مشہورین
مستندین صاحب رسالہ برذمۂ وے
ضرورست۔
ورابعاً معہذا کلہ حکم بہ تفسیق و
تضلیل دیگر ائمۂ دین کہ مجوزین ایں
عمل اند ومتبعین ایشان از دیانت و
انصاف نہایت دورست۔

قولہ۔ مجدد الف ثانی الخ۔

اقول۔ ایں چہ جرأت وبی باکی وچہ
مغالطہ وچالاکی ست اگر صاحب رسالہ
راحظی از عقل وانصاف می بود کلام شیخ راکہ

اولاً مشہور کتابوں کے حوالہ
سے ان کتابوں کا معتمد ہونا ثابت
کرے۔
ثانیاً۔ مذکورہ نقول کی تصحیح پیش
کرے۔
ثالثاً۔ صاحب رسالہ کی ذمہ
داری ہے کہ مشہور محققین و مستندین
کی تحقیقات پر مذکورہ کتابوں کے
اقوال کی ترجیح کا سبب بیان کرے۔
رابعاً ان تمام باتوں کے
باوجود دوسرے ان ائمۂ دین اور ان
کے متبعین کی تضلیل و تفسیق کا حکم
لگانا انصاف و دیانت سے انتہائی
بعید ہے جو حضرات اس عمل کو جائز
قرار دینے والے ہیں۔

قولہ۔ مجدد الف ثانی الخ

اقول۔ یہ کیا جرأت و بیباکی
ہے؟ اور کیا مغالطہ اور چالاکی ہے؟
اگر صاحب رسالہ کو عقل و انصاف کا
کچھ بھی حصہ ملا ہوتا تو شیخ کے اُس

از مبحث نزاع خارج ست برائے
اثبات تضلیل ائمۂ دین پیش نمی نمود
عبارتیکہ مرتبط بہ اول باشد اقتصار ذکر
آخر آں نمودن کہ صراحۃً منع خاص از
مولد مبحوث عنہ دراں مسطور نیست ہیچ
مفید نیست ہماں شیخ درمکتوب صد وہفتم
از جلد ثالث مکاتیب خود نوشتہ اند دیگر
آنچہ در باب مولد خوانی اندراج یافتہ
اند در نفس قرآن خواندن وصوت حسن
و در قصائد نعت ومناقب خواندن چہ
مضائقہ است ممنوع تحریف و تغییر
حروف قرآن ست و التزام رعایات
مقامات نغمہ الخ۔

قولہ۔ در تحفۂ اثناعشریہ است الخ

اقول۔ جوابش بہ تفصیل بالا
گذشتہ۔

کلام کو ائمۂ دین کی گمراہی ثابت
کرنے کے لئے پیش نہیں کرتا جو
متنازع فیہ بحث سے خارج ہے۔ وہ
عبارت جو اول حصہ سے مربوط ہو
اس کے آخری حصہ کے ذکر پر اکتفاء
کرنا جس میں صراحۃً زیر بحث میلاد
شریف کی خاص ممانعت نہیں ہے۔
کسی طرح مفید نہیں۔ وہی شیخ اپنے
مکتوبات کے تیسرے حصہ کے مکتوب
نمبر ایک سو سات میں لکھتے ہیں۔
"دوسرے وہ جو میلاد خوانی
کے باب میں مندرج ہو گئے ہیں۔
محض قرآن پڑھنے، اور اچھی آواز
میں، نعت منقبت اور قصائد پڑھنے
میں کیا مضائقہ ہے ممنوع قرآن
کے حروف کی تغییر و تحریف اور راگ
کے قواعد کی رعایتوں کا التزام ہے۔

قولہ۔ تحفۂ اثناعشریہ میں ہے۔

اقول۔ اوپر کی تفصیل میں اس
کا جواب گذر گیا۔

قولہ- مولوی عبد الحئ در بعض
مکاتیب خود بمیر احمد بریلوی پیر خود
نوشتہ اندالخ۔

اقول- ذکر ہچوکس در مقابلۂ
أیمہ ٔ محققین خصوصاً اساتذہ وشیوخ
خودش دردین کارارباب حیاءنیست۔

قولہ- بعض شافعیہ ہچو ابوالخیر
سخاوی وابوشامہ وظہیر الدین جعفروشیخ
نصیرالدین کہ ایں عمل رابدعت حسنہ
گفتہ اندمدفوع ست بعدم تقسیم بدعت
بسوئ حسنہ وسیئہ اول قسمت بدعت
باستحسان واساءت ثابت کنند سپس
ایں عمل رابدعت حسنہ گویند۔

اقول- ثبوت استحسان
بدعات حسنہ از صحابۂ کرام ودیگر ائمہ
عظام از حنفیہ وشافعیہ وغیرہم از ماسبق
بوضوح رسیدہ و موجب ثواب

قولہ مولوی عبدالحیٔ صاحب
نے اپنے پیر میر احمد بریلوی کو اپنے
بعض مکتوب میں لکھا ہے۔

اقول- ائمہ محققین بالخصوص
اپنے اساتذہ اور شیوخ کے مقابلہ
میں، ایسے شخص کا تذکرہ کرنا دین
میں حیاداروں کا کام نہیں۔

قولہ - بعض شافعیہ جیسے
ابوالخیر سخاوی، ابو شامہ، ظہیر الدین
جعفر اور شیخ نصیر الدین جنہوں نے
اس عمل کو بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ حسنہ
اور سئیہ کی طرف تقسیم بدعت کے
معدوم ہونے کے سبب مدفوع ہے
پہلے استحسان و اساءت کی طرف
بدعت کی تقسیم ثابت کریں بعد میں
بدعت حسنہ کا قول۔

اقول- صحابہ کرام و دیگر حنفی و
شافعی وغیرہ ائمہ عظام سے۔ ماسبق
میں بدعات حسنہ کے استحسان کا ثبوت
واضح ہو چکا۔ اور صاحب رسالہ

وعدم ملام بودنش بدلیل اتفاق محققین
از مستندین صاحب رسالہ نقل گردیدہ
بلکہ صاحب تنبیہ السفیہ بنقل اجماع
فرق اسلامیہ براں پرداختہ کہ قولش
شجرۂ خبیثۂ وسوسۂ روافض و اسماعیلیہ
وہابیہ راازبیخ وبن قطع ساختہ۔

وثانیاً تلفظ بلفظ بعض شافعیہ محض
برائے تغلیط عوام ست چہ استحسان ایں
عمل بتصریح محققین شافعیہ و حنفیہ
وغیرہم تا استاذ صاحب رسالہ بنقول
مشہورہ معتمدہ ثابت و معلوم و اسماء
چندے از علماء کرام ومحققین اعلام درما
سبق ہم مرقوم۔

قولہ- استناد باشخاص مقلدین
مجتہد دیگر معتبر نیست۔

کے مستندین ومحققین کی دلیل اتفاق
سے اس کا موجبِ ثواب ہونا اور نا
قابل ملامت ہونا منقول ہو چکا بلکہ
صاحب تنبیہ السفیہ نے اس بات
پر اسلامی فرقوں کا اجماع تک لکھ ڈالا
ہے۔ جن کے قول نے روافض اور
اسماعیلیہ وہابیہ کے وسوسوں کے
خبیث درخت کو بیخ و بن سے کاٹ
ڈالا۔

ثانیاً- ''بعض شافعیہ'' کے لفظ
کا تلفظ محض عوام کو مغالطہ میں ڈالنے
کیلئے ہے ورنہ اس عمل کا استحسان،
محققینِ شافعیہ، حنفیہ وغیرھم یہاںتک
کہ صاحب رسالہ کے استاذ کی
صراحت سے مشہور اور قابل اعتماد
نقول سے ثابت و معلوم ہو چکا۔
چند علماء کرام و محققین اعلام کے اسماء
ماسبق میں بھی مرقوم ہوئے۔

قولہ - دوسرے مجتہد کے
مقلد افراد سے استناد معتبر نہیں،

خاصۂ مقلدان مذہب حنفی را کہ قائل با
فقہ بودن امام خود اند و اگر عاملین عمل
مولد دریں مسئلہ غیر مدلل اقتداء
بشافعیہ کیف ما کان جائز دارند باید
کہ در امور دیگر معمول شوافع کہ مدلل
اند بدلائل بسیار ہمچو تامین بالجہر و رفع
الیدین و ترجیع فی الشہادتین وغیرہا
من العبادات نیز اقتداء بآنحضرات
نمایند الخ۔

اقول- اولاً کہ دریں مسئلہ
اقتداء الشافعیہ چہ ضرورست چنانکہ
علماء شافعیہ قائل جواز ایں عمل اند
ہمچنان محققین عظام از علماء حنفیہ کہ
حاویٔ فروع و اصول مذہب خود و محقق
و مدقق طریق خود اند تصریح باستحسان
ایں عمل فرمودہ اند و استناد بہ محققین
شافعیہ برائے تائید کلام چیزے
دیگر ست و تقلید مذہب شان
امرے دگر ست۔

بالخصوص مذہب حنفی کے مقلدین
کے لئے جو اپنے امام کو سب سے
بڑا فقیہ کہتے ہیں۔ اور اگر عمل میلاد
کرنے والے اس غیر مدلل مسئلہ میں
شافعیہ کی اقتداء کسی طرح جائز رکھیں
تو انہیں چاہئے کہ دیگر معاملوں میں
بھی شوافع کے اُن معمولات پر عمل
کریں جو بہت سارے دلائل سے
مدلل ہیں۔ مثلاً آمین بالجہر و رفع
یدین، شہادت میں ترجیع وغیرہ۔

اقول- اولاً- اس مسئلہ میں
شافعیہ کی اقتداء کیا ضروری؟ جس
طرح شافعی علماء اس عمل کے جواز
کے قائل ہیں اسی طرح اپنے طریق
کے محقق و مدقق اپنے مذہب کے اصول
و فروع پر حاوی علماء احناف کے بڑے
بڑے محققین نے بھی اس عمل کے
استحسان کی صراحت فرمائی ہے۔ کلام کی
تائید میں محققین شافعیہ سے استناد اور
چیز ہے اور ان کے مذہب کی تقلید
دوسری چیز۔

و ثانیاً در امریکہ از مجتہد مذہب
خود منقول نباشد اما مخالفت باصول ہم
نداشتہ باشد اگر بعلماء محققین از دیگر
مذاہب حقہ اہلسنت کہ آنحضرات ہم
أئمۂ دین متین و ارکان شرع مبین
اند استناد نمودہ آید بلکہ اقتداء جائز
داشتہ شود مستلزم آن نیست کہ امور یکہ
صریح مخالف ارشاد و اجتہاد مجتہد
مذہب یا مخالف اصول مذہب خود
باشند و از تحقیق مجتہدین مذہب خود نسخ
آں امور یا مرجوحیت آں بروایت معتمدۂ
صحابۂ کرام بثبوت رسیدہ باشد در ہمچو امر
ہم ترک اتباع مجتہد مذہب خود و تقلید
مذاہب دیگر لازم گردانیدہ شود ایں بحکم
صاحب رسالہ الزام مالا یلزم و قیاس
مع الفارق ست۔

ثانیاً ایسے امر میں جو اپنے
مذہب کے مجتہد سے منقول نہ ہو لیکن
اصول کے مخالف بھی نہ ہو اگر ان
علماء محققین سے استناد، بلکہ اقتداء
جائز رکھی جائے جو اہلسنت کے
دوسرے مذاہب سے متعلق ہیں کہ
کہ وہ بھی ائمۂ دین متین اور ارکان
شرع مبین ہیں۔ اس سے کہاں
لازم کہ ان امور میں جو اپنے مذہب
کے مجتہد کے اجتہاد و ارشاد کے صریح
مخالف ہیں اور اپنے مذہب کے
مجتہدین کی تحقیق سے ان مور کی
منسوخیت یا مرجوحیت صحابہ کرام
کی قابل اعتماد روایات سے پایۂ
ثبوت کو پہونچ چکی ہو، ایسے امر میں
اپنے مذہب کے مجتہد کی اتباع ترک
کر دی جائے اور دیگر مذاہب کی
تقلید کی جائے یہ بات صاحب
رسالہ کے مخالف ہیں یا اپنے مذہب
کے اصو مطابق الزام مالا یلزم اور
قیاس مع الفارق ہے۔

قولہ- حیف است کہ در عمل
بدعت اقتدائے غیر روا دارند و در عمل
سنت سخن غیر نہ پذیرند الخ۔

اقول- منشاء ایں طعن قبیح جہل
صریح ست محل نزاع کہ تجویز و استحسان
عمل مولد است و استاد صاحب رسالہ
و اساتذہ و اساتذۂ اساتذۂ شان و ہلم
قائل آں اند ہیچ گو نہ از نصوص
احادیث و تصریح مجتہدین ممانعت یا
مرجوحیت آں ثابت و اموریکہ آنہا را
سنت قرار دادہ ایں طعن می نماید اجلۂ
مجتہدین بسیاری از ان امور مخصوصۂ
خود ممانعت و منسوخیت آں از احادیث
شریفہ خاصۃً مستنبط نمودہ و در
بسیاری از اں مرجوحیت سنیت آں

قولہ حیف کہ عمل بدعت
میں تو غیر کی اقتداء جائز رکھتے ہیں
اور عملِ سنت میں دوسروں کی بات
قبول نہیں کرتے۔

اقول اس قبیح طعنہ کی بنیاد کھلی
جہالت ہے۔ محل نزاع عمل میلاد کا
استحسان اور اس کی تجویز ہے جس
کے قائل صاحب رسالہ کے استاذ،
استاذ کے استاذ، استاذ کے استاذ کے
استاذ آگے تک رہے ہیں جس کی
مرجوحیت و ممانعت مجتہدین کی
صراحت اور احادیث کے نصوص
سے ثابت نہیں ہے۔ اور صاحب
رسالہ جن امور کو سنت قرار دیکر یہ طعنہ
دیرہا ہے ان میں سے بہت سارے
مخصوص امور کی ممانعت اور منسوخیت
خاص احادیث ہی سے جلیل القدر
مجتہدین نے مستنبط کی ہے
اور بہت سارے امور میں ان کے
مسنون ہونے کی مرجوحیت صحابۂ

بدیگر آثار صحابۂ کرام ثابت فرمودہ اند
پس طعن عدم پذیرائے سنت کہ
برائے اظہار تضلیل ائمۂ دین بلفظ
حیف آوردہ جواب ایں حیف کہ مسکت
طائفۂ صاحب رسالہ باشد بجز از سیف
چیست۔

قولہ: بانیان بدعات
ومحدثات الخ

اقول- درحق قائلین استحسان
عمل مکرم و عاقدین مجلس ذکر معظم
بایں طعن فاسد و ناصواب پرداختن ترد
اولی الالباب خاک بر آفتاب
انداختن ست بودن امام جزری
صاحب حصن حصین و امام قسطلانی و
ملا علی قاری و محدث دہلوی و شیخ عبد
الوہاب متقی وغیرہم از محبان و
محبوبان بار گاہ صاحب لولاک

کرام کے دوسرے آثار سے ثابت
فرمائی۔ اسلیئے ائمۂ دین کی تضلیل کا
اظہار کرنے کے لئے سنت قبول نہ
کرنے کا جو طعنہ صاحب رسالہ نے
لفظ ’’حیف‘‘ سے دیا ہے۔ صاحب
رسالہ کے گروہ کو خاموش کرنے کیلیئے
اس ’’حیف‘‘ کا جواب ’’سیف‘ کے
سوا ہے ہی کیا؟

قولہ- بانیان بدعات و
محدثات‘‘ الخ

اقول- اس عمل کے استحسان
کا قول کرنے والوں اور مجلس ذکر
معظم منعقد کرنیوالوں کے حق میں
اس فاسد اور غیر درست طعنہ میں
مشغول ہونا عقل والوں کے نزدیک
آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ امام
جزری صاحب حصن حصین امام
قسطلانی، ملا علی قاری، محدث دہلوی
اور شیخ عبدالوہاب متقی وغیرہ کا بارگاہ
صاحبِ لولاک کا محبّ و محبوب ہونا،

و وارثان درگاہ پیغمبر پاک و پیشوائے
دین وقدوۂ شرع مبین نزد کافۂ اہل
دیانت وایقان زیادہ از آفتاب روشن
وعیان ست اگر کسی از کور باطنی خود ایں
ائمۂ ہدیٰ را از اہل ضلالت انگارد یا از
مبغضان و مبغوضان جناب خاتم
رسالت شمارد فی الحقیقت روئے خود سیاہ
می سازد و خود را در خارستان ضلالت
می اندازد۔

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

قولہ۔ فصل دوم در پاسخ
شبہات مجوزین عمل مولد الخ۔

اقول۔ تقریر علماء اہلسنت را کہ
از تزویر خود بحذف بعض مقدمات
وقلت بعض وعدم فہم مراد در بعض

درگاہ پیغمبر پاک کا وارث ہونا، دین
کا پیشوا اور شرع مبین کا مقتدا ہونا،
تمام اہلِ ایقان و دیانت کے
نزدیک آفتاب سے زیادہ روشن اور
ظاہر ہے۔ اگر کوئی شخص ہدایت کے
ان اماموں کو اپنی کور باطنی سے اہلِ
ضلالت سمجھے یا جناب خاتم رسالت
سے بغض رکھنے والا یا ان کا مبغوض
سمجھے تو فی الحقیقۃ وہ اپنا چہرہ سیاہ
کر رہا ہے اور اپنے آپ کو گمرہی
کے خارزار میں ڈال رہا ہے۔ اگر
چمگاڈر جیسی آنکھ والا دن میں نہ دیکھ
سکے تو آفتاب کے ٹکیہ کا کیا قصور؟۔

قولہ۔ دوسری فصل عمل میلاد
کو جائز قرار دینے والوں کے شبہات
کے جواب میں ہے۔ الخ

اقول۔ علماء اہلسنت کی تقریر
کو اس کے بعض مقدّمات اپنے
فریب سے حذف کر کے، بعض میں
کمی کر کے، بعض کی مراد بے سمجھے،

بلفظ شبہ تعبیر می نماید وبنام جواب ہر چہ
در دلش می آید بے باکانہ می سراید واز
غایت بے شرمی حقوق حضرات
مستندین خود یاد نمی آرد و از
مردود گردیدن اقوال خود باک نمی دارد
کہ بہمین حضرات جابجا برائے نام
استناد می سازد۔

طرفہ آنکہ بر شاگردئ سند العالمین
فی العالمین می نازد و بر کلام اوشان نظر نمی
اندازد کہ بنام طعن وملام جواب شبہات
ہمہ بر کلام اوشان متوجہ میگردد۔

از انجا کہ ہمہ جواباتش از قبیل
خرافات وہمہ تقریراتش مزخرفات
پس احقر الطلبہ دریں رسالہ کہ اصل
مقصد صرف دفع اوہام ہیچو جہلہ
واظہار لغویت دعاوئ سفلہ است بہ
بسط تقاریر علماء دیں کہ از کتب شان در

لفظ شبہ سے تعبیر کر رہا ہے اور جواب
کے نام پر جو کچھ اس کے دل میں آتا
ہے بے باکانہ گاتا ہے۔ اور نہایت
بے شرمی سے، اپنے مستندین حضرات
کے حقوق کو بھی یاد نہیں کرتا نیز اپنے
قول کے مردود ہونے کا خوف بھی
نہیں کرتا کہ انہیں حضرات سے جابجا
برائے نام استناد کرتا ہے۔

طرفہ یہ کہ سند العالمین فی
العالمین کی شاگردی پر ناز بھی کرتا
ہے اور ان کے کلام پر نظر نہیں ڈالتا۔
کہ شبہات کے جواب میں ملامت
اور طعنوں کے تیر کا رخ ان کے کلام
کی طرف بھی ہے۔

چونکہ اس کے تمام جوابات از
قبیل خرافات اور ساری تقریریں
مزخرفات ہیں اسلئے احقر الطلبہ
جن علماء کی کتابوں سے عمل میلاد کا
استحسان ظاہر و باہر ہے ان کی
تقریروں کی تفصیل کی ضرورت اس
رسالہ میں نہ سمجھتے ہوئے صاحب

استحسان عمل مولد عیان و مستبین ست حاجتی ندیده متوجه بیان فسادات اجوبه صاحب رسالہ گردیده۔

قولہ- تحقیق بدعت در مقدمه گذشت الخ۔

اقول- ازما سبق ثابت گردیده که ایں آنچه در مقدمه بنام تحقیق آورده مخالف تحقیق محققین بلکه مخالف اتفاق ست پس حوالہ اش محض کاسد وبناء الفاسد علی الفاسد است ثبت العرش ثم انقش۔

قولہ- اگر وجود آں فعل از حضرت مقدس نبوی واقع شود بهماں سنت گردد و اگر آں فعل باوجود مقتضی وعدم مانع بوجود نیامد ترک آں فعل از سنن ہدیٰ بود الخ۔

رسالہ کے جوابات میں فساد کے بیان کی طرف توجہ کررہا ہے کیونکہ رسالہ کا مقصود، صرف اس طرح کے جاہلوں کے اوہام کا دفاع اور نیچ لوگوں کے دعوؤں کی لغویت کا اظہار ہے۔

قولہ- تحقیق بدعت مقدمہ میں گذر چکی۔

اقول- ما سبق سے ثابت ہو چکا کہ تحقیق کے نام پر مقدمہ میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ نہ صرف محققین کی تحقیق کے خلاف بلکہ اتفاق کے مخالف ہے اسلئے اس کا حوالہ کھوٹا اور فاسد پر فاسد کی بناء ہے ''ثبت العرش ثم النقش''۔

قولہ- اگر اُس فعل کا وجود حضرت مقدس نبوی سے ثابت ہوتو اسی بنیاد پر حسن ہو جائیگا اور اگر وہ فعل مقتضی اور عدم مانع کے باوجود واقع نہ ہوتو اس کا ترک سنتِ ھدیٰ ہوگا۔الخ۔

اقول- واجب بود که اولاً معنی مانع و مقتضی دریافت می نمود من بعد قدم در ردو ابطال اقوال ائمہ اعلام می فرسود از شہادت صحابہ کرام واضح که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسیاری از امور خیر را باوجودیکه محبوب طبع مبارک می بود صرف شفقةً علی الامة هم بکراہت لزوم حرج بر ایشان ترک میفرمود پس ادراک ایں معانی که ایمۂ دین را میسر و پیداست اعتراض بران حضرات بدیں خرافات محض بے سروپاست۔

بالجملہ ترک آنحضرت را علی الاطلاق تحریم و ممانعت لازم نیست البتہ در صورتیکه کدامی قرینۂ خاصه حسب فہم مجتهدین بر کف واجتناب از کدامی فعل دلالت کند آنوقت البتہ ترک آنحضرت بایں معنی دلیل ممانعت می تواند شد۔

اقول- ضروری تھا کہ پہلے مانع اور مقتضی کا معنی معلوم کرتا بعد میں ائمۂ اعلام کے اقوال کی تردید وابطال میں قدم رکھتا۔ صحابہ کرام کی شہادت سے واضح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سارے امور کو امت پر شفقت اور ان پر لزوم حرج کو ناپسند سمجھنے کے سبب ترک فرمادیا کرتے تھے باوجودیکہ وہ امور مبارک طبیعت کو محبوب ہوتے۔ پس ان معانی کا ادراک جن ائمہ دین کے لئے میسر اور ظاہر ہے اُن حضرات پر ان خرافات سے اعتراض کرنا محض بے سروپا ہے۔

الحاصل آنحضرت کا ترک علی الاطلاق مستلزم تحریم وممانعت نہیں۔ البتہ اس صورت میں جب کوئی خاص قرینہ مجتہدین کی سمجھ کے مطابق کسی فعل سے کف اور اجتناب پر دلالت کرے اس وقت البتہ آنحضرت کا ترک اس معنی کے لحاظ سے ممانعت کی دلیل ہو سکے گا۔

قولہ- چوں ذکر الٰہی ہمچو اذان
عیدین و نماز نفل بعید گاہ الخ۔

اقول- اولاً ذکر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم را کہ علی الاطلاق مرغوب
شارع ست و مقید بہ ہیئتی و مخصوص بہ
قیدے نیست بر خصوص تقریر سنت
اذان برائے عیدین کہ سنت مخصوص
فرائض ست قیاس نمودن و از آں حکم
ضلالت استنباط کردن قیاس مع
الفارق ست کہ در تعیین سنن خاصہ
برائے صلوات مخصوصہ البتہ خصوصیت
قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ضرورست و امریکہ از قول و فعل
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ- جب ذکر الٰہی مثلاً اذان
عیدین اور عیدگاہ میں نماز نفل الخ

اقول- اولاً رسول اللہ ﷺ
کا تذکرہ جو علی الاطلاق شارع کو
مرغوب ہے، کسی ہیئت سے مقید اور
کسی قید سے مخصوص نہیں اس کا
قیاس عیدین کے لئے اُس اذان کی
تقریر سنت کے خصوص پر کرنا جو
فرائض کی مخصوص سنت ہے اور اس
سے گمرہی کا حکم مستنبط کرنا قیاس مع
الفارق ہے۔ کیونکہ مخصوص نمازوں
کیلئے خاص سنتوں کی تعیین میں البتہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و
فعل کی خصوصیت ضروری ہے۔ اور جو
امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ثابت نباشد اعتبار آں امر مخصوص
بطور سنیت برائے کدامی نماز نمی تواں
نمود علماء تصریح فرمودہ اند کہ اگر در
عیدین ہم بجائے اذان کدامی ذکر
دیگر نہ بطور سنیت بلکہ بلحاظ دعائے
خلق گفتہ شود البتہ حسن ست کہ مندرج
ست در عمومات شارع۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ در مرقاۃ از
باب العیدین در فصل ثالث در شرح لا
اذان و لا اقامۃ و لا نداء گفتہ۔

فینبغی ان یفسر النداء
بالاذان لانہ یستحب ان
ینادی لھا الصلوۃ جامعۃ
بالاتفاق و عن ابن الزبیر
رضی اللہ عنہ انہ اذن لھما
وقال ابن المسیب اول
من اذن لصلوۃ العیدین

قول و فعل سے ثابت نہیں ہے اُس کا
اعتبار کسی نماز کی سنت کے بطور نہیں
کر سکتے علماء نے صراحت فرمائی
ہے کہ۔ اگر عیدین میں بھی اذان
کے بجائے کوئی دوسرا ذکر بطور سنت
نہیں بلکہ لوگوں کو بلانے کی غرض سے
کیا جائے یقیناً مستحسن ہے اسلئے کہ
شارع کے عمومات میں مندرج ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے
مرقات باب العیدین کی تیسری
فصل میں ”لا اذان و لا اقامۃ
و لا نداء“ کی شرح میں فرمایا۔

”پس نداء کی تفسیر اذان سے کرنی
چاہئے کیونکہ نماز عیدین کے لئے
”الصلوۃ جامعۃ“ کہنا بالاتفاق
مستحب ہے اور حضرت ابن زبیر
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں
نے عیدین کے لئے اذان دی تھی
اور حضرت ابن مسیّب نے کہا ہے
کہ حضرت امیر معاویہ پہلے وہ آدمی

معاوية رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه
الخ۔

وثانیاً درخصوص اذان عید ہم کہ
از مجتہدات بعض صحابۂ کرام بودہ
اطلاق ضلالت بطور یکہ داخل عقائد
نجدیہ ست محل کلام ست وحال بطلان
قیاس بر تنفل قبل عید وصحیح نبودن اطلاق
ضلالت بر فاعل ومجوز ومستحسن آں و
تعارض روایت منقولہ صاحب رسالہ
بروایت ممانعت نفرمودن حضرت امیر
المؤمنین کرم اللہ وجہہ ازاں کہ دیگر
مفسرین وفقہاء نقل فرمودہ اند از ما
سبق ظاہر ست۔

قطع نظر از آنہمہ میگویم کہ
ہماں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ قایل
تجویز و استحسان جہر تکبیر در عید
فطر بودہ اند باوجود یکہ

ہیں جنہوں نے عیدین کے لئے
اذان کہی ہے۔

ثانیاً بعض صحابۂ کرام کا مجتہد،
خاص عید کے اذان میں بھی ضلالت
کا ایسا اطلاق جو عقائد نجدیہ میں
داخل ہے محل کلام ہے اور نماز عید
سے پہلے نفل کی ادائیگی پر قیاس کا
بطلان اور اس کو مستحسن اور جائز سمجھنے
والوں اور کرنے والوں پر ضلالت
کے اطلاق کی عدم صحت اور صاحب
رسالہ کی منقول روایت کا حضرت
امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی عدم نہی
والی اُس روایت سے تعارض ماسبق
سے ظاہر ہے جس روایت کو دوسرے
فقہاء اور مفسرین نے نقل فرمایا ہے۔

ان تمام باتوں سے صرف نظر
کرکے میں کہتا ہوں کہ یہی حضرت
امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہٗ عید الفطر
میں بالجہر تکبیر کے استحسان و تجویز
کے قائل رہے ہیں اس کے باوجود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در عید فطر
ترک آں فرمودہ اند وصرف در عید اضحیٰ
جہر نمودہ اند بلکہ بعض فقہاء را در ثبوت
جہر از آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام در
عید اضحیٰ ہم کلام ست۔

در غنیۃ المستملی در بحث اختلاف
حضرت امام اعظم وصاحبین وے رضی
اللہ تعالیٰ عنہم در جہر تکبیر فطر وعدم آن بعد
ذکر دلائل طرفین واجوبۂ آں فرمودہ۔

"والذی ینبغی ان یکون
الخلاف فی استحبا ب
الجهر و عد مها لا فی کر اهته
وعد مها فعند هما یستحب
الجهرو عنده الاخفاء افضل
لان الجهر قد نقل عن کثیر
من السلف کا بن عمر رضی اللہ عنہ
وعلی رضی اللہ عنہ وابو امامة البا
هلی رضی اللہ عنہ الخ۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
عید الفطر میں جہر ترک فرمایا ہے اور
صرف عید اضحیٰ میں جہر کیا ہے۔ بلکہ
بعض فقہاء کا عید اضحیٰ میں بھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جہر کے
ثبوت میں کلام ہے۔

غنیۃ المستملی میں امام اعظم
اور صاحبین رضی اللہ عنہم کے مابین
عید الفطر میں تکبیر کے جہر میں اختلاف
کی بحث میں طرفین کے دلائل اور ان
کے جوابات نقل کرنے کے بعد فرمایا:

" اختلاف جہر کے استحباب
اور عدم استحباب میں ہونا چاہئے،
کراہت اور عدم کراہت میں نہیں۔
اس بناء پر صاحبین کے نزدیک جہر
مستحب ہوگا اور امام کے نزدیک
اخفاء افضل ہوگا۔ کیونکہ جہر بہت
سارے اسلاف جیسے حضرت ابن عمر
حضرت علی اور حضرت ابو امامہ باہلی
رضی اللہ عنہم سے مروی ہے" الخ

حالا صاحب رسالہ رابایداز
خرافات خود توبہ نماید کہ از قول فاسدش
حکم ضلالت صحابہ ٔ کرام لازم می آید
معاذالله من ذالك الفساد۔

قولہ وتخریج ابن حجر وتمثیل
آن بصوم عاشوراء قیاس مع الفارق
است الی قولہ دربنجا احیای سنت
موسوی نیست تسمیہ ٔ ایں استنباط
غفلت مناط بقیاس محض بے اصل وبی
اساس ست الخ۔

اقول- منشاء ایں طعن وملام
برکلام ائمہ اعلام خودرائی وہرزہ سرائی
ست باید دریافت کہ غایت تگاپوی
وہم مبطلین شرف ایام ولادت
باسعادت ومنکرین استحباب اعادہ ٔ
شکرنعمت ہمیں ست کہ ایام لاحقہ را
باز مان سابقہ موافقتے پیدا نیست

اب صاحب رسالہ کو اپنے
خرافات سے توبہ کر لینی چاہئے
کیونکہ اس کے فاسد قول سے صحابہ ٔ
کرام پر گمراہی کا حکم لازم آتا ہے۔
اس فساد سے خدا کی پناہ۔

قولہ- اور ابن حجر کی تخریج
اور اس کی روزہ ٔ یوم عاشورہ سے
تمثیل قیاس مع الفارق ہے۔ الیٰ
قولہ- اور یہاں سنت موسوی کا احیاء
نہیں ہے پس اس غفلت آمیز
استنباط کا قیاس نام رکھنا محض بے
اصل وبے بنیاد ہے۔

اقول- ائمہ ٔ اسلام کے کلام
پر اس طعنہ اور ملامت کا منشاء خود بینی
اور بےہودگی ہے۔ معلوم ہونا چاہئے
کہ ایام ولادتِ باسعادت کے شرف
کو باطل قرار دینے والوں، اور اعادہ ٔ
شکر نعمت کے استحباب کے منکروں
کے وہم کی انتہائی تگ ودو یہ ہے کہ
زمانہ ٔ لاحقہ کو زمانہ ٔ سابقہ
سے کوئی یکسانیت ظاہر نہیں

وبرای ادای شکرنعمت بعدمرورزمان
اصلی بہ شرع ہویدانیست۔
امام حافظ ابوالفضل۔ ابن حجر
بجہت دفع این وہم اصلے برای
استحباب اعادہ ٔ شکر نعمت وادای
آں بعد مرورازمان درنظیر آن یوم
ازشرع شریف ذکرفرمودہ۔
حالاخرافات صاحب رسالہ باید
دید کہ چقدر سرگردان گردید ویک لفظ
ہم نفہمید وباوجود آن الفاظ تشنیع ائمہ
دین مستندان مقتدایان خود کہ سنت جا
ہلان ست برزبانش رسید اماحیف کہ
مضمون ایں شعراز کسے نہ شنید

یاناطح الجبل الراس لتصدعه
ارحم علی الراس ولا ترحم علی الجبل

اور اصلی زمانہ گذر جانے کے بعد شکر
نعمت کی ادائیگی کے لئے شریعت میں
کوئی دلیل موجود نہیں۔
امام حافظ ابوالفضل ابن حجر
نے اعادہ ٔ شکر نعمت کے استحباب اور
زمانہ گذر جانے کے بعد اس دن کی
نظیر میں اس کی ادائیگی کو شرع
شریف سے اسی لئے ذکر فرمایا تا کہ
اس وہم اصلی کا دفاع ہو جائے۔
اب صاحب رسالہ کے
خرافات کو دیکھنا چاہئے کہ کس قدر سر
گرداں ہوا اور ایک لفظ بھی سمجھ نہ
سکا۔ اس کے باوجود جاہلوں کی روش
کے مطابق اپنے پیشواؤں اور
مستندین ائمہ ٔ دین کے لئے تشنیع
کے الفاظ اس کی زبان پر آئے۔ مگر
افسوس کہ اس شعر کا مفہوم کسی سے
نہیں سنا ؎

پہاڑ کو توڑنے کے لئے اس
سے اپنا سر ٹکرانے والے! اپنے سر
پر رحم کھا۔ پہاڑ پر نہیں۔

از منسوخیت افراد صوم عاشوراء
ومشروعیت ضم تاسع مع العاشر وبودن
علتش موافقت جناب موسوی علیه
السلام مضرتی باامام عسقلانی نرسیده پس
همه تطویل لاطائل صاحب رساله عبث
گردیده حضرت موسی علیه السلام که
برائے شکر نعمت پروردگار عبادت او
تعالی ادا نمودند وجناب حضرت خاتم
رسالت بعد مرور دهور ازوفات
حضرت موسی علیه السلام درنظیر آن یوم
اعادۂ شکر نعمت بعبادت بقصد موافقت
حضرت موسی علیه السلام فرمودند اصلے
اصیل برائے استحباب اعادۂ شکر نعمت
بعد زمان طویل درنظیر آن زمان
بثبوت رسیده وقول مبطلین ومنکرین
مردود گردیده دانا نیک میداند که
اعتراض فاسد مبطلین معاذاللّٰه

صرف یوم عاشوراء کے روزہ
کی منسوخیت اور دسویں تاریخ کے
روزہ کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ
ملا دینے کی مشروعیت اور اس کی
علت جناب موسوی سے موافقت کی
بناء پر امام عسقلانی کو کوئی ضرر نہ
پہونچا۔اسلئے صاحب رسالہ کی تمام
تطویل لا طائل بے کار ہوگئی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام جنھوں نے
پروردگار کی نعمت کے شکریہ میں اس
کی عبادت ادا کی اور جناب خاتم
رسالت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے موافقت کی نیت سے عبادت کر
کے اعادہ شکر نعمت فرمایا ایک لمبے
زمانے کے بعد اس کی نظیر میں اعادۂ
شکر نعمت کے استحباب کے لئے اس
عمل کا ایک مستحکم اصل ہونا پایۂ
ثبوت کو پہونچ گیا اور مُبطلین و
منکرین کا قول مردود ٹھہرا۔
عاقل بخوبی جانتا ہے کہ
مبطلین کا فاسد اعتراض معاذ اللہ

برحدیث جناب خاتم رسالت هم وارد
می تواں شد که آن عاشوراء که حضرت
موسیٰ علیه السلام دراں نعمت نجات یا
فتند و ادائے شکر آن نعمت دراں
عاشوراء نمودند صدها سال قبل گذشته
پس این عاشوراء را بآن عاشوراء چه
مناسبت وایں شکر را که بعد مرور دهور
ازظهور نعمت بود بہ شکر موسیٰ علیه السلام
چه موافقت الیٰ غیر ذلك من
الخرافات والوساوس عصمنا
اللّٰه تعالیٰ من تلك
الاوهام والهوا جس۔
باقیماند احتمال اینکه صاحب
رساله قدم برجعت قهقری انداز دو
متنبه گردیده از ثبوت بودن صوم
آنحضرت صلی اللّٰه علیه وسلم بقصد
ادائے شکر نعمت و اعادۂ آں

جناب خاتم رسالت کی حدیث پر
بھی وارد ہوسکتا ہے کہ وہ عاشورہ
جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے نجات پائی اور اس نعمت کا شکریہ
جس عاشوراء میں ادا کیا گیا۔
سیکڑوں سال پہلے گذرا ہے۔پس
اس عاشوراء کو اُس عاشوراء سے کیا
مناسبت اور اس شکر کو جو نعمت کے
ظہور کے طویل زمانہ کے بعد ہوا
موسیٰ علیہ السلام کے شکر سے کیا
موافقت الیٰ غیر ذلك من
الخرافات والوساوس۔اللہ
رب العزت ہمیں ان اوہام و
خیالات سے محفوظ رکھے۔
رہ گیا اس کا احتمال کہ صاحب
رسالہ الٹے پاؤں واپس ہوتا ہے
جناب موسیٰ علیہ السلام کی موافقت
ادائے شکر نعمت واعادۂ شکر نعمت کی
نیت سے آنحضرت ﷺ کے روزہ
کے ثبوت پر آگاہ ہوتے ہوئے بھی

وموافقت جناب موسوی علیہ السلام
نیز انکار سازد چنانکہ چندے از سفہاء
بدان تفوہ می نمایند گویم ایں احتمال
مخالف روایت کثیرہ از احادیث صحیحہ و
تحقیقات ائمہ دین از شراح حدیث
ست علامہ عینی در شرح صحیح بخاری
آوردہ۔

قال الامام الطحاوی بعد
ان روی الحدیث ففی هذا
الحدیث ان رسول الله صلی
الله علیه وسلم انما صامه
شکر الله عزو جل فی اظهار ه
موسیٰ علیه السلام علی
فرعون فذلك علی الاختیار
لا علی الفرض و فیه بحث
لانه لقائل ان یقول لانسلم
ان ذلك علی الاختیار دون
الفرض لانه علیه السلام
امر بصومه والامر المجرد
عن القرائن یدل علی
الوجوب و کونه ﷺ

اس کا انکار کرتا ہے جیسا کہ چند
احمقوں نے ایسا کہنے کی جرأت بھی
کی ہے۔ میں کہوں گا کہ یہ احتمال
احادیث صحیحہ کی کثیر روایتوں اور
حدیث کے شارحین ائمہ دین کی
تحقیقات کے خلاف ہے۔ علامہ عینی
نے شرح صحیح بخاری میں نقل کیا ہے۔
"امام طحاوی نے حدیث کی
روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ اس
حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ
ﷺ نے اللہ عزوجل کا اس بناء پر
شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھا
کہ اس نے فرعون کے مقابلہ میں
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا
فرمایا۔ تو یہ روزہ مستحب ہے فرض
نہیں۔ اور اس میں بحث ہے کوئی
کہہ سکتا ہے کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ وہ
مستحب ہے فرض نہیں۔ اس لئے کہ
حضور ﷺ نے اس روزہ کا امر فرمایا
اور قرائن سے مجرد امر وجوب پر
دلالت کرتا ہے اور حضور ﷺ کا

صامه شکرا لله لا ینافی
کونه للوجوب کما فی سجدة صٓ
فان اصلها للشکر مع انها واجبة الخ۔

ایں ست حال جواب تخریج
حافظ ابن حجر کہ صاحب رسالہ بکمال
جاں فشانی باظہار تبحر خود واشعار
غفلت علامہ ممدوح دراں پرداختہ و
بیاکانہ کلمات طعن و تشنیع تحریر ساختہ و
ہمبریں قیاس حال رد تخریج حافظ
سیوطی باید فہمید کہ صاحب رسالہ
باوجود تطویل کلام باصل مرام نرسید۔

قولہ۔ تخفیف عذاب ابولہب
برتقدیر صحت فعل حضرت الٰہی ست بندہ
را اقتداء بافعال حق جل وعلا و قیاس
نمودن براں مشروع نیست الخ۔

بطور شکر روزہ رکھنا اس کے وجوب
کے منافی نہیں ویسے ہی جیسے سجدۂ
"صٓ" میں کہ اصلاً وہ شکر کیلئے ہے
اس کے ساتھ ساتھ واجب بھی۔ الخ

یہ رہا حال حافظ ابن حجر کی
تخریج کے جواب کا جس میں
صاحب رسالہ اپنی قابلیت کے
اظہار کے لئے کمال جانفشانی سے
علامہ موصوف کی غفلت بتانے میں
مشغول ہوا ہے اور بے باکی سے
طعن و تشنیع کے کلمات بولے ہیں اور
اسی قیاس پر حافظ سیوطی کی تخریج کی
تردید کا حال سمجھنا چاہئے کہ تطویل
کلام کے باوجود اصل مقصود تک صاحب
رسالہ کی رسائی نہیں ہوسکی ہے۔

قولہ۔ صحت کی تقدیر پر،
ابو لہب کے عذاب کی تخفیف
حضرت الٰہی کا فعل ہے بندہ کو اللہ
تعالیٰ کے فعل کی اقتداء اور اُس پر
قیاس کرنا مشروع نہیں ہے۔ الخ

اقول - بر تقدیر تسلیم صحت
روایت تخفیف عذاب ایں مقال فاسد
ست چہ ازاں روایت کہ ظہور اثر نعمت
بابرکت در ہر یوم الاثنین و پسندیدگی
حق تعالیٰ اظہار فرحت ولادت را
ظاہر ست پس البتہ برائے دفع قول
منکرین و اثبات برکت ایام ولادت
حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و
بقاء آں برکت در نظایر یوم ولادت
اصلے بثبوت رسیدہ وجواب صاحب
رسالہ کئے متوجہ گردیدہ کجا ثبوت
بقائے شرف ولادت در نظائر ایام
ولادت وبرکت فرحت وجود آں نعمت
وکجا اقتداء بندہ بافعال خاصہ الٰہیہ۔

قولہٗ - ادعائے توارث غلطیٔ
فاحش است الخ۔

اقول - روایت تخفیف عذاب کی
صحت مان لینے کی تقدیر پر یہ گفتگو
فاسد ہے۔ اسلئے کہ ہر دوشنبہ کو نعمت
بابرکت کے اثر کا ظہور، اور اللہ تعالیٰ
کا اظہارِ شادمانیٔ ولادت کو پسند کرنا
، جس روایت سے ثابت ہے، اُس
سے ، منکرین کے قول کا دفاع اور
حضرت سید المرسلین ﷺ کے ایام
ولادت کی برکت اور یومِ ولادت
کے نظائر میں اس برکت کی بقاء
ثابت کرنے کے لئے ایک اصل کا
ثبوت ہوتا ہے۔ اور صاحب رسالہ
کا جواب کب متوجہ ہے ایام ولادت
کے نظائر میں شرف ولادت اور اس
نعمت کے وجود پر برکتِ فرحت کی
بقاء کہاں اور کہاں بندہ کا اللہ کے
خاص افعال کی اقتداء کرنا۔

قولہٗ - توارث کا دعویٰ کھلی
غلطی ہے۔ الخ

اقول - ایں جواب متوجہ
نیست کہ استدلال بہ توارث علمائے
اعلام و اعاظم دین و اکابر مسلمین و جم
غفیر از اعاظم عرب وعجم بودہ پس گو معنیٔ
اصطلاحیٔ اصولیٔ اجماع براں صادق
نیاید اما انکار از ثبوت توارث از جم غفیر
و جماعت کثیر علماء اعلام و قضاۃ و
مفتیان اسلام و اعاظم دین و اکابر
مسلمین نتواں نمود۔

مگر آنکہ صاحب رسالہ وطائفہ
او آنہمہ حضرات کرام را جہال وضلال
گویند و بحسب ظاہر تصریح ایں کلمہ از
صاحب رسالہ مستبعد ست کہ خود ہم
آنحضرات را داخل فقہاء و محدثین
میدارد و سندمی آرد پس بر تقدیر تسلیم
اختلاف ہم حکم ضلالت در مسئلۂ فرعیہ
باطل خواہد بود۔

اقول - یہ جواب متوجہ نہیں اسلئے
کہ علماء اعلام ، اعاظم دین ، اکابر
مسلمین اور عرب وعجم کے اعاظم کی
بھاری جماعت کے توارث سے
استدلال پر بھلے اجماع کا اصولی اور
اصطلاحی معنی صادق نہ آئے لیکن
علماء اعلام، قضاۃ ومفتیانِ اسلام،
اعاظم دین اور اکابر مسلمین کی کثیر
جماعت کے توارث سے انکار نہیں
کیا جاسکتا۔

مگر چونکہ صاحب رسالہ اور
اس کی جماعت کے لوگ، اُن تمام
حضرات کو جاہل وگمراہ کہتے ہیں اور
باعتبار ظاہر اس بات کی صراحت
صاحب رسالہ سے بعید ہے کیونکہ
خود بھی ان حضرات کو فقہا ء اور
محدثین میں شامل مان کران سے
استناد کرتا ہے پس اختلاف مان
لینے کی تقدیر پر بھی ایک فرعی مسئلہ
میں گمراہی کا حکم لگانا باطل ہوگا۔

وثانیاً صاحب رسالہ بنام جواب
تطویل می سازد و برکتب متندین
خویش نظر نمی اندازد محققین متندین
صاحب رسالہ کہ در مسائل مختارۂ خود
بادلیل توارث حسن آں ثابت می نمایند
و ماخوذ مفتیٰ بہ حسن آں قرار مید ہند کجا
اجماع تمام امت از صدر اول وغیرہم
ثابت نمودہ اندو کئے بریں شرط عمل
فرمودہ اند در در مختار در بحث تکبیر
بعد نماز عید آوردہ۔

لا بأس به عقب العيد
لان المسلمين توارثوه
فوجب اتباعهم و عليه
البلخيون و لا يمنع العامة من
التكبير في الاسواق في
الايام العشر وبه ناخذ بحر و
و مجتبی وغیرہ۔

ثانیاً صاحبِ رسالہ جواب کے
نام پر تطویل تو کرتا ہے مگر اپنے متندین
کی کتابوں پر نظر نہیں ڈالتا۔ صاحب
رسالہ کے وہ متندین محققین جنہوں
نے اپنے مختار مسائل کا حسن،
توارث کی دلیل سے ثابت کیا ہے
اور حسن کے سبب سے ہی ان کے
ماخوذ اور مفتیٰ بہ ہونے کا قول کیا ہے
انہوں نے صدر اول وغیرہ سے تمام
امت کا اجماع کہاں ثابت کیا ہے؟
اور کب اس شرط پر عمل پیرا ہوئے ہیں۔
بعد نماز عید تکبیر کی بحث میں در مختار
میں منقول ہے۔

"عید کے بعد تکبیر میں کوئی
حرج نہیں اسلئے کہ مسلمانوں کا اس
پر توارث ہے اور ان کی اتباع
واجب ہے، بلخیوں کا یہی مسلک
ہے اور عام لوگوں کو ذوالحجہ کے دس
دنوں میں، بازاروں میں تکبیر سے
منع نہیں کیا جائے گا۔ ہم اسی سے
اخذ کرتے ہیں۔ بحر مجتبیٰ وغیرہ۔"

وہم در بحر در بیان خطبہ آوردہ
"وفي التجنيس و ذكر الخلفاء
الراشدين مستحسن بذلك جرى
التوارث و بذكر العمين" الخ

قولہ - باید کہ اہل اجماع
کسانے باشند کہ مجتہد بوند الخ۔

اقول ایں قول ہم متوجہ نیست
اگرچہ اجتہاد شرط اجماع اصطلاحی اہل
اصول ست اما در مسائل فرعیہ اتفاق
محققین ہم باوجود مر اعصار برائے
حجیت مثل اجماع مصطلح کفایت میکند۔
در مسلم در بحث اجتہاد فی
المذاہب آوردہ۔

على ان اتفاق العلماء
المحققين على ممر الاعصار
حجة كالاجماع الخ .

قولہ - نیت آں بزرگواران کہ
باستحسان واستحباب ایں عمل قائل اند

نیز بحر کے بیان خطبہ میں
منقول ہے۔
"تجنیس میں ہے۔ خلفاء
راشدین اور عمین کریمین کا خطبہ
میں ذکر مستحسن ہے توارث اسی پر رہا
ہے۔"

قولہ - اہل اجماع مجتہدین کو
ہونا چاہئے الخ

اقول - یہ قول بھی متوجہ نہیں۔
اگرچہ اجتہاد اہل اصول کے اجماع
اصطلاحی کی شرط ہے، لیکن فرعی
مسائل میں محققین کا اتفاق بھی
مرور ازمنہ کے باوجود حجت کیلئے
اصطلاحی اجماع کی طرح کافی ہے۔
مسلّم میں اجتہاد فی المذاہب
کی بحث میں منقول ہے۔
"مرور زمانہ کے باوجود محققین علماء
کا اتفاق اجماع کی طرح حجت ہے۔"

قولہ - اس عمل کے استحباب و
استحسان کا قول کرنے والے بزرگوں

بخیر است و در تورع و طہارت ایں کرام شک نیست لیکن ایں قول مردود ست باینکہ کلام عباد و زہاد بے اجتہاد و استنباط شرعی ہرگز صالح عمل نیست الخ۔

اقول۔ چنانکہ در تورع و طہارت ایں کرام شکی نیست در بودن ایں حضرات از ائمۂ اعلام و محققین دین اسلام وارکان شرع مبین حضرت سید الانام ﷺ ہم ہیچگونہ شکی نیست و گو اجتہاد مطلق استقلالی ایشا نرا حاصل نیست اما تبحر علوم دینیہ و جامعیت اصول و فروع مذاہب خود ہا و بلکہ تحقیق و تدقیق برطبق اصول مجتہدین حاصل بالیقین ست پس استحسان ایں ائمہ کرام کہ موافق بکتاب و سنت و مندرج در عمومات مندوبات شریعت

کی نیت بہ خیر ہے۔ اور ان کی طہارت وتقویٰ میں شک نہیں لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ شرعی اجتہاد و استنباط کے بغیر، عابدوں اور زاہدوں کا کلام ہرگز قابل عمل نہیں۔ الخ

اقول۔جسطرح ان حضرات کی طہارت وورع میں کوئی شک نہیں ہے یونہی ان کے ائمۂ اعلام محققین دین اسلام اور حضرت سید المرسلین ﷺ کے شرع مبین کے ارکان ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔ گو مطلق اور مستقل اجتہاد انہیں حاصل نہیں لیکن علوم دینیہ میں مہارت، اپنے مذاہب کے اصول و فروع کی جامعیت اور مجتہدین کے اصول کے مطابق تحقیق و تدقیق کا ملکہ یقیناً حاصل ہے پس اپنے ائمۂ کرام کا وہ استحسان جو کتاب وسنت کے موافق، مستحباتِ شریعت کے

وغیر مزاحم و مخالف بکدامی سنت ست البتہ صالح عمل ست و نسبت ضلالت و تہمت معارضۂ کتاب و سنت براں ائمۂ امت محض بیجا و مہمل ست۔

قولہٗ۔ومن ثم قال فی مجالس الابرار ومن لیس من اهل الاجتهاد من الزهاد والعباد فهو فی حکم العوام لا یعتد بکلامه انتهیٰ۔

اقول۔استناد بکلام مجالس الابرار ہمان مثل ست کہ جہلہ لا تقربوا الصلوٰۃ را پیش نظر دارند و کریمہ و انتم سکاریٰ را پس پشت انداختہ کان لم یکن انگارند ایں قدر خیال نکردہ کہ صاحب مجالس دریں قول استثناء ہم نمودہ و متصل ہمیں قول نوشتہ الا ان یکون موافقا للاصول والکتاب المعتبر الخ۔

عموم میں مندرج اور کسی بھی سنت کے غیر مزاحم وغیر مخالف۔ ہے یقیناً عمل کے قابل ہے اوران ائمۂ دین کی طرف گمراہی کی نسبت، اور کتاب وسنت سے معارضہ کی تہمت محض بے جا اور مہمل ہے۔

قولہٗ۔اور اسی بناء پر مجالس ابرار میں کہا ہے کہ جو عابدین و زاہدین اہل اجتہاد نہ ہوں وہ حکم عوام میں ہیں ان کا کلام معتد بہ نہیں ہے۔

اقول۔مجالس ابرار کے کلام سے استناد کی مثال ویسی ہی ہے جیسا کہ جاہل لا تقربوا الصلوٰۃ تو دیکھتے ہیں اور "وانتم سکاریٰ" کو پس پشت ڈال کر یوں سمجھتے ہیں کہ وہ ہے ہی نہیں اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ صاحب مجالس نے اس قول میں استثناء بھی کیا ہے، اور اسی قول سے متصل تحریر کیا ہے کہ مگر یہ کہ اصول اور کتابِ معتبر کے موافق ہو۔الخ

پس ایں عمل کہ اولیاء کرام التزام و
اہتمام آں فرمودہ اند موافق کتب
معتبرہ مشہورہ ائمہ اعلام ست کہ حاوی
فروع و اصول و محقق معقول و منقول
بودہ اند۔

قولہ - استدلال بایں حدیث
دریں محل بے محل ست الخ۔

اقول - حال کمال حضرات
نجدیہ قابل تماشا ہست امرے را کہ
برائے اثبات مدعیات خود بجوش و
خروش دلیل میگردانند ہماں دلیل را
وقت ذکر مخالف ذلیل میگردانند بر
اہل دانش مخفی مباد کہ وہابیہ دہلی و
قنوج در رسالہ تفہیم المسائل کہ بکمال
جدو جہد برائے حفظ آبروئے
مقتدایان خود در سالہا سال بتالیف
آں پرداختہ اند در مسئلہ استمداد

پس یہ عملِ میلاد جس کا اہتمام
و التزام اولیاء کرام نے کیا ہے اُن
ائمہ اعلام کی مشہور و معتبر کتابوں کے
موافق ہے جو حاوی فروع و اصول
اور محقق معقول و منقول رہے ہیں۔

قولہ - اس حدیث یعنی اذا
اختلف الناس فعلیکم بالسواد الاعظم
سے یہاں استدلال بے محل ہے الخ

اقول - نجدی حضرات کے
کمال کی حالت قابل تماشہ ہے۔
جس امر کو اپنے دعووں کے اثبات
کے لئے جوش و خروش کے ساتھ
دلیل بناتے ہیں اسی دلیل کو مخالف
کے ذکر کے وقت ذلیل گردانتے
ہیں۔ اہل علم پر مخفی نہ رہے کہ دہلی
اور قنوج کے علماء نے، رسالہ تفہیم
المسائل میں، جس کی تالیف اپنے
پیشواؤں کی آبرو بچانے کے لئے
سالہا سال میں پوری جدوجہد کے
ساتھ کی ہے استمداد کے مسئلہ میں

باوجود اقرار اختلاف صرف لفظ
بسیاری از فقہاء را کہ در یک کلام محدث
دہلوی واقع گردیدہ سند خود فہمیدہ و از
دیگر تصریحات وی علیہ الرحمہ کہ در ہماں
مقام و در کتاب الجہاد از اں کتاب۔
وکتاب جامع البرکات و جذب
القلوب و تکمیل الایمان وغیرہا برائے
ارغام منکرین بہ تفصیل تمام نوشتہ اند چشم
پوشیدہ چہ قدر بلند آہنگی ساختہ اند۔
حیث قالو اتباع عامۂ فقہاء و
جماعت ایشان واجب ست زیرا کہ
امام احمد در مسند خود از معاذ بن جبل
رضی اللہ عنہ آوردہ۔

قال رسول اللہ ﷺ ان
الشیطان ذیب الانسان
کذیب الغنم یاخذ الشاذۃ
والقاصیۃ وایاکم والشعاب

اقرار اختلاف کے باوجود، محدث
دہلوی کے صرف ایک کلام میں واقع
لفظ "بسیاری از فقہاء" کو اپنی سند
سمجھ کر اور انہیں کی دوسری اُن
صراحتوں سے، جو اسی مقام میں اور
اس کتاب کے کتاب الجہاد میں،
کتاب جامع البرکات میں، جذب
القلوب اور تکمیل الایمان
وغیرھا میں، منکرین کو دھول
چٹانے کی خاطر کی ہیں۔ آنکھ بند کر
کے کیسا شور مچا رکھا ہے؟

انہوں نے کہا ہے کہ عام فقہاء
اور ان کی جماعت کی پیروی واجب
ہے اسلئے کہ امام احمد اپنی مسند میں
معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کا
بھیڑیا ہے، جس طرح بکریوں کا
بھیڑیا ریوڑ سے دور رہنے والی بکری
کو پکڑتا ہے، تم بھی گھاٹیوں سے بچو،

و علیکم بالجماعة والعامة۔
وابن ماجہ درسنن خود از انس رضی
اللہ عنہ می آرد قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم
فانہ من شذ شذ فی النار ۔
و ابو داود از ابو ذر رضی اللہ عنہ
روایت میکند قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من فارق الجماعة شبرا فقد
خلع ربقة الاسلام من عنقه۔
شیخ عبد الحق در ترجمۂ مشکوٰۃ
بذیل حدیث اول می نویسد اشارت
ست بآنکہ معتبر اتباع اکثر وجمہور ست
چہ اتفاق کل در ہمہ احکام واقع بلکہ ممکن
نیست۔
ودر شرح حدیث ثانی حسین بن
عبداللہ طیبی ناقلا عن
المفردات می نویسد۔

جماعت اور علمۃ المسلمین کو لازم پکڑو۔"
ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت
انس سے نقل کرتے ہیں کہ:
"سواد اعظم کی پیروی کرو۔ جو
الگ ہوگا۔ جہنم میں جائے گا۔"
ابوداؤد نے حضرت ابوذر سے
روایت کی ہے۔
"رسول اکرم ﷺ نے ارشاد
فرمایا جو جماعت سے ایک بالشت
بھی علیحدہ ہوا اس نے اپنی گردن
سے اسلام کا پٹہ اتار پھینکا۔"
شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ
الرحمہ مشکوٰۃ کے ترجمہ میں پہلی
حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ:
اس بات کی طرف اشارہ ہے
کہ اکثر اور جمہور کی اتباع معتبر ہے،
کیونکہ تمام احکام میں تمام کا اتفاق
واقع بلکہ ممکن نہیں ہے۔
دوسری حدیث کی شرح میں
حسین ابن عبد اللہ طیبی مفردات
سے نقل کرکے لکھتے ہیں۔

والسواد یعبر به عن
الجماعة الکثیرة — الیٰ ان قال۔
پس ازیں مذکور صاف واضح شد کہ
اتباع کثیر و جماعت لازم است الیٰ
آخرہ۔
افسوس کہ صاحب رسالہ
برسائل مسائل فارسیہ مؤلفہ مقتدایان
مذہب خود ہم نرسیدہ بے فائدہ درپے
تجہیل وتحقیر بلکہ تضلیل وتکفیر ائمۂ اہل
حق گردیدہ اما انچہ نوشتہ آرد حمقاء
جہالت کیش وسفہاء ضلالت اندیش
فریب میخورند ومیدانند کہ اینقدر انبوہ
کثیر از علماء چگونہ بر راہ باطل و
ناصواب سلوک خواہند کرد، الیٰ قولہ
حدیث اتبعوا السواد الاعظم
از اہل کتاب خود شنیدہ توثیق عقیدۂ
خویش می کنند الیٰ آخرہ۔

"سواد کی تعبیر جماعتِ کثیرہ
سے کی جاتی ہے۔ الیٰ ان قال۔ پس
اس مذکور سے صاف واضح ہوگیا کہ
کثیر لوگوں اور جماعت کی اتباع
لازم ہے الخ۔"
افسوس کہ صاحب رسالہ اپنے
مذہب کے مقتداؤں کی تالیف کردہ
فارسی زبان کے رسائل مسائل تک
بھی نہ پہونچا اور بے فائدہ ائمۂ
اہل حق کی تذلیل وتجہیل بلکہ تضلیل
وتکفیر کے درپے ہوگیا۔
صاحب رسالہ کی یہ تحریر کہ
"جہالت کیش احمق اور ضلالت
اندیش بے وقوف دھوکہ کھاتے ہیں
کہ اسقدر کثیر علماء کی جماعت کس
طرح باطل اور غلط راہ پر چل سکتی
ہے۔ الیٰ قولہ۔ اپنے اہل کتاب
سے "اتبعوا السواد الاعظم"
کی حدیث سنکر اپنے عقیدہ کی توثیق
کرتے ہیں۔ الخ

جواب ایں امر ہمیں بس ست
کہ اہل مذہب صاحب رسالہ ہم
بحوالۂ شروح ائمہ دین از احادیث
حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
لازم بودن اتباع کثیر و عامۂ علماء
جمہور محققین ثابت کردہ اند فما ھو
جوابکم فھو جوابنا۔

قولہٗ۔نمیدانند کہ ارباب حق
ازقدیم اندک بودہ اندوخواہند بودکما
فی التنزیل الا الذین آمنوا و
عملوا الصالحات و قلیل ماھم
الخ۔

اقول۔برائے ابطال استدلال
برائے اتباع سواد اعظم بذکر آیات
کریمہ بے فہم مطالب آنہا پرداختن
وایں امر کہ ارباب حق اندک بودہ
اندوخواہند بود از ان ثابت ساختن
و خود را از ارباب حق

اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے
کہ صاحب رسالہ کے ہم مذہب
حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
کی احادیث اور ائمۂ دین کی شروح
کے حوالے سے کثیر لوگوں اور عام
علماء و جمہور محققین کی اتباع کا لزوم
ثابت کرتے ہیں جو جواب تمہارا وہی
جواب ہمارا۔

قولہٗ۔جانتے نہیں کہ ارباب
حق عہد قدیم سے ہی کم رہے ہیں
اور رہیں گے جیسا کہ قرآن کریم میں
ہے۔" سوائے ان کے جو ایمان
لائے اور نیک اعمال کئے اور وہ
بہت تھوڑے ہیں"

اقول ۔ سواد اعظم سے
استدلال باطل کرنے کی خاطر مطلب
سمجھے بغیر آیات کریمہ کے تذکرہ میں
مشغول ہونا،اُس سے یہ ثابت کرنا
کہ ارباب حق تھوڑے رہے ہیں
اور رہیں گے۔اپنے آپ کو اہل حق

قرار دادن و ائمہ مشہورین و محققین
دین متین را کہ اصول ایں مبتدعین ہم
باشند درزمرۂ اہل ضلالت نہادن اتباع
روافض ست کہ ایں وسوسہ پیش نمودہ
واہل حق ابطال ورد آں فرمودہ اند۔
درتحفہ اثنا عشریہ درفصل ثانی از
باب مکاید گفتہ۔
کید یازدہم آنکہ گویند مذہب
اثنا عشریہ حق است و مذہب اہلسنت
باطل زیرا کہ اثنا عشریہ درا کثر اوقات و
اکثر بلدان قلیل و ذلیل ماندہ
اند واہلسنت کثیر وعزیز وخدا تعالیٰ
درحق اہل حق می فرماید وقلیل
ماھم ونیز فرماید وقلیل من
عبادی الشکور ودریں تقریر
تحریف کلام اللہ است و تغلیط
مدلول آں زیرا کہ حق تعالیٰ

قرار دینا،اوران مشہور ائمہ و محققین
دین متین کو اہل ضلالت میں رکھنا جو
ان مبتدعین کے بھی مستند رہے ہیں۔
روافض کی اتباع ہے۔جنہوں نے یہ
وسوسہ پیش کیا اور اہل حق نے اس
کارد وابطال فرمایا۔
تحفۂ اثنا عشریہ، فصل ثانی،
باب مکائد میں ارشاد فرمایا۔
"گیارھواں مکر یہ ہے کہ وہ
مذہب اثنا عشریہ کو حق کہتے ہیں اور
مذہب اہلسنت کو باطل ۔ اسلئے کہ
اثناء عشریہ اکثر اوقات اور اکثر شہروں
میں ذلیل رہے ہیں اور اہلسنت کثیر
غالب اور اللہ تعالیٰ اہل حق کے
بارے میں فرماتا ہے"اور وہ بہت
تھوڑے ہیں" نیز فرماتا ہے"اور
میرے بندوں میں شکروالے کم ہیں
" اور اس تقریر میں کلام اللہ کی
تحریف اوراس کے مدلول کوغلط قرار
دینا ہے۔اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

در حق اصحاب الیمین ایں امت
فرمودہ ست ثلة من الاولین و
ثلة من الآخرین وجائے کہ بقلت
وصف کردہ است کما قال ولا
تجد اکثرهم شاکرین۔
وفی الواقع شکر کہ صرف
العبد جمیع ما انعم الله علیه
الی ما خلق لا جله است مرتبۂ
ایست عزیز الوجود در ینجا بیان حقیت و
بطلان مذاہب نیست بیان قلت
شاکرین وکثرت غیر آنہاست وہمچنیں
در آیۂ "قلیل ماهم" بیان آنست
کہ عامل بجمیع اعمال صالحہ کمیاب ست
الاالذین اٰمنوا و عملو
الصالحات و قلیل ماهم دریں
آیت ہم ذکر عقاید حقہ غیر حقہ نیست و
اگر قلت و ذلت موجب حقیت شود
باید کہ نواصب وخوارج وزیدیہ وابطحیہ

امت کے اصحابِ یمین کے بارے
میں فرمایا ہے "اگلوں میں سے ایک
گروہ اور پچھلوں میں سے ایک
گروہ" اور جہاں قلت سے متصف
کیا ہے فرمایا "اور تو ان میں سے
اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا"
درحقیقت شکر کا یہ مرتبہ نادر
الوجود ہے کہ بندہ اللہ کی عطا کردہ
تمام نعمتوں کا استعمال انہیں مقاصد
میں کرے جن کیلئے ان کی تخلیق ہوئی
ہے یہاں مذاہب کی حقانیت اور
بطلان کا بیان نہیں ہے، شاکرین کی
قلت و کثرت کا بیان ہے ۔ اسی
طرح آیت "قلیل ماہم" میں بھی
اس بات کا بیان ہے کہ تمام اعمال
صالحہ پر عمل کرنے والے کمیاب ہیں
عقائد حقہ اور غیر حقہ کا بیان نہیں ہے۔
اگر قلت و ذلت حقانیت کا
موجب بن جائے تو نواصب ،
خوارج" زیدیہ ابطحیہ، اور

و ناؤ سیہ احق و اولیٰ بحق باشند از
اثنا عشریہ کہ بسیار قلیل اند۔
بلکہ حق تعالیٰ در کتاب عزیز خود
جابجا ظہور وغلبہ وتسلط در شان اہل حق
وعدہ می فرماید:
و لقد سبقت کلمتنا
لعبادنا المرسلین انهم لهم
المنصورون وان جندنا لهم
الغالبون۔
وجائے فرمودہ:
ولقد کتبنا فی الزبور
من بعد الذکر ان الارض
یرثها عبادی الصالحون۔
وجائے دیگر وعد الله الذین
اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات
لیستخلفنهم فی الارض کما
استخلف الذین من قبلهم

ناؤسیہ کو بدرجۂ اولیٰ ، برحق ہونا
چاہیۓ کیونکہ وہ اثنا عشریہ کے مقابلہ
میں بہت قلیل ہیں۔
بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز
میں جابجا اہل حق کی شان میں ظہور،
غلبہ اور تسلط کا وعدہ فرماتا ہے ۔
ارشاد ہے:
"اور بے شک ہمارا کلام
گذر چکا ہے کہ یقیناً ہمارے بھیجے
ہوئے بندوں کی ہی مدد ہوگی اور
بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔"
دوسری جگہ فرمایا:
"اور بے شک ہم نے زبور
میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس
زمین کے وارث میرے نیک
بندے ہوں گے۔"
اور دوسرے مقام پر فرمایا "جو
لوگ تم میں سے ایمان لائے اور
اچھے کام کئے انہیں اللہ نے وعدہ دیا
کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت
عطا فرمائے گا ویسی ہی جیسی ان
سے پہلے والوں کو دی ۔

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم۔ الی غیر ذلك من الآیات۔

ودر احادیث جابجا باتباع سواد اعظم امت وموافقت باجماعت تاکید فرمودہ اندالی آخرہ انتہی۔

قولہ - اگر مفہوم متبادر ایں لفظ مراد باشد کفار نسبت اسلامیان سواد اعظم اند اتباع ایشان واجب ست و اگر مقیدست بامت پس دریں امت مرحومہ نیز اصحاب ملل باطلہ نسبت باہل حق سواد اعظم چہ در حدیث وارد ست ستفترق امتی (الحدیث) وپیداست کہ ہفتاد ودوملت نسبت بہ یک سواد اعظم است پیروی آنہا نمائیند الخ۔

اقول - قطع نظر از انکہ علماء محققین از فقہاء ومحدثین بنابر حکم اتباع

اور اُن کے لئے ان کے اس دین کو جمادے گا جو اسے پسند ہے"

اور احادیث میں جا بجا امت کے سواد اعظم کی اتباع اور جماعت سے موافقت کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ الخ انتہی۔

قولہ - اگر اس لفظ کا متبادر معنی مراد ہو تو مسلمانوں کی بہ نسبت کفار سواد اعظم ہیں۔ ان کی اتباع واجب ہوگی اور اگر امت سے مقید ہے تو تو اس امت مرحومہ میں بھی، باطل مذہب والے، اہل حق کی بہ نسبت، سواد اعظم ہیں اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا اور ظاہر ہے کہ بہتر فرقہ ایک کی بہ نسبت سواد اعظم ہیں انہی کی پیروی کرنی چاہیئے۔

اقول - اس سے قطع نظر، کہ علماء محققین فقہاء ومحدثین نے جمہور علماء دین اور ان کی اکثریت کی

جمہور علماء دین واکثر ایشان استدلال بایں ارشاد حضرت سید المرسلین ﷺ فرمودہ اند صاحب رسالہ ہمیں قدر فہمد کہ کبراء اوہم استناد بدان نمودہ اند پس بر صاحب رسالہ است دفع ایں تعارض و جواب ازیں تناقض اما احقر را کہ مرام بیان مطلب ست نہ قصد مجادلہ وشغب پس مختصرا میگویم کہ ایجاد احتمال اول در ارشاد آنخضرت بامثال اذا اختلف الناس فعلیکم بالسواد الاعظم محض الحاد است اما انچہ بر احتمال ثانی لازم گردانیدہ وانچہ دردلش آمدہ بے باکانہ بقلم رسانیدہ جوابش آنکہ در مسلم و شرح آں موجود است۔

اقول کثرۃ الفرق لا یستلزم کثرۃ الاشخاص

اتباع کے حکم پر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد سے استدلال کیا ہے صاحب رسالہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اس کے بزرگوں نے بھی اسی حدیث سے استناد کیا ہے۔ اسلئے اس تعارض اور تناقض کا اٹھانا اور جواب دینا صاحب رسالہ کی ذمہ داری ہے لیکن احقر کا مقصود مطلب کا بیان ہے جھگڑا اور فتنہ نہیں اسلئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ آنخضرت کے امت سے اس ارشاد میں کہ "جب لوگوں کا اختلاف ہو تو سواد اعظم کو لازم پکڑو" پہلے احتمال کی ایجاد الحاد ہے اور احتمال ثانی کی تقدیر پر جس چیز کو لازم گردانا ہے اور جو کچھ دل میں آیا ہے بے باکانہ تحریر کیا ہے اس کا جواب وہ ہے جو مسلم اور اس کی شرح میں موجود ہے۔

"میں کہتا ہوں فرقوں کی کثرت، ان کے افراد کی کثرت کو

بل يجوز ان يكون اشخاص الفرقة الواحدة اكثر من اشخاص سائر الفرق فوحدة الفرقة الناجية لا يوجب كون الحق مع الاقل الخ۔

پس اصحاب فرق باطلہ رانسبت باہل حق سواد اعظم قراردادن باطل ست۔

و در انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ کہ در دہلی مطبوع گردیدہ است و معتمد ایں طائفہ است نقل نمودہ۔

فهذالحديث معيار عظيم لا هل السنة والجماعة شكر الله سعيهم فانهم هم السواد الاعظم و ذلك لا يحتاج الیٰ برهان فانك لو نظرت الى اهل الاهواء باجمعهم لا يبلغ عدد هم عشر اهل السنة والجماعة اما اختلاف المجتهدين فيما بينهم و كذلك اختلا اف الصوفية الكرام و المحدثين العظام والقراء الاعلام فمع اختلافهم

مستلزم نہیں بلکہ ایسا ممکن ہے کہ ایک فرقہ کے افراد باقی تمام فرقوں کے افراد سے زائد ہوں تو فرقۂ ناجیہ کا واحد ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ حق اول کے ساتھ ہو الخ۔

پس فرقۂ باطلہ والوں کو اہل حق کی بہ نسبت سواد اعظم قرار دینا باطل ہے۔

انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ جو دہلی میں چھپی ہے اور اس گروہ کی معتمد ہے۔ اس میں منقول ہے۔

یہ حدیث اہلسنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کا عظیم معیار ہے کیونکہ وہی سواد اعظم ہیں اور یہ بات محتاج دلیل نہیں اس لئے کہ اگر تم تمام اہل اھواء کو دیکھو تو ان کی تعداد اہلسنت و جماعت کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہونچے گی رہ گیا۔ مجتہدین کا آپسی اختلاف یونہی صوفیاء کرام، محدثین عظام اور قراء اعلام کا اختلاف تو اختلاف کے

لا يضلل احدهم الآخر الیٰ قوله كذا فى بحر المذاهب انتهى۔

قولہ - چہ قسم ثابت شد کہ مثبتین افضل و سواد اعظم اند نسبت مانعین عمل مولد الخ۔

اقول اولاً کہ افضلیت و اعظمیت و اکثریت مجوزین در عامۂ امصار علی ممر الاعصار از کتب معتمدہ علماء دین ثابت ست و اگر کسے را شک وشبہہ افتادہ است محققین قولش مردود ساختہ اند اگر صاحب رسالہ را رجوع بآن کتب کبیرہ و صغیرہ مثل سیرت شامی و موردروی و ماثبت بالسنۃ وغیرہا دشوار باشد تا برسالۂ استاد خود رجوع نماید و مختصر آں در ماسبق دریں رسالہ ہم منقول ست۔

و ثانیا کبرائے طائفہ ہم

باوجود وہ ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتے۔

قولہ - ترجمہ - کسطرح یہ بات ثابت ہوئی کہ مثبتینِ عمل میلاد مانعین کی بہ نسبت افضل اور سواد اعظم ہیں۔

اقول - اولاً - مرورِ ازمنہ کے باوجود، عام شہروں میں عمل میلاد کو جائز قرار دینے والوں کا اکثر، اعظم اور افضل ہونا علماء دین کی قابل اعتماد کتابوں سے ثابت ہے اگر کسی کو شک وشبہ ہوا تو محققین نے اس کے قول کو مردود کر دیا ہے۔ اگر صاحبِ رسالہ کو سیرت شامی، موردروی اور ماثبت بالسنۃ وغیرھا جیسی چھوٹی بڑی کتابوں کی طرف رجوع دشوار ہو تو اپنے استاذ ہی کا رسالہ دیکھ لے، جس کا اختصار اسی رسالہ میں پہلے منقول ہو چکا ہے۔

ثانیاً اس گروہ کے بزرگ بھی

از ان انکار نمودن نہ توانستند از ہمیں
جاست کہ در تفہیم المسائل بمقتضائے
آنکہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد لاچار
گردیدہ و از تناقض و تہافت کلام ہم
نااندیشیدہ دریں مسئلہ نوشتہ کہ مارا نظر
برقوت دلیل باید نہ بر کثرت اقوال۔

قولہ۔ سکوت صدر اول دریں
باب اشخاص آں عہد را با مانعین
یکذات کردہ است الخ۔

اقول۔ اولاً ہرگاہ سکوت
شارع در بیان احکام مستلزم منع مسکوت
عنہ نیست پس تا دیگران چہ رسد۔

و ثانیاً میگویم کہ بدلیل
استحسان اجلۂ صدر اول بسیاری از
امور خیر را باوجود اطلاق محدث و
بدعت و اقرار عدم ثبوت بخصوصہا
از سنت گنجائش آنست کہ بجہت

اس سے انکار نہیں کر سکے۔ اور اسی
وجہ سے تفہیم المسائل میں بمقتضائے
دروغ را حافظہ نہ باشد" مجبور ہو کر
اور اپنے کلام کی تھافت و تناقض کا
اندیشہ نہ کر کے اس مسئلہ میں لکھا
ہے کہ "ہمیں دلیل کی قوت پر نظر
کرنی چاہیئے نہ کہ کثرتِ اقوال پر"

قولہ۔ اس باب میں صدر
اول کے سکوت نے اُس عہد کے
افراد کو مانعین کے ساتھ ایک ذات
بنادیا ہے۔

اقول۔ اولاً۔ بیانِ احکام میں
جب خود شارع کا سکوت مسکوت عنہ
کی ممانعت کو مستلزم نہیں۔ پھر
دوسروں کے سکوت کی کیا حیثیت؟۔

ثانیاً عرض ہے محدَث و بدعت
کے اطلاق اور خصوصیت کے ساتھ
سنت سے عدم ثبوت کے اقرار کے
باوجود، بہت سارے امور کو صدرِ
اول کے جلیل القدر لوگوں کے
مستحسن کہنے کی دلیل سے اس بات
کی گنجائش ہے کہ صدر اول سے

ثبوت استحسان بدعت حسنہ از صدر
اول صدر اول را با مجوزین دریں باب
یکذات گفتہ آید۔

قولہ۔ پس متعین شد کہ نیست
مراد از سواد اعظم مگر جماعت اصحاب یا
جماعت علماء راسخین الخ۔

اقول۔ بعد از انکہ صاحب
رسالہ سرگردانیہا در تعیین مراد نمودہ قرار
بدیں قول کرد حالا اگر چیزے انصاف
دارد ایں قدر دیگر بخیال آرد کہ بودن
امام ابن جزری وقسطلانی وسخاوی و
عسقلانی و صاحب مجمع البحار و ملا علی
قاری وغیرہم در اعصار خود ہا از علماء
راسخین دین متین و حامیان شرع مبین
و بہترین مردم روشن چوں آفتاب
ست پس امریکہ ایں حضرات
محققین و امثال اینہا از علماء کبار

بدعتِ حسنہ کے استحسان کے ثبوت
کی جہت سے، عملِ میلاد کو جائز
قرار دینے والوں کے ساتھ صدرِ
اول کو یک ذات کہا جائے۔

قولہ۔ پس متعین ہو گیا کہ
سواد اعظم سے مراد صرف اصحاب کی
جماعت ہے یا علماء راسخین کی الخ۔

اقول۔ اس کے بعد کہ
صاحب رسالہ نے تعیین مراد میں سر
گرداں ہونے کے بعد اس قول کا
اقرار کیا ہے۔ اب اگر کچھ بھی
انصاف رکھتا ہے تو اتنا دوبارہ خیال
کر لے کہ امام ابن جزری امام
قسطلانی امام سخاوی امام عسقلانی،
صاحب مجمع البحار اور ملا علی قاری
وغیرہم کا اپنے اپنے زمانہ میں دین
متین کے علماء راسخین، حامیان
شرع مبین اور لوگوں میں بہترین
ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے پھر
مرور زمانہ کے باوجود، قرناً بعد قرنٍ
یہ محققین حضرات اوران جیسے بڑے

علی ممر الاعصار قرناً فقرناً در کتب مشہورہ
معتمدہ استحسان آں فرمایند وحسن آں
از مضامین احادیث شریفہ استنباط
نمایند و اگر شاذ و نادر بر خلاف آں
رفتہ قولش در کتب مشہورہ معتمدہ
مردود فرمایند در ثبوت آں از سواد
اعظم چہ ارتیاب ست۔

اگر گوئی کہ اینہا مجتہد مطلق نبودہ
اند و منصب اجتہاد استقلالی نداشتند
گویم بجہت تحریکہ در جامعیت
اصول و فروع مذاہب مجتہدین و ملکۂ
راسخہ در تحقیق احکام دین متین داشتند
اگر بالفرض استحسان جمہور ایں حضرات
عصراً بعد عصر موجب حسن ایں امر
نباشد لا اقل حکم ضلالت بر مجوزین آں
چگونہ جائز خواہد بود۔

بڑے علماء، اپنی اپنی قابل اعتماد اور
مشہور کتابوں میں جس امر کا استحسان
فرمائیں اور جس کا حسن احادیث
شریفہ کے مضامین سے مستنبط کریں
اور اگر شاذ و نادر کوئی اس کے خلاف
جائے تو مشہور و معتمد کتابوں میں
اس کی تردید فرمائیں، اُس امر کا
سواد اعظم سے ثابت ہونے میں کیا
شبہ ہے۔؟

اگر تم کہو کہ یہ حضرات مجتہد
مطلق نہیں رہے اور اجتہاد استقلالی
کا منصب ان کے پاس نہیں رہا۔
میں کہوں گا اس جہت سے کہ وہ
حضرات مجتہدین مذاہب کے
اصول و فروع کی جامعیت میں
مہارت تامہ اور دین متین کے احکام
کی تحقیق میں ملکۂ راسخہ رکھتے تھے
اگر بالفرض عصراً بعد عصر ان حضرات
کے جمہور کا استحسان اس امر کے حسن
کا سبب نہ بھی بن سکے تاہم اسے
جائز قرار دینے والوں پر ضلالت کا
حکم لگانا کیونکر جائز ہوگا۔

قولہ - وبریں قیاس
ست جواب از حدیث من سن فی
الاسلام سنة حسنة الحدیث
کہ سن بمعنی احیی است نہ بمعنی ابدع و
اوجد الخ۔

اقول - شراح حدیث از
محققین تصریح فرمودہ اند کہ "سن"
بمعنی مطلق روج واتی بطریقة
است کہ شامل ست احیاء طریقۂ سابقہ
وایجاد طریقۂ مبتدۂ را و مفہوم سن منافی
ابدع نیست علامہ شامی در رد المحتار
آوردہ۔

قال العلماء هذه
الاحادیث من قواعد الاسلام
و هو ان کل من ابتدع شیأ
من الشر کان علیه مثل وزر
من اقتدی به فی ذلك

قولہ - حدیث "من سن
فی الاسلام سنةً حسنةً" کا
جواب اسی قیاس پر ہے کہ "سن" کا
معنی "زندہ کرنا" ہے نہ کہ ایجاد اور
اختراع کرنا۔

اقول - حدیث کے محقق
شارحین نے صراحت کے ساتھ فرمایا
ہے کہ "سنّ" مطلق رواج دینے
اور راہ نکالنے کے معنی میں ہے، جو
مشتمل ہے طریقۂ سابقہ کے احیاء
اور طریقۂ جدیدہ کی ایجاد پر اور "سن"
کا مفہوم "ابدع" کے مفہوم کے
منافی نہیں۔

علامہ شامی نے رد المحتار میں
نقل کیا ہے
"علماء نے فرمایا ہے کہ یہ
حدیثیں اسلام کے اصول ہیں، اور
وہ یہ کہ جو کوئی کسی شر کی ایجاد کریگا تو
اس کو ان تمام لوگوں کے برابر گناہ
ہوگا جو اس کی اس شر میں اقتدا کریں

وکل من ابتدع شیئاً من
الخیر کان له مثل اجر کل من
یعمل الیٰ یوم القیٰمة و تما مه
فی آخر عمدة المرید
وہمچناں ست در شرح صحیح مسلم از امام
نووی و مجمع البحار وغیرہا۔
طرفہ آنکہ اینجا از بودن ''سن''
بمعنیٰ ''اوجد'' انکار دارد وخود در
رسالہ قول الحق نام می نگارد۔
در حدیث شریف آمدہ است من
سن سنة سئیة فله وزرها
ووزرمن عمل بها یعنی ہرکہ طریقۂ
بدایجاد کند بروے گناہ ست الخ۔
قولہ- استدلال بہ تعامل بلاد
چہ عرب و چہ عجم محض بیجا و ناصواب
است الخ۔
اقول- بسیاری از ائمۂ دین و
علماء راسخین تصریح فرمودہ اند کہ البتہ
تعامل و اعتیاد مسلمین در بلاد خود ہا
اگر چہ بعد عصر صدر اول باشد

گے اور ہروہ آدمی جو کسی خیر کی ایجاد
کرے گا تو اسے اس پر قیامت تک عمل
کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا۔ پورا
حصہ عمدۃ المرید کے اخیر میں ہے۔
شرح صحیح مسلم امام نووی اور
مجمع البحار وغیرہ میں اسی طرح ہے۔
طرفہ یہ کہ یہاں ''سنّ'' کے
''اوجد'' کے معنی میں ہونے کا انکار
کرتا ہے اور خود اپنے رسالہ قول الحق
میں لکھتا ہے کہ ۔ حدیث شریف
میں آیا ہے۔ من سن سنة
سیئة فله وزرها وو زرمن
عمل بها۔ یعنی جو کوئی طریقۂ بد ایجاد
کرے گا اس پر گناہ ہے الخ۔
قولہ- عجمی چاہے عربی
ممالک کے تعامل سے استدلال
محض بے جا اور نادرست ہے الخ
اقول - بہت سارے ائمۂ
دین اور علماء راسخین نے صراحت
فرمائی ہے کہ اپنے اپنے ممالک
میں مسلمانوں کی عادت اور ان کا
تعامل اگر چہ صدر اول کے بعد ہو۔

داخل استحسان واستحباب بلکہ بموجب
ارشاد حدیث شریف حکماً داخل سنت
ست در عین العلم فرمودہ ۔
والاسرار بالمساعدة
فیما لم ینه عنه وصارمعتا
دأبعد عصرهم حسن و ان
کان بدعة الخ۔
حجۃ الاسلام در کیمائے سعادت
دراعراب وجد فرمودہ وایں ہمہ اگر چہ
بدعت ست و از صحابہ و تابعین نقل
نکردہ اند ولیکن نہ ہر چہ بدعت بود
نشاید کہ بسیارے بدعت نیکو باشد پس
بدعتی کہ مذموم است آں بود کہ مخالف
سنتی بود اما حسن خلق ودل مردم شاد
کردن در شرع محمود ست و ہر قومی را
عادتی ست و بایشان مخالفت دراخلاق
ایشان بدخوئی بود و رسول ﷺ فرمود:
خالقو الناس باخلاقهم

نہ صرف یہ کہ استحسان واستحباب میں
داخل بلکہ حدیث شریف کے ارشاد
کے مطابق حکماً داخل سنت ہے۔
عین العلم میں فرمایا کہ ——''ایسے
غیر منہی امور میں لوگوں کی موافقت
کر کے انہیں خوش کرنا مستحسن ہے
جو عہد صحابہ کے بعد رائج ہوں اگر
چہ بدعت ہے الخ
کیمائے سعادت میں حجۃ اسلام
اعراب کے وجد کے تعلق سے فرماتے
ہیں کہ یہ سب اگر چہ بدعت ہے، صحابہ
وتابعین سے منقول نہیں لیکن ایسا نہیں
ہے کہ جو بھی بدعت ہو اسے کرنا نہیں
چاہئے کیونکہ بہت ساری بدعتیں نیک
ہوتی ہیں پس مذموم بدعت وہ ہوتی
ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو لیکن
حسن اخلاق اور لوگوں کا دل شاد کرنا
شریعت میں محمود ہے۔ اور ہر قوم کی کوئی
نہ کوئی عادت ہوتی جس میں اُس کی
مخالفت بداخلاقی ہوگی۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے
اخلاق کے مطابق ان سے برتاؤ کرو

وچوں این مردم بایں موافقت شاد شوند موافقت ایشان سنت بود الخ۔

وصاحب رسالہ کہ بحوالۂ فتاویٰ غیاثیہ وغیرہا حجت نبودن تعامل خاص وشرط بودن اتفاق جمیع بیان نمودہ وباز علم آنرا محال قرار دادہ قطع نظر از انکہ ایں دعوی اولاً بر تقدیر تسلیمش از حجیت تعامل انکار ساختن ست۔

و ثانیاً علماء مذکورین کہ اعتبار اتفاق وبودنش از صدر اول شرط میکنند مراد ایں ست کہ تعاملی کہ صلاحیت وتقیید اطلاق داشتہ باشد ہماں ست کہ از صدر اول بالاتفاق استمرار داشتہ باشد پس اگر در عصری در کدامی بلدہ عرف خاص امریکہ تحریم آں از شرع ثابت باشد مروج گردد البتہ ایں تعامل و عرف موجب صحت تقیید اطلاق نمی تواند شد و

اور جب یہ لوگ اس موافقت سے خوش ہوتے ہیں تو ان کی موافقت سنت ہوگی۔الخ

صاحب رسالہ نے فتاویٰ غیاثیہ وغیرہ کے حوالے سے، خاص تعامل کا حجت نہ ہونا اور تمام لوگوں کے اتفاق کا شرط ہونا بیان کیا اور پھر اُسے محال قرار دیا ہے قطع نظر اس سے کہ اس دعویٰ کو تسلیم کرنے کی تقدیر پر اولاً تعامل کے حجت ہونے کا انکار ہے۔

ثانیاً-وہ علماء مذکور جنھوں نے صدر اول سے اتفاق کا اعتبار شرط قرار دیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ تعامل جو اطلاق کی تقیید کی صلاحیت رکھے وہ وہی ہے جو صدر اول سے بہ اتفاق مستمر رہا ہو پس اگر کسی عہد میں کسی شہر میں ایسا امر رواج پاجائے جس کی تحریم شریعت سے ثابت ہو تو یقیناً ایسا تعامل اور عرف تقیید اطلاق کی صحت کا موجب نہیں ہو سکتا اور

اگر علی الاطلاق بے اعتباریٔ عرف خاص وتعامل بعد صدر اول مراد داشتہ شود مخالف تحقیقات محققین است علامہ شامی در حاشیہ۔ درمختار در شرح قول وی کہ از اشباہ نقل نمودہ۔

المذهب عدم اعتبار العرف الخاص لكن افتى كثيرون باعتباره و عليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال الى آخره می نویسد قال في المستصفى التعامل العام اى الشائع المستفيض والعرف المشترك لا يصح الرجوع اليه مع التردد و في محل آخر منه ولا يصلح مقيدا لانه لما كان مشتركا كان متعارضا الخ البيرى وفى الاشباه عن البزازية

اگر مطلقاً صدر اول کے بعد کے تعامل اور عرف خاص کا غیر معتبر ہونا مراد لیا جائے تو یہ محققین کی تحقیقات کے خلاف ہے۔

درمختار میں اشباہ سے منقول ہے۔ کہ مذہب، عرف خاص کا عدمِ اعتبار ہے لیکن کثیر علماء نے اس کے معتبر ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اسی بنیاد پر فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مال کے عوض میں ملازمت چھوڑنا جائز ہے۔

علامہ شامی حاشیہ میں اس کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں مستصفیٰ میں فرمایا۔ کہ تعامل عام شائع مشہور، اور عرفِ مشترک کی جانب تردد کے ساتھ رجوع صحیح نہیں ہے۔ اور اسی میں دوسری جگہ ہے۔ کہ وہ مقید بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ جب وہ مشترک ہے تو متعارض ہوگا الخ، البیری۔

اور اشباہ میں بزازیہ سے منقول ہے۔

وكذا اى تفسد الاجارة
لودفع الى الحائك غزلا
علىٰ ان ينسجه بالثلث و
مشائخ بلخ و خوارزم افتوا
بجوازا جارة الحائك للعرف
و به افتىٰ ابو على النسفى
ايضاً والفتوى على جواب
الكتاب لانه منصوص عليه
فيلزم ابطال النص الخ فا فاد
ان عدم اعتباره بمعنى انه
اذا وجد النص بخلافه لا
يصلح ناسخا للنص ولا
مقيدا والافقدا عتبروه فى
مواضع كثيرة الىٰ قوله
وافاد ما مر ايضاً ان العرف
العام يصلح مقيداً الىٰ آخره۔

قولہ-بدعت کجاو حسن بدعت کجاالخ۔

اقول-بداں معنی کہ بر مستحسنات مندرجۂ مندوبات شریعت اجلۂ صدر

اور یونہی اگر کسی نے بنکر کو
سوت دیا کہ وہ اس کے تہائی حصے
کے بدلے میں بن دے تو اجارہ
جائز ہے ابوعلی نسفی کا فتویٰ بھی یہی
ہے اور فتویٰ کتاب کے جواب پر
ہے کیونکہ وہی منصوص ہے۔ ورنہ
نص کا ابطال لازم آئے گا۔ مفاد یہ
ہے کہ عرف خاص اور تعامل کا عدم
اعتبار اس معنی کے لحاظ سے ہے کہ
جب نص اُن کے خلاف موجود ہو تو
نص کا ناسخ یا مقید بننے کی صلاحیت
نہیں رکھتے ورنہ بہت ساری جگہوں
پر فقہاء نے اُن کا اعتبار کیا ہے اور
مذکورہ بیان نے یہ بھی افادہ کیا کہ
عرف عام مقید بننے کی صلاحیت
رکھتا ہے الخ۔

قولہ-بدعت کہاں اور حسن بدعت کہاں، الخ

اقول-صدر اول کے جلیل القدر حضرات اور دیگر متقدمین و

اول ودیگر ائمۂ دین از متقدمین و
متاخرین اطلاق بدعت فرمودہ اند
بداں معنی لفظ بدعت ہیچ منافاتی بحسن
ندارد و بمعنی کہ بدعت منافاتی بحسن
دارد بر مستحسنات جمہور ائمہ دین عموماً و
بریں عمل خصوصاً صدق ندارد۔

قولہ-اماتعامل حرمین الخ۔

اقول-قطع نظر از آنکہ عرف
مسلمین و تعامل بلاد اسلام را ائمۂ
دین وفقہاء محققین عموماً معتبر انگاشتہ
اند تعامل حرمین شریفین رازادھما اللہ
تعالیٰ شرفاً خصوصاً موجب حسن
ومندوبیت و مخالفت آنرا مستلزم قبح

متأخرین ائمۂ دین نے بدعت کے
جس معنی کے لحاظ سے مستحبات
شریعت میں مندرج مستحسنات پر
بدعت کا اطلاق فرمایا ہے اُس معنی
کے لحاظ سے بدعت اور حسنِ بدعت
میں کوئی منافات نہیں ہے اور جس
معنی کے لحاظ سے بدعت اور حسن
بدعت میں منافات ہے وہ بدعت
جمہور ائمۂ دین کے مستحسنات پر عموماً
اور اس عمل میلاد پر خصوصاً صادق
نہیں ہے۔

قولہ-رہ گیا حرمین کا تعامل۔

اقول-اس سے قطع نظر کہ
مسلمانوں کے عرف اور بلاد اسلام
کے تعامل کو ائمۂ دین، فقہاء و
محدثین نے عموماً معتبر لکھا ہے۔
حرمین شریفین (اللہ ان کے شرف
میں اضافہ فرمائے) کے تعامل کو
خصوصاً موجب حسن واستحباب اور
اسکی مخالفت کو مستلزم قباحت و

وکراہت نگاشتہ اند ومراد ازاں تعامل
واستحسان علماء وائمۂ حرمین طیبین
واعیان آں بلدین شریفین داشتہ اند۔
در ہدایۂ دربیان تراویح فرمودہ
والمستحب الجلوس بين
الترويحتين مقدارا لترويحة
وكذا بين الخامسة و الوتر
لعادة اهل الحرمين الخ۔
اما آنچہ صاحب رسالہ بعض
عبارات متضمنۂ مبتلا بودن بعض
ساکنین حرمین بقلت علم وافعال سیئہ
محرمات ومنوعات پیش نمودہ کلام
رابے فائدہ محض طول دادہ بجز آنکہ از
غیظ وغضب دل خود بدگوئے کسانیکہ
در کتب شرع شریف بکف لسان وغض
بصر از ذکر مساوی آنہا

کراہت تحریر فرمایا ہے۔ اور تعامل
حرمین سے مراد ان دونوں مشرف
شہروں کے نمایاں علماء اور ائمہ کا
تعامل ہے۔ تراویح کے بیان میں
ہدایۂ میں فرمایا۔
"ترویحتین کے درمیان ایک
ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے
یونہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے
درمیان بھی کیونکہ اہل حرمین کی یہی
عادت ہے۔ الخ
صاحب رسالہ نے جو کچھ ایسی
عبارتیں پیش کی ہیں جو اس بات پر
مشتمل ہیں کہ حرمین کے بعض
باشندے، ممنوعات، محرمات،
افعالِ بد اور قلت علم میں مبتلا تھے۔
وہ گفتگو کو صرف بے فائدہ دراز کرنا
ہے ان کا اس کے سواء دوسرا کوئی
فائدہ ہے ہی نہیں کہ وہ اپنے دل
کے غیظ وغضب کی بناء پر بیان کے
میدان میں ان لوگوں کی بدگوئی رکھ
رہا ہے جن کے معائب سے چشم

امر فرمودہ اند وبرائے حسن ادب آنہا
ارشاد نمودہ اند بمیدان بیان می نہد
فائدۂ دیگرنمی دہد۔
البتہ بے شک وشبہ کسیکہ در
حرمین طیبین محرمات شرعیہ بعمل آرد
آں افعال اولیاقت اتباع ندارند اما
ایں از کجا کہ تعامل ائمۂ محققین حرمین
طیبین و علماء راسخین آں بلدین
مکرمین قابل استناد نباشد و برائے
تضلیل و تکفیر آں محبوبان شارع
اعتقاد غلبۂ رواج شرک وکفر وضلالت
در اہالی آں امکنۂ مقدسہ برخلاف
مضامین احادیث شریفہ نمودہ شود۔
قولہ۔ پارۂ است از حدیثی کہ
موقوف ست برابن مسعود الیٰ قولہ در
حکم موقوف نوشتہ ھو ليس
بحجة على الاصح الخ۔

پوشی اور زبان روکنے کا حکم شرع
شریف کی کتابوں میں دیا گیا ہے
اور ان کے ساتھ حسنِ ادب کی
ہدایت کی گئی ہے۔
البتہ جو کوئی حرمین طیبین میں
محرماتِ شرعیہ کا ارتکاب کرتا ہے
بلا شک وشبہ اس کا کردار لائق اتباع
نہیں ہے۔ لیکن اس سے یہ کہاں
ثابت ہوگیا کہ حرمین طیبین کے ائمۂ
محققین اور ان مکرم شہروں کے علماء
راسخین کا تعامل قابلِ استناد نہ ہو؟
اور احادیث شریفہ کے مضامین کے
خلاف شارع کے محبوب حضرات کی
تکفیر و تضلیل کے لئے اُن مقامات
مقدسہ کے باشندوں میں گمراہی،
کفر اور شرک کے غلبۂ رواج کا
اعتقاد رکھا جائے؟
قولہ۔ حضرت عبد اللہ ابن
مسعود پر موقوف حدیث کا ایک ٹکڑا
ہے الی قولہ۔ حکم موقوف میں تحریر
ہے کہ وہ مذہب اصح پر حجت نہیں۔

اقول - اولاً کہ فقہاء کرام و محدثین عظام حدیث مار آہ المؤمنون حسناً رامرفوعاً ہم از آنحضرت ﷺ روایت نمودہ اند و بداں جا بجا در کتب مشہورہ معتمدہ برائے استحسان مستحسنات ائمہ اُمت و تعامل عرف وعادت استدلال فرمودہ اند پس کلام صاحب رسالہ باوجود یکہ دعویٰ پختگی خود دارد محض خیال خام ست در ینجا سندی از متندین او واز کتب مشہورہ نشان میدہم۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی در ہمعات گفتہ اند مشائخ ذکر قلبی را کہ مناسبتی بہر دو جانب دارد و کالبرزخ ست کمالا یخفی استنباط کردہ اند وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ر آہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن رواہ محمد فی المؤطا تعلیقا الی آخرہ ۔

اقول - اولاً۔ فقہاء کرام اور محدثین عظام نے آنحضرت ﷺ سے" ما رأۃ المومنون حسنا" کی مرفوعاً بھی روایت کی ہے اور عرف وعادت کے تعامل اور ائمۂ امت کے مستحسنات کے استحسان پر مشہور اور معتمد کتابوں میں جابجا اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔اسلئے پختگی کے دعویٰ کے باوجود صاحب رسالہ کا کلام محض خیالِ خام ہے۔

یہاں کچھ سند صاحب رسالہ کے مستندین اور مشہور کتابوں سے پیش کررہا ہوں۔شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ہمعات میں کہا ہے کہ ۔مشائخ نے ذکرِ قلبی کا استنباط کیا ہے جیسا کہ مخفی نہیں کہ وہ بہر دو جانب مناسبت رکھتا ہے اور برزخ کی طرح ہے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔اسکی روایت امام محمد نے مؤطا میں تعلیقاً فرمائی ہے۔الخ۔

ودر برجندی شرح مختصر وقایہ فرمودہ فان العرف ایضاً حجۃ بالنص فقد قال رسول اللہ ﷺ ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ۔

وثانیاً اگر بجہت موقوف بودنش بر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایراد لیس بحجۃ صحیح خواہد بود تا بسیاری از احتجاجات کبرائ طائفہ ہم روئ بطلان خواہد نمود ایں از کجا کہ احتجاج بموقوف برائے خود صحیح و برائے دیگران قبیح ست۔

قولہ - پس مراد از مومنین مجتہدین باشند کہ درصفت اسلام کامل اند صرفاً للمطلق الی الکمال الخ۔

اقول - ایں قدر کہ مراد از جنس مومنین علماء کاملین اند نہ عوام و جاہلین از مؤمنین راست و درست بے قال و قیل ست

برجندی نے شرح مختصر وقایہ میں فرمایا۔ کیونکہ بدلیل نص عرف بھی حجت ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

ثانیاً- اگر حضرت ابن مسعود پر موقوف ہونے کے سبب حجت نہ ہونے کا اعتراض صحیح ہو جائے تو کُبرائے گروہ کے بہت سارے استدلال کا بطلان بھی ظاہر ہوجائے گا یہ کہاں سے کہ اپنے لئے موقوف سے استدلال صحیح ہے اور دوسروں کے لئے قبیح ہے؟

قولہ - مطلق کو کمال کیطرف پھیرتے ہوئے مؤمنین سے مراد وہ مجتہدین ہوں گے جو صفتِ اسلام میں کامل ہیں۔الخ

اقول - اتنا کہ جنسِ مؤمنین سے مراد علماء کاملین ہیں نہ کہ عام جاہل مؤمن بلا چوں و چرا صحیح اور

اما تخصیص و حصر بمجتهد و آنهم به مجتهد
مستقل و آنهم در قرون ثلثه یا در قرن
صحابہ پس البتہ بجہت مخالفت
استدلال فقہاء محققین و مزاحمت شرح
محدثین معتمدین نامقبول ست وہم
فی نفسہ بے دلیل ملا علی قاری علیہ
الرحمہ در مرقاۃ فرمودہ و المراد
بالمسلمین زبدتھم وعمدتھم وھم
العلماء بالکتاب والسنۃ الابعاد
عن الحرام والشبھۃ الخ ۔

وسند عبارت ملفوظ سراج الہدایۃ
بر تقدیر صحت نقل ہم مفید مدعا لیش
نیست کہ در آں عبارت ہمیں قدر
مرقوم ''از لفظ مومنان در لفظ حدیث
خلفاء راشدین و ائمہ مذہب و دین
مراد اند نہ عوام انتہی'' ۔

درست ہے ۔ لیکن اس بات کی
تخصیص اور حصر کہ وہ مجتہد ہوں وہ
بھی مجتہدِ مستقل ہوں ۔ وہ بھی قرون
ثلثہ یا قرنِ صحابہ میں ہوں ۔ یقیناً
فقہاءِ محققین کے استدلال سے
مخالفت اور معتمد محدثین کی شرح سے
مزاحمت کی بناء پر نا مقبول نیز فی نفسہ
بے دلیل ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقات
میں فرماتے ہیں:
''مسلمین سے مراد ان میں
منتخب قابل اعتماد، کتاب وسنت کے
عالم اور حرام وشبہات سے دور رہنے
والے ہیں۔

اور عبارتِ ملفوظ ''سراج
الھدایہ'' صحتِ نقل کی تقدیر پر بھی
اسکے دعویٰ کے لئے مفید نہیں، کیونکہ
اس عبارت میں اتنا ہی لکھا ہے کہ
''حدیث میں لفظ ''مؤمنون'' سے
مراد خلفاء راشدین اور ائمہ مذہب و
دین ہیں نہ کہ عوام انتہی ۔

پس اگر جماعت ائمہٗ دین
اثبات شرف ایام ولادت باسعادت و
استحباب ادائے شکر آں نعمت بانواع
عبادت نمی فرمود و صاحب رسالہ
صرف بودن ایں امر از مستحسنات عوام
ثابت می نمود صاحب رسالہ را گنجایش
ذکر آں بود حالانکہ اکابر ائمہٗ دین از
علماءِ محققین مذاہب حقہ اہلسنت و
محققان شرع مبین وراسخین دین متین
کہ در علوم دینیہ حدیث واصول وفقہ
ولواحق آنہا تجرے عظیم داشتہ اند و
عامہٗ لاحقین وتمام ایں طائفہ ہم سلسلہ
تلمذ واستناد دینیات بآنحضرات دارند
ایں عمل را از مستحسنات پنداشتہ اند۔

قولہ ۔ تواند شد کہ الف لام
برائے استغراق حقیقی باشد یعنی ہر چیز
یکہ نزدیک جمیع اسلامیان خوب ست
نزد خداوندگار نیز خوب ست الی آخرہ۔

پس اگر ائمہ دین کی جماعت
نے، ایام ولادتِ باسعادت کا شرف
اور طرح طرح کی عبادت کر کے اُس
نعمت کے شکر کی ادائگی کا استحباب
ثابت نہ کیا ہوتا، اور صاحبِ رسالہ
اس امر کا صرف عوام کے مستحسنات
سے ہونا ثابت کرتا تو اُسے اس کا
تذکرہ کرنے کی گنجائش تھی حالانکہ
مذاہبِ حقہ اہلسنت کے اُن
اکابر دین، علماءِ محققین، محققانِ شرع
مبین اور راسخین دین متین نے اس
عمل کو مستحسن سمجھا ہے جو حدیث،
اصولِ فقہ اور ان سے متعلق علومِ
دینیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں اور
بعد میں آنے والے عام، لوگ اور
اس گروہ کے تمام لوگ انہی حضرات
سے سلسلۂ شاگردی رکھتے ہیں اور
انہیں سے استناد بھی کرتے ہیں۔

قولہ ۔ ایسا ممکن ہے کہ الف لام
استغراقِ حقیقی کے لئے ہو۔ یعنی ہر وہ چیز
جو تمام مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہو وہ
خدا کے نزدیک بھی اچھی ہے ،الخ

اقول-بر تقدیر الف لام
استغراق اثبات اجماع واتفاق مردم
قاطبۃ برائے استحسان چہ ضرورست
چہ بودن الف لام استغراق مفید مفاد
کل افرادی مذہب منصورست وتحقیق
ایں امر از کتب مشہورۂ عربیت و
اصول ومنطق مثل مطول و اطول
ومسلم وشروح آں وغیرہا ظاہرست
من شاءفلیراجع الیہا۔
پس بر تقدیر استغراق بموجب
تدقیق ایں ارباب تحقیق ایں معنی
خواہد شد کہ پسندیدۂ ہر مومن پسندیدۂ
پروردگارست حالا صاحب رسالہ
فرماید کہ تقدیر استغراق صاحب رسالہ
راچہ مفید کارست۔
قولہ- قواعد شرعی و دلائل
مذہب حنفی کہ مفید ضلالت ایں عمل اند
اینک در فصل بالا اول سبز وسپید شدہ
اندالی آخرہ۔
اقول-در فصل اول کہ بتطویل

اقول- الف لام کے
استغراقی ہونے کی تقدیر پر تمام
لوگوں کا اجماع اور اتفاق ثابت کرنا
کیا ضروری ہے؟ اسلئے کہ الف لام
کا استغراقی ہونا مذہب منصور کے ہر
فرد کے اچھا سمجھنے کو مفید ہے۔ جس
کی تحقیق، مطول، اطول، مسلم اور
اس کی شروح جیسی، عربیت اور
اصول اور ان کے علاوہ منطق کی
کتابوں سے ظاہر ہے۔ جو چاہے
اس کی طرف رجوع کرے۔
اسلئے تقدیر استغراق پر ان
اربابِ تدقیق کے مطابق معنی یہ ہوا
کہ، ہر مومن کی پسند اللہ کی پسند ہے۔
اب صاحب رسالہ بتائے کہ
استغراق کی تقدیر اس کے کس کام کی؟
قولہ- اس عمل کی گمراہی
ثابت کرنے والے، حنفی مذہب کے
دلائل اور شرعی اصول ابھی فصلِ بالا
میں سبز وسفید ہو چکے ہیں الخ۔
اقول-فصلِ اول میں بے

لا طائل روئ کاغذ بے گناہ سیاہ
گردانیدہ بود بطلان ہمہ تطویلش چو
روز روشن رونمود از الفاظ اجمال و
ابہام مطلب نہ تواں کشود وآوردن
عبارات خارج از مقام محض بیکار و
بے سود اما مقدما تیکہ از طرف خود
افزود ہمہ مخدوش و مردود وبا ینہمہ
شرایط صحت قیاسات واستنباط از قواعد
ہمہ مفقود کہ از جواب فصل اول اینہمہ
آشکار واعادۂ آں دریں مقام متضمن
تطویل وتکرار۔
قولہ- پیش شما برائے استحسان
جواز ایں عمل کدام دلیل ست الخ۔
اقول- لو فرضنا کہ دلیلی دیگر
نزد علمائے محققین تا استاد مستند صاحب
رسالہ برائے جواز ایں عمل ہمی بود ہمیں

فائدہ گفتگو دراز کر کے اس نے بے
گناہ کاغذ کا چہرہ سیاہ کیا تھا۔ اس کی
ساری تطویل کا بطلان روزِ روشن کی
طرح سامنے آگیا، اجمال و ابہام
کے الفاظ سے مطلب حاصل نہ ہوا،
اور خارج از بحث عبارتیں لانا محض
بے کار و بے سود رہا اور جن مقدمات کا
اضافہ اس نے از خود کیا سب کے
سب مخدوش و مردود ہیں۔ ان تمام
باتوں کے باوجود قواعد سے استنباط
اور قیاس کی صحت کے شرائط بالکلیہ
مفقود ہیں۔ فصل اوّل کے جواب
سے یہ ساری باتیں ظاہر جن کا اعادہ
اس جگہ تطویل وتکرار کو متضمن ہے۔
قولہ- تمھارے نزدیک اس
عمل کے جائز اور مستحسن ہونے پر
کون سی دلیل ہے الخ۔
اقول- اگر ہم مان بھی لیں
کہ صاحب رسالہ کے مستند استاذ
تک علماء محققین کے نزدیک اس عمل
کے جواز پر دوسری دلیل نہیں پھر بھی

یک دلیل کہ دلیلی بر حرمت آں قائم
نیست برائے جواز کفایت می نمود
کاش مدعیان ضلالت وممانعت ایں
عمل قدرے انصاف سازند و سر در
گریبان اندازند کہ محتاج دلیل کیست
ومعنیٔ دلیل چیست ولو سلمنا کہ قواعد
آوردۂ شان تام باشند پس ایں
استنباطی وقیاسی واجتہادی بیش نیست و
ہرگاہ علماء محققین را از مثبتین جواز ایں عمل
ایں لیاقت نزد صاحب رسالہ نیست
پس مبطلین کئے بایں مرتبہ واصل اند۔
بالجملہ لغویت بیان پریشان
صاحب رسالہ ظاہر وعیان ست۔

قولہٗ - از انکار یک امر کہ
مستحسن عند البعض باشد نہ جمیع ہرگز
انکار جمیع مستحسنات فقہاء لازم نمی آید
معلوم نیست کہ منشاء انتزاع ایں
استلزام چیست الیٰ آخرہٖ۔

یہی ایک دلیل کہ اس کی حرمت پر
کوئی دلیل قائم نہیں جواز کے لئے
کافی تھی ۔ کاش اس عمل کی ممانعت
اور ضلالت کے دعویدار کچھ انصاف
کرتے اور سوچتے کہ دلیل کی ضرورت
کسے ہے اور دلیل کا مطلب کیا ہے؟
اور اگر ان کے پیش کردہ اصول کو ہم
تام بھی تسلیم کرلیں تب بھی یہ ایک
قیاس، اجتہاد اور استنباط سے بڑھ کر
کچھ نہیں اور جب صاحب رسالہ کے
نزدیک اس عمل کو جائز قرار دینے
والے علماء محققین کو اس بات کی لیاقت
نہیں تو عمل میلاد کو باطل قرار دینے
والے اس مرتبہ پر کب پہونچ گئے؟
الحاصل صاحبِ رسالہ کے بیانِ
پریشاں کی لغویت ظاہر وباہر ہے۔

قولہٗ - ایسے ایک امر کے
استحسان کا انکار، جو بعض کے نزدیک
مستحسن ہو نہ کہ سب کے نزدیک،
فقہاء کے تمام مستحسنات کے انکار کو
مستلزم نہیں ہے ۔ پتہ نہیں کہ اس
استلزام کا منشاء انتزاع کیا ہے؟ الخ۔

اقول - منشاء استلزام اینکہ
امور یکہ بنام دلائل بتطویل لا طائل
پیش می آرند و آنرا قواعد شرعی می پند
ارند در جمیع مستحسنات اجرائے آں اجلی
ست مثلا ہمیں صاحب رسالہ کہ ترک
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را
دلیل ثبوت ضلالت ولزوم ممانعت
انگاشتہ و زیادت بر قدر مسنون را
موجب تجویز نسخ کتاب و سنت
پنداشتہ اگر ایں دلیل مستلزم ضلالت
ایں عمل ست البتہ ضلالت جمیع
مستحسنات فقہاء کرام از اں لازم ست
بلکہ کبرایٔ طائفۂ اسماعیلیہ را التزام
آنست کہ بہ ہمیں جہت امور منقولہ از
صحابۂ کرام و مستحسنات ائمہ عظام را
داخل بدعت ضلالت مصطلحہ می شمارند

اقول - اس استلزام کا منشأ یہ
ہے کہ بے فائدہ تطویل کے ساتھ
جن امور کو وہ بنامِ دلیل پیش کرتے
ہیں اور انہیں شرعی قواعد سمجھتے ہیں
انہیں تمام مستحسنات پر چسپاں کرنا
روشن ہے۔
مثلاً یہی صاحبِ رسالہ جس
نے آنحضرت ﷺ کے ترک کو
ضلالت کے ثبوت اور ممانعت کے
لزوم کی دلیل بنایا ہے ۔ اور مسنون
مقدار پر زیادتی کو کتاب وسنت پر
تجویز نسخ کا موجب سمجھا ہے، اگر یہ
دلیل اس عمل کی ضلالت کو مستلزم ہے
تو یقیناً اس سے فقہاء کرام کے تمام
مستحسنات کی ضلالت لازم بلکہ
اسماعیلی فرقے کے بڑے بڑوں
نے تو اس کا التزام بھی کر لیا ہے
جنہوں نے اسی وجہ سے صحابۂ کرام
سے منقول امور اور ائمۂ عظام کے
مستحسنات کو اصطلاحی بدعت
ضلالت میں داخل مانا ہے۔

وقیاس ایں انکار بر انکار صاحبین کہ از
قسم انکار مجتہدین فیما بینھم ست
نہ توان نمود کہ اول برائے طرفین در
ہر دو جانب دلائل شرعیہ موجود۔
وثانیاً حکم تضلیل وتکفیر بلکہ تفسیق
وتحقیر ہم در آنجا مفقود بر خلاف انکار
وہابیہ کہ نوبت بہ تباین ملت رسانیدہ
اند و اموری را کہ تاہنوز کراہت آنہم
بدلائل قویہ ثابت باتفاق محققین نیست
باوجود اقرار اختلاف ہم پلۂ شرک و
مستلزم خروج از اصل ایمان وخلل آن
گردانیدہ اند۔

قولہٗ - در انکار استحسان علماء و
مشائخ ہرگز رفع امان از شرعیات
نیست الخ۔

اقول - دریں مقام ہمیں
قدر بس ست کہ بر تقدیر صحت بیان
صاحب رسالہ ضلالت وفسق اکابر
سلسلۂ صاحب رسالہ کہ در سند کتب
شرعیہ حدیث و تفسیر و فقہ

اس انکار کا قیاس مجتہدین کے
باہمی انکار کی قسم میں داخل، صاحبین
کے انکار پر نہیں کیا جا سکتا۔ اسلئے کہ
اولاً تو دونوں طرف دلائل شرعیہ
موجود اور ثانیاً تضلیل وتکفیر بلکہ تفسیق
وتحقیر بھی وہاں مفقود، وہابیہ کے انکار
کے برخلاف کہ انہوں نے تو تباین
ملت کی نوبت پہونچا دی ہے۔ اور
باتفاق محققین قوی دلائل سے جن
امور کی اب تک کراہت ثابت نہیں
اختلاف کا اقرار کرتے ہوئے بھی
انہیں شرک کے ہم پلہ اور اصل
ایمان میں خلل اور اس سے خروج کو
مستلزم سمجھ لیا ہے۔

قولہٗ - علماء و مشائخ کے
استحسان سے انکار شرعیات سے
امان اٹھانا نہیں ہے الخ۔

اقول - اس جگہ اتنا ہی کافی
ہے کہ صاحب رسالہ کے بیان کی
صحت کی تقدیر پر اس کے ان اکابر
سلسلہ کی ضلالت اور فسق ظاہر ہے
جو اُس کی حدیث، تفسیر فقہ کی شرعی

داخل اند ظاہر و آشکار ست پس بر
روایات فساق ضالین چگونہ اش اعتماد
و اعتبار ست و ایں امر یعنی لزوم
ضلالت وفسق علماء دین نہ ہمیں استاد
آں صاحب رسالہ و اکابر سندش را از
علماء متاخرین ملوث بایں تہمت می
سازد بلکہ بر تقدیر صحت مذہبش در
عدالت صدر اول ہم کہ بسیاری از
امور زائدہ بر قدر مسنون و
ماثور باوجود ترک آنحضرت ﷺ
واقرار عدم سنیت و اطلاق محدث
وبدعت داخل مستحسنات و مندوبات
ساختہ اند خللی عظیم می اندازد۔

قولہٗ - منامات معتمد
علیہا نیستند الیٰ قولہ ابلیس بر تلبیس
دشمن قوی است الیٰ قولہ وہچنیں ہر چہ
از کشف و الہام معلوم شود
ضرور نیست کہ صحیح باشد الیٰ آخرہٖ۔

کتابوں کی سند میں داخل ہیں۔ پھر
وہ گمراہوں، فاسقوں کی روایت پر
کس طرح اعتماد و اعتبار کرتا ہے؟
اور یہ امر یعنی علماء دین کے فسق و
ضلالت کا لزوم صرف اس کی سند
کے اکابر علماء متاخرین اور اس کے
اساتذہ کو اس تہمت سے آلودہ نہیں
کرتا بلکہ اس کے مذہب کی صحت
مان لینے پر صدر اول کی عدالت میں
عظیم خلل پیدا کر دے گا۔ کیونکہ
صدر اول کے لوگوں نے بھی مقدار
مسنون پر زائد بہت سارے امور کو
آنحضرت ﷺ کے ترک، ان کے عدم
مسنونیت کے اقرار اور ان پر محدث و
بدعت کے اطلاق کے باوجود،
مستحسنات و مستحبات میں داخل مانا ہے۔

قولہٗ - خواب قابل اعتماد نہیں
ہوتے۔ الیٰ قولہ - ابلیس اپنے دشمن
کو فریب دینے میں زور آور ہے۔
الیٰ قولہ - یونہی کشف والہام سے جو
کچھ معلوم ہوا اس کا صحیح ہونا ضروری
نہیں۔ الخ۔

اقول - ذکر الہام ومنام صلحاء
کرام واولیاء عظام برائے استیناس
ست نہ بطور حجت قطعیہ وہر چند ضرور
نیست کہ ہر چہ از کشف والہام و
واقعات و منام صلحاء کرام و اولیاء
عظام معلوم شود علی الاطلاق حجت
باشد اما بموجب قول متندین صاحب
رسالہ و متندین متندش آنچہ ازاں
مخالفت بحکم حضرت شارع نداشتہ
باشد قبول باید کرد۔

قاضی ثناء اللہ در سیف المسلول
دربیان الہام فرمودہ کہ آنچہ بدان
بدست آید آنرا بر میزان شرع باید سنجید
پس اگر شرع آنرا قبول کند آنرا حق باید
دانست وقبول باید کردو آنچہ شرع آنرا
رد کند آنرا خطاء وباطل باید دانست

اقول - صالحین کرام اور
اولیائے عظام کے خواب اور الہام کا
ذکر بطور حجت قطعی نہیں بلکہ اُنسیّت
پیدا کرنے کی خاطر ہے۔ جو کچھ
صالحین کرام و اولیائے عظام کے
خواب، واقعات، کشف اور الہام
سے معلوم ہو ہر چند کہ اس کا علی
الاطلاق حجت ہونا ضروری نہیں تاہم
صاحب رسالہ کے متندین اور اس
کے متند کے متندین کے قول کے
مطابق اُس میں جو کچھ حضرت
شارع کے حکم کے مخالف نہ ہوا سے
قبول کرنا چاہئے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب نے
سیف المسلول میں الہام کا بیان
کرتے ہوئے فرمایا کہ جو چیز الہام
سے حاصل ہو۔ اسے شریعت کے
ترازو پر تولنا چاہئے، شریعت جسے
قبول کرے اسے حق سمجھنا چاہئے
اور قبول کرنا چاہئے۔ اور شریعت
جسے رد کر دے اسے غلط اور باطل

ورد باید کرد وآنچہ شرع ازاں ساکت
باشد آنرا نیز قبول باید کرد وقسطلانی در
مواہب آوردہ۔

وكذلك يقال في كلامه
عليه السلام في النوم انه
يعرض على سنته فما وافقها
فهو حق وما خالفها فالخلل
في سمع الرائى الخ۔

دریں مقام روایات چند از
متندین صاحب رسالہ آوردن
ضرورست تا واضح گردد کہ اوشان ہم
ذکر منامات نمودہ اند و احتجاج وعمل
بداں ہم فرمودہ اند:

شاہ ولی اللہ دہلوی در قرۃ العینین
فی تفضیل الشیخین آوردہ۔
"نوع چہلم اشارہ فرمودن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مقام منام

سمجھنا چاہئے اور رد کردینا
چاہئے۔اور شریعت جس سے خاموش
ہو اسے بھی قبول کرنا چاہئے علامہ قسطلانی
نے مواہب میں نقل فرمایا ہے۔

حالت خواب میں سنی ہوئی
حضور ﷺ کی گفتگو کے بارے میں
یونہی کہا جائے گا کہ وہ گفتگو ان کی
سنت پر پیش کی جائے گی۔ جو سنت
کے موافق ہوگی وہ حق ہے اور جو
مخالف ہوگی وہ خواب دیکھنے والے
کی ساعت کا خلل ہے الخ۔

اس مقام پر صاحب
رسالہ کے متندین کی چند روایتوں کا
نقل کرنا ضروری ہے تاکہ واضح ہو
جائے کہ انہوں نے بھی خواب کا
تذکرہ کیا ہے اس سے احتجاج بھی
کیا ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے "قرۃ
العینین فی تفضیل الشیخین" میں نقل
کیا ہے "نوع چہلم مالک الدار کی
حدیث میں حضور ﷺ کا خواب میں

کہ استسقاء از عمر طلب کند از حدیث مالک الدار۔

قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الیٰ قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ﷺ استسق لا متك فانهم قد هلكوا قال فاتاه رسول الله ﷺ فی المنام فقال ایت عمر فمره ان یستسقی للناس فانهم سیسقون وقل له علیك الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبره قال فبکیٰ عمر وقال یارب ماآلو الاماعجزت عنه رواه ابو عمر و فی الاستیعاب انتهی۔

ونیز شاہ صاحب موصوف در انتباہ فرمودہ:

اشارہ کرنا کہ استسقاء عمر سے طلب کرو۔ راوی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط کا شکار ہوئے تو ایک صاحب نبی ﷺ کی قبر پر حاضر ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ اپنی امت کے لے سیرابی طلب فرمائیے وہ ہلاکت کے قریب پہونچ گئی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر کے پاس جاؤ اور اسے حکم دو کہ وہ لوگوں کے لئے سیرابی طلب کریں انہیں عنقریب سیراب کیا جائے گا۔ اور ان سے بولو کہ وہ خوب داد و دہش کریں۔ وہ صاحب حضرت عمر کے پاس آئے ان کو صورت حال بتائی تو حضرت عمر رو پڑے اور عرض کیا میرے پروردگار! جس کی مجھ میں سکت نہیں اسی میں کوتاہی ہوتی ہے۔ اس کی روایت ابو عمر و نے استیعاب میں کی ہے۔ انتہی۔

نیز شاہ صاحب موصوف نے انتباہ میں فرمایا:

”اخبرنی سیدی الوالد انه اراد فی ابتداء طلبه ان یلتزم دوام الصیام ثم تردد فی ذلك لاختلاف العلماء فیه فتوجه الی النبی صلی الله علیه وسلم فرآه فی النوم کانه اعطاه رغیفا قال فقال ابو بکر الهدایا مشترك فقد مته الیه فاخذ منه کسرة ثم قال عمر رضی الله عنه الهدایا مشترك فقد مته فاخذ منه کسرة ثم قال علی رضی الله عنه الهدایا مشترك فقد مته الیه فاخذ منه کسرة ثم قال عثمان رضی الله عنه الهدایا مشترك فقلت

سیدی ابا حضور نے مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنی طلب کے آغاز میں دائمی روزہ کے التزام کا ارادہ فرمایا پھر اس سلسلہ میں علماء کے اختلاف کی بناء پر متردد ہوئے۔ تب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رخ موڑا خواب میں دیکھا کہ سرکار نے انہیں ایک روٹی عطا فرمائی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ہدیہ مشترک ہوتا ہے۔ میں نے وہ روٹی ان کی خدمت میں پیش کر دی۔ انہوں نے ایک ٹکڑا لے لیا۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ ہدیہ مشترک ہوتا ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں بھی پیش کر دی انہوں نے بھی ایک ٹکڑا لے لیا پھر حضرت علی نے فرمایا کہ ہدیہ مشترک ہوتا ہے۔ میں نے انہیں پیش کر دی انہوں نے بھی ایک ٹکڑا لے لیا۔ پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ ہدیہ مشترک ہوتا ہے۔ تو میں

ان قسمتم الرغيف فاى شئى
يبقى لهذا الفقير فامسك الى
آخره۔

ونیز دراں ست سألته صلى
الله عليه وسلم سو الاًروحانياً
عن سر تفضيل الشيخين
على على رضى الله تعالىٰ
عنهم مع انه اشرف نسبا و
اقضاهم حكما و اشجعهم
جنانا والصوفية عن آخرهم
ينتسبون اليه ففاض على
قلبى منه صلى الله عليه
وسلم ان له وجهين وجها
ظاهرا ووجها با طنا فالوجه
الظاهر الىٰ اقامة العدل فى
الناس و ارشادهم الىٰ ظاهر
الشريعة وهما بمنزلة
الجوارح له فى ذلك والوجه
الباطن الىٰ مراتب الفناء والبقاء
و علومه المروية كلها انما تتبع
من الوجه الظاهر الخ۔

نے عرض کیا اگر آپ ہی لوگ روٹی
بانٹ لیں گے تو اس فقیر کے لئے کیا
بچے گا تو وہ رک گئے الخ۔

نیز اسی میں موجود ہے کہ حضور
ﷺ سے میں نے ایک روحانی
سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
شیخین کی بہ نسبت نسب میں اشرف،
ان سے بڑے فیصل ان سے بڑے
بہادر ہیں اور سارے صوفیاء انہیں
کیطرف منسوب ہیں اس کے
باوجود اُن پر شیخین کی فضیلت کا راز
کیا ہے ؟ تو سرکار کیطرف سے
میرے دل پر یہ فیضان ہوا کہ اس کی
دو وجہیں ہیں ۔ ایک ظاہر دوسری
باطن ۔ وجہ ظاہر لوگوں میں اقامتِ
عدل اور ظاہری شریعت کی طرف
ان کی رہنمائی ہے اور شیخین کی
حیثیت اس سلسلہ میں اعضاء و
جوارح کی ہے۔اور وجہ باطن فناء اور
بقاء کے مراتب ہیں۔اور سرکار سے
مروی سارے علوم کی اتباع باعتبار
ظاہر کی جاتی ہے۔الخ

وامثال ایں حکایات در
تالیفات شاہ صاحب بیش از بیش
ست بخوف تطویل برہمیں قدر اکتفاء
می رود۔

بالاتر از ہمہ این کہ طحطاوی کہ
مستند طائفہ است نوشتہ ورد فـــی
بعض الآثار النهى عن قص
الاظفار يوم الاربعاء فانه
يورث البرص و عن ابن
الحاج صاحب المدخل انه هم
بقص اظفاره يوم الاربعاء
فتذكر ذلك فترك ثم رأى ان
قص الاظفار سنة حاضرة ولم
يصح عنده النهى فقصها فلحقه
اى اصابه البرص فرأى
النبى صلى الله عليه وسلم فى
النوم فقال الم تسمع نهيى عن
ذلك فقال يا رسول اللّٰه

شاہ صاحب کی تالیفات میں
اس طرح کی حکایتیں بہت زیادہ
ہیں، تطویل کے خوف سے اسی مقدار
پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اور ان سب سے بالاتر وہ بات
ہے جو اس گروہ کے بھی مستند علامہ
طحاوی نے تحریر فرمائی ہے۔ ”بعض
آثار میں“ بروز بدھ ناخن کاٹنے کی
ممانعت آئی ہے ۔ کیونکہ اس سے
برص ہوتا ہے ۔ صاحب مدخل ابن
الحاج سے مروی ہے کہ انہوں نے
بروز بدھ ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا وہی
روایت یاد آ گئی تو ارادہ ترک کر دیا
پھر سوچا کہ ناخن کاٹنا فی الحال
مسنون ہے اور نہی کی روایت ان
کے نزدیک درجۂ صحت کو نہیں
پہونچی اور کاٹ لیا تو ان کو برص
ہوگیا ۔ پھر نبی ﷺ کو خواب میں
دیکھا انہوں نے فرمایا کہ تم نے اس
سے ممانعت نہیں سنی تھی؟ تو انہوں
نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ روایت

صلى الله عليه وسلم لم يصح
عندي ذلك فقال يكفيك ان
تسمع ثم مسح صلى الله عليه
وسلم على بدنه فزال البرص
قال ابن الحاج فجددت مع
الله توبة انى لا اخالف ما
سمعت عن رسول الله ﷺ
ابدا الخ

قولہ - مراد از حب کہ مامور بہ
است عقلی ست الیٰ قولہ وآنکہ مولودیان
را ادعائے محبت با جناب رسالت
ست وایں عمل را اظہار مودت قرردادہ
اند کذب صریح وبہتان عظیم ست الخ

اقول - قطع نظر از حال باکمال
ائمۂ سابقین کسانیکہ از لاحقین
مجوز ایں عمل وفاعل آں بودہ اند مثل شیخ
عبد الرحیم دہلوی و شیخ عبد الحق

میرے نزدیک درجۂ صحت کو
نہیں پونچی تو فرمایا کہ تمہارے لئے
سننا ہی کافی تھا ۔ پھر رسول اکرم
ﷺ نے ان کے بدن پر ہاتھ پھیر
دیا تو برص ختم ہوگیا ۔ ابن الحاج نے
کہا کہ میں نے اللہ کی بارگاہ میں
توبہ کی تجدید کی کہ اب میں آئندہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی
ہوئی کسی بات کی مخالفت کبھی نہیں
کروں گا ۔

قولہ - جس محبت کا حکم ہے وہ
عقلی ہے ۔ الیٰ قولہ - مولودیوں کو
جناب رسالت سے محبت کا جو دعویٰ
ہے جس کے اظہار کے لئے اس عمل
کو مقرر کر رکھا ہے کھلا جھوٹ اور عظیم
بہتان ہے ۔ الخ ۔

اقول - ائمۂ سابقین کے حالِ
باکمال سے قطع نظر وہ لاحقین جو اس
عمل کو جائز سمجھنے والے اور اس پر عمل
کرنے والے رہے ہیں ۔ جیسے شیخ
عبد الرحیم دہلوی ، شیخ عبد الحق دہلوی

و شیخ عبد الوہاب و شیخ ابن حجر مکی کہ
صاحب رسالہ در ہمیں جواب باوشان
استناد نمودہ و دیگر علماء اعلام و اولیاء
کرام بودن ایشان از محبان درگاہ
جناب محبوب رب العلمین و محبوبان
بارگاہ حضرت سید المرسلین ﷺ مثل
آفتاب نیمروز در تمام عالم جلوہ افروز
ست و طاعت صادقۂ محبوب و الفت
حقیقیہ بامنتسبان مطلوب در ذوات
با برکات ایں حضرات بوجہ اکمل موجود
بودہ است پس اگر کسی مولودیان محبان
ومحبوبان بارگاہ نبوی را دشمن رسول قرار
دہد یا در شان ایں حضرات کلمۂ شنیعہ
گروہ ضلالت پژوہ در معرض بیان نہد
ومصداق اولٓئك هم شر البرية
گرداند و اظہار صدق محبت و اعلان
خلوص مودت را سطوت تسویلات
ابلیس گوید و عیوب ایں حضرات خواہ مخواہ

، شیخ عبد الوہاب اور شیخ ابن حجر مکی ،
جن سے صاحب رسالہ نے اسی
جواب میں استناد کیا ہے اور دیگر
سرکردہ علماء اور اولیاء کرام جن کا
محبوب رب العالمین کے دربار کا
محبّ ہونا اور سید المرسلین صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں محبوب
ہونا آفتاب نیمروز کیطرح تمام دنیا
میں روشن ہے اور جن کی ذات میں
محبوب کی سچی اطاعت ، ان سے
نسبت رکھنے والوں سے حقیقی محبت
بطور کمال موجود رہی ہے ۔ اسلئے اگر
کوئی شخص بارگاہ نبوت کے ان محبین
اور محبوبین کو دشمنِ رسول قرار دیتا
ہے یا ان حضرات کی شان میں
گمرہی کی متلاشی جماعت جیسی بری
بات بیان کرتا ہے اور انہیں اولٓئك
هم شرُّ البريّة ‘‘ کا مصداق
گردانتا ہے اور سچی محبت اور خالص
الفت کو ابلیس کی گمراہ گری کا غلبہ کہتا
ہے ۔ اور ان حضرات کی خواہ مخواہ

جوید در شانش ہر چہ گفتہ آید کمتر
اما بخدائے منتقم حوالہ اش بہتر۔

قولہ - بدعت را محبت دانستن
و بہ حسن آں تفوہ نمودن بداں ماند کہ
خون حسن و حسین رادم الاخوین نامند
الیٰ آخرہ۔

اقول - اولاً استحسان امور
خیرے کہ در مندوبات شریعت
مندرج اند ومزاحم ومخالف سنت نیستند
باوجود اطلاق بدعت ومحدث از عہد
صحابۂ کرام تا استاذ صاحب رسالہ در
اقوال علماء اعلام ثابت وواضح است
بلکہ عدم انکار از حسن بدعات حسنہ
باتفاق جملہ فرق اسلامیہ از نقل
صاحب تنبیہ السفیہہ لائح است۔
پس بجہت اطلاق حسن برعمل مولد
بلزوم حکم مبغوضیت پرداختن و

عیب جوئی کرتا ہے اس کے بارے
میں جو کچھ کہا جائے کم ہے لیکن اسے
خدائے منتقم کے حوالے کرنا بہتر ہے۔

قولہ - بدعت کو محبت سمجھنا،
اور اس کے حسن کا ڈھنڈورہ پیٹنا،
ایسا ہی ہے جیسے حسن و حسین کے
خون کا نام دم الاخوین رکھیں الخ۔

اقول - اولاً وہ امور خیر، جو
شریعت کے مستحبات میں مندرج
ہیں اور سنت کے مزاحم ومخالف نہیں
ہیں ان پر محدث و بدعت کے
اطلاق کے باوجود ان کا استحسان،
صحابۂ کرام کے عہد سے لیکر صاحب
رسالہ کے استاذ تک علماء اعلام کے
اقوال میں ثابت وواضح ہے۔ بلکہ
صاحب تنبیہ السفیہ کی نقل کے
مطابق بدعاتِ حسنہ کے حسن سے
عدم انکار تمام اسلامی فرقوں کے
اتفاق سے روشن ہے اس لئے عمل
میلاد پر حسن کے اطلاق کے سبب
مبغوضیت کا حکم لازم قرار دینا اور

وجود محبت را بہ جہت تلفظ لفظ بدعت
حسنہ خارج از دائرہ امکان ساختن
صدہا ائمہ اُمت را از یندم تا صدر اول
از زمرۂ مبغضان ومبغوضان درگاہ
نبوی قرار دادن ودر تبرا ہمچو روافض
کشادن ست۔
وثانیاً قطع نظر از ہمہ ایں وآں بر
تقدیر صحت مذہب وہابیہ اسماعیلیہ
حضرت امیر المومنین سیدنا حسن رضی
اللہ تعالیٰ عنہ وامام المسلمین حضرت
سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئے از
تہمت ضلالت نجات خواہند یافت کہ
صاحب رسالہ باظہار غایت درد محبت
بے ضرورت و حاجت ایں کلمہ شنیعہ
بے ادبی بر زبان آوردہ ایں تار و پود
ابلہانہ بر بافت۔
باید دید کہ باوجود یکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در ہیئت طواف بیت
اللہ شریف کہ عبادت مخصوصہ مثل صلوٰۃ
است براستلام رکن یمانی و

لفظ بدعت حسنہ کے تلفظ کے سبب
وجود محبت کو دائرہ امکان سے باہر
سمجھنا۔ صدرِ اول سے لیکر اب تک کے
ائمۂ امت کو دربار نبوی کے مبغوضین اور
مبغضین کی جماعت میں رکھنا
روافض کی طرح تبراء کا دروازہ
کھولنا ہے۔
ثانیاً اِس کو اور اُس کو تو جانے
دیجئے مذہب وہابیہ اسماعیلیہ کی صحت
مان لینے پر خود حضرت امیر المؤمنین
سیدنا حسن وامام المسلمین سیدنا
حسین رضی اللہ عنہما گمرہی کی تہمت
سے کب بچ پائیں گے کہ صاحب
رسالہ نے محبت کا درد بے نہایت
ظاہر کرنے کے لئے بے ادبی کی یہ
بری بولی زبان پر لاکر احمقانہ تار و پود
بنا ہے۔
دیکھنا چاہئے کہ نماز ہی کی
طرح مخصوص عبادت طواف
بیت اللہ شریف کی ہیئت میں
آنحضرت ﷺ نے رکن یمانی اور

رکن اسود اقتصار فرمودہ اند و استلام
رکن عراقی وشامی ترک نمودہ اندمعہذا
محققین در شروح صحاح احادیث مثل
عینی شرح صحیح بخاری وغیرہ روایت می
فرمایند کہ مذہب حضرت امام حسن
وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وسلام
اللہ علی جدہما وعلیہما استحباب وجواز استلام
رکن عراقی و شامی بودہ است
حالا در خرافات صاحب رسالہ کہ بنام
دلائل وقواعد بار بار برزبان می آرد باید
اندیشید کہ اکثر ہمان دلائل دریں مقام
جاری تو ان گردید و از تصور احکام
ضلالت التیام طائفہ لیام کہ در ہر
مقام بر مستحسنات ائمۂ عظام ازاں
اوہام لازم میگرد انند برایمان خود
باید لرزید اما چون کار بجہال سفاہت
شعار است . اعراض از بیانش

رکن اسود کے استلام پر اکتفاء فرمایا
ہے اور رکنِ عراقی ورکن شامی کا
استلام ترک کیا ہے اس کے باوجود
عینی شرح بخاری وغیرہ جیسی صحاح
احادیث کی شرحوں میں محققین روایت
کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن وامام
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وسلام اللہ
علیٰ جدھما وعلیھما کا مذہب رکن عراقی
ورکن شامی کے استلام کا جواز و
استحباب رہا ہے۔اب صاحب رسالہ
کے اُن خرافات میں غور کرنا چاہیئے
جنھیں وہ دلائل وقواعد کے نام سے
بار بار زبان پر لاتا ہے۔کہ اکثر وہی
دلائل یہاں بھی جاری ہوسکتے ہیں۔
اور اس ذلیل گروہ کے پُر از ضلالت
اُن احکام کے تصوّر سے ایمان لرزنا
چاہیئے جو احکام انہی اوہام کے سبب
ائمۂ عظام کے مستحسنات پر ہر جگہ
لازم گردانتے ہیں ۔ لیکن معاملہ
چونکہ نا سمجھ جاہلوں کے ساتھ ہے
اسلیئے اس کے بیان سے اعراض بھی

دشوار نا چار بہزاراں توبہ و استغفار
قدرے از خرافاتش در ینجا بیاد مید ہم و
دشنۂ خونخوار بکنار اشرار می نہم۔
پس حسب اقوالش میتوان گفت
کہ باری تعالیٰ از عبادات و
اعتقادات آنچہ برائے عباد خود کافی
دانست مشروع نمود ودین کامل کرد و
نعمت خود بر عباد خود بر زبان رسول خود
ختم کرد پس بریں تقدیر اگر استلام
رکن عراقی و شامی از امور دین یا
عبادات ونوافل دینیہ می بود البتہ حق
تعالیٰ آنرا مشروع میفرمود و چون شارع
ازاں بحث نکرد معلوم شد کہ احداث آں
زیادت بر نص ست وزیادت بر نص نسخ
است الیٰ آخر الخرافات۔
ونیز می تواں گفت کہ ایں فعل از
حضرت شارع ماثور نیست لا قولاً
ولا فعلاً وکفی بھذا منعاً الخ۔

دشوار ہے۔مجبوراً ہزار بار توبہ واستغفار
کے ساتھ اس کے کچھ خرافات یاد
دلا دوں اور خنجر خونخوار پہلوئے اشرار
میں رکھوں۔
پس اسکے اقوال کے مطابق کہا
جا سکتا ہے کہ باری تعالیٰ کی دانست
میں بندوں کے لئے جو عبادتیں اور
عقائد کافی تھے مشروع فرمادئے۔
اور دین کو کامل کردیا اور اپنے بندوں
کیلیئے اپنی نعمتیں اپنے رسول کی
زبان پر ختم فرمادیں۔پس اس تقدیر
پر اگر رکن عراقی وشامی کا استلام دینی
امور سے یا دینی نوافل وعبادات
سے ہوتا تو حق تعالیٰ یقیناً اسے
مشروع کرتا اور جب شارع نے
اس سے بحث نہیں کی تو پتہ چلا کہ
اس کی ایجاد نص پر زیادتی ہے اور یہ
نسخ ہے الیٰ آخر الخرافات۔
یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ فعل
حضرت شارع سے منقول نہیں ہے
نہ قولاً نہ فعلاً اور ممانعت کیلیئے اتنا ہی
کافی ہے الخ۔

ونیز می توان گفت کہ اتباع ہم
چنانکہ در فعل باید در ترک نیز شاید پس
عملے گوفی نفسہٖ مستحسن باشد اما فعلش
ازاں سرور ماثور نباشد ترک آں در حق
امت عین اتباع ست و فعل آں
موجب مؤاخذۂ خدا۔

ونیز می توان گفت کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ایں فعل را ترک
فرمودند وبعمل نیاوردند پس دریںجا چند
احتمال ست یا کعبۂ معظمہ یا ایں رکنین
آں درزمان نبوت اقتران موجود نبود یا
محبت کعبۂ شریفہ علی وجہ الکمال نبود یا علم
بمشروعیت آں حاصل نبود یا احتیاج
بایں عبادات نبود یا مانع یافتہ شد یا در
اتیان آں تقاعد رفت یا مکروہ و
نامشروع پنداشتند الیٰ آخر الخرافات۔

بالجملہ ازہیچو دلائل کہ اسماعیلیہ
حکم ضلالت برائمہ دین

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اتباع
جس طرح فعل میں ہونی چاہئے
یونہی ترک میں بھی ہونی چاہئے۔
پس کوئی عمل بھلے فی نفسہٖ مستحسن ہو
لیکن اسکا کرنا، اس سرور سے
ماثور نہ ہو تو اس کا ترک امت کے حق
میں عین اتباع ہے۔ اور اس کا کرنا
سبب مؤاخذۂ خدا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ
آنحضرت ﷺ نے اس فعل کو
ترک فرمایا اس پر عمل نہیں کیا پس
یہاں چند احتمالات ہیں یا کعبۂ
معظمہ یا یہ دونوں رکن زمانۂ نبوت
میں نہیں تھے یا کعبہ شریف کی محبت
بہ طورِ کمال نہیں تھی یا اس کی
مشروعیت کا علم حاصل نہ تھا۔ یا اس
عبادت کی ضرورت نہیں تھی یا کوئی
مانع موجود تھا، یا اسکی ادائیگی میں
سستی ہوئی، یا اسے مکروہ اور
ناپسندیدہ سمجھا۔ الیٰ آخر الخرافات۔

الحاصل اسی طرح کے دلائل
سے، جو اسماعیلی فرقہ ائمۂ دین پر

لازم میکنند ازیشان عجبے نیست کہ
دریں مادہ ہم بجہت عمل بہ متروک
آنحضرت و زیادت بر سنت در ہیئت
کذائیہ طواف الزام تہمت ضلالت و
تجویز نسخ شریعت آنحضرت بر
ریحانتین رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیہما وسلم نمودہ خون ہر دو سرداران
جوانان اہل جنان را دم الاخوین نامند۔

قولہ - درجائے دیگر از ہمیں
کتاب یعنی اخبار الاخیار در حالات
شیخ احمد مجد شیبانی نوشتہ کہ کوزہائے
نو از شربت پر کردی و بر سر خود نہادی و
بر درخانۂ سادات رفتی و یتیماں و
فقیران ایشان را بخورانیدی و اگر شخصی
را بسید ے دعویٰ وخصومت شرعی بودی
بمنت و شفاعت چناں کردی کہ سخن
سید بالا آمدی و گفتی با سادات

گمراہی کا لازماً حکم لگاتا ہے اس
سے کوئی تعجب نہیں کہ اس مادہ میں
بھی آنحضرت ﷺ کے متروک پر
عمل کرنے اور طواف کی ہیئت
کذائی میں سنت پر زیادتی کرنے
کی وجہ سے رسول انس و جاں ﷺ
کے پھولوں پر بھی ان کی شریعت
کے نسخ کی تجویز اور گمرہی کی تہمت کا
الزام رکھ کے، جوانان جنت کے ہر
دو سرداروں کے خون کو دم الاخوین
کا نام دیدے۔

قولہ - اسی کتاب یعنی اخبار
الاخیار میں دوسری جگہ شیخ احمد مجدد
شیبانی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ
نئے پیالے شربت سے بھر کر اپنے
سر پر رکھتے اور سادات کے گھروں
کے دروازوں پر جاتے اور ان کے
محتاجوں اور یتیموں کو پلاتے اور اگر
کسی شخص کا کسی سید پر کوئی دعویٰ یا
شرعی نزاع ہوتا تو ایسی منت و
سماجت کرتے کہ سیّد کی بات کو بالا
دستی حاصل ہوجاتی اور کہتے کہ سادات

سخن شریعت نباید کرد ایشان سخن
بمروت باید کرد انتہی۔

اقول-حال دیانت این
حضرات دیدنی ست کہ عبارتے از
کتابے ذکر میکند و برائے تغلیط عوام
آنچہ مخالف ہواء خودمی باشد از اوّل و
درمیان و آخر بہ تحریف حذف میکند
عبارت محدث دہلوی از حال شیخ احمد
شیبانی نقل نمودہ ودر آخر آں انتہی ہم
نوشتہ حالانکہ عبارتش چنین ست۔

"وی بغایت محبت خاندان
نبوت علیہ التحیت موصوف بود بر
طریقۂ پیر خود گویند کہ در عشرۂ
عاشوراء و دوازدہ روز از اول ربیع
الاول جامۂ نو و جامۂ شستہ نہ
پوشیدے ودر لیالیٔ ایں ایام جز بر
خاک نخفتے و در مقابر سادات

کے ساتھ شریعت کی نہیں مروت کی
بات کرنی چاہیے۔انتہی۔

اقول- ان حضرات کی
دیانتداری کا حال قابلِ دید ہے،
کوئی عبارت کسی کتاب کی ذکر کر
دیتے ہیں اور عوام کو دھوکہ دینے کے
لئے اپنے نفس کے مخالف جو بات
ہوتی ہے اسے ابتداء یا درمیان یا آخر
سے تحریف کرتے ہوئے حذف
کر دیتے ہیں حضرت محدث دہلوی
کی عبارت شیخ احمد شیبانی کے حالات
سے متعلق نقل کیا اور اس کے اخیر میں
انتہیٰ بھی لکھ دیا حالانکہ ان کی عبارت
اس طرح ہے:

اپنے پیر کی روش کے مطابق وہ
خاندانِ نبوت علیہ التحیۃ کی غایتِ
محبت سے متصف تھے۔کہتے ہیں کہ
عشرۂ عاشوراء اور شروع ربیع الاول
سے بارہ دنوں میں نئے اور دھلے
کپڑے نہ پہنتے۔اور ان دنوں رات
میں زمین ہی پر سوتے اور سادات

معتکف شدی و ہر روز بقدر امکان
بروح حضرت خاتم رسالت علیہ السلام و
بارواح خاندان مطہر توسیع طعام میکرد
و چوں روز عاشوراء شدے کوزہائے
نواز شربت پر کردی و بر سر خود نہادے
و بدر خانۂ سادات رفتے و یتیماں و
فقیراں ایشان را بخورانیدے و در ان
ایام چندان گریستے کہ گویا آں واقعہ
درحضور او شدہ است و چون آواز نالہ و
فریاد نساء و دختران کہ در ایام عاشوراء
متعارف ایں دیار ست بگوش او
رسیدے حالت کردے وخون از چشم
باریدے اعراس صحابہ و سایر مشائخ
رضوان اللہ علیہم اجمعین آنچہ بایشان
رسیدہ بود مہما امکن ترک ندادی و
سرود را بسیار دوست داشتی و طالب
آن نبودی ورقص وتواجد نکردی و
مجلس نیز نکردی و در عموم

کے مزارات پر معتکف رہتے اور
وسعت بھر ہر دن خاتم رسالت ﷺ
اور ان کے خانوادۂ مطہرہ کے ارواح
کیلئے خوب کھانے کھلاتے اور جب
عاشوراء کا دن آتا تو نئے پیالے
شربت سے بھر کر اپنے سر پر رکھتے
اور مکاناتِ سادات کے دروازوں
پر جا کر ان کے محتاجوں اور یتیموں کو
پلاتے اور اُن ایام میں اتنا روتے
گویا وہ واقعہ انہی کی موجودگی میں
ہوا ہے۔اس دیار میں معروف ایام
عاشوراء میں بچیوں اور عورتوں کی
نالہ و فریاد ان کے کانوں تک
پہونچتی تو انہیں حال آجاتا اور آنکھ
سے خون کی برسات ہوجاتی۔صحابۂ
کرام و باقی مشائخ رضوان اللہ علیہم
اجمعین کے وہ اعراس جو ان تک
پہونچے تھے حتی الامکان انہیں ترک
نہ کرتے۔اور نغمہ کو بہت پسند کرتے
اس کے طالب نہ ہوتے اور رقص
ووجد نہ کرتے مجلس بھی نہ کرتے عام

احوال جامہ خسیس وکم کہ بغایت سفید
نباشد پوشیدے و اغلب اوقات کلاہ
فقط بر سر او بودے و جز در وقت نماز
دستار بر سر کمتر نہادی از جہت غلبۂ
حرارت۔

امامی گویند کہ یک دستار بزرگ
اعلیٰ و یک پیراہن نفیس مہیا داشتی و
برائے نماز جمعہ و اعیاد پوشیدی و اگر
یکی از ابنائے دنیا آمدی نیز پوشیدے
وشیر وار در مجلس نشستی و ما قال
اللّٰہ و قال الرسول بہ ہیبت
وعظمت تمام گفتی چنانچہ زہرۂ ملوک
آب شدی بمریدان خود فرمودی کہ
اہل دین را باہل دنیا خوار نباید نمود کہ
اینہا مردم ظاہر بینند وفقیران را وبعضے
مجانین کہ دراں دیار بودند بسیار
دوست داشتی ودر راہی کہ سوار
میرفت چون مجاذیب رابدیدی از
اسپ فرو آمدی ودست بستہ ایستادی
و ہر چہ ایشان فرمودندی آن کردی

حالات میں معمولی کپڑا جو زیادہ
سفید نہ ہوتا پہنتے اور بیشتر اوقات
میں ان کے سر پر صرف ٹوپی ہوتی۔
اور نماز کا وقت چھوڑ کر سر پر دستار کم
ہی رکھتے کیونکہ حرارت غالب تھی۔
لیکن لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک اعلیٰ
بزرگ دستار اور ایک عمدہ پیرہن مہیا
رکھتے جسے نماز جمعہ اور عیدین میں
استعمال کرتے ۔ اور اگر کوئی دنیادار
آجاتا تب پہن لیتے اور شیر کی طرح
مجلس میں بیٹھتے اور اللہ، رسول کی
باتیں پوری ہیبت اور عظمت کے
ساتھ یوں بیان کرتے کہ بادشاہوں
کا پتہ پانی ہوجاتا اور اپنے مریدوں
سے کہتے کہ اہل دین کو دنیا داروں
کے آگے کمتر نہیں دکھانا چاہئے
دیوانوں کو بہت محبوب رکھتے۔سواری
پر چلتے ہوئے راہ میں جب مجذوبوں
سے ملاقات ہوجاتی تو گھوڑے سے
اتر کر دست بستہ کھڑے ہوجاتے اور
جس چیز کا یہ لوگ حکم کرتے بجالاتے

واگر کسی پیش او ذکر غایبے باسخن لایعنی
کردی گفتی بابو خاموش باش و اگر
کسے نام او بتعظیم گرفتی چنانچہ رسم
مریدان باشد چشم پر آب کردی و گفتی
احمد نمودی زیانکار وہمچنیں نقلست کہ
خواجہ حسین را قدس سرہٗ نیز خوش
نیامدی کہ کسی تعظیم او کردی و گفتی بلا
حسین رانگ ورانگ کمینہ کسی را گویند
کہ کمترین کسان باشد رحمۃ اللہ علیہم ۔
واگر کسی پیش او آمدہ گفتی کہ من
حضرت ﷺ در خواب دیدہ ام
باادب نشستی و تمام قصۂ رؤیارا
بشنودی ودست وپائے او را ببوسیدی
و داماں و آستین اورا بروئے خود فرو
مالیدے بر جائے کہ آں شخص میگفت
کہ در فلان جادیدہ ام آنجا

اور اگر کوئی ان کے روبرو کسی غائب
کا لایعنی باتوں کے ساتھ تذکرہ کرتا
تو کہتے بابو! خاموش رہو۔ اور
اگر کوئی ان کا نام مریدوں کے دستور
کے مطابق تعظیم سے لیتا تو ان کی
آنکھیں ڈبڈبا جاتیں اور بولتے کہ
احمد کو تم نے برباد کردیا۔
یونہی منقول ہے کہ خواجہ حسین
قدس سرہٗ کو بھی یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ
کوئی ان کی تعظیم کرے وہ کہتے تھے
"بلا حسین رانگ رانگ کمینہ اسے
کہتے ہیں جو لوگوں میں سب سے کم
درجہ کا ہو رحمۃ اللہ علیہم۔
اور اگر کوئی ان کے سامنے آکر
کہتا کہ میں نے حضرت رسالت
ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے تو باادب
بیٹھ جاتے اور خواب کا پورا ماجرا سنتے
اور اس کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیتے
اور اس کے دامن اور آستین کو چہرے
پر خوب ملتے وہ شخص جب بتاتا کہ
میں نے فلاں جگہ دیکھا ہے تو وہاں

رفتی و بوسہ وادی وگرد آں جائے را
برروئے وموئے خود مالیدہ واگر سنگ
بودی آں سنگ رابشستی وآں آب را
بخوردی وبرتن و بر جامہ چون گلاب
پاشیدی واگر شخصی رابا سیدے دعویٰ و
خصومت شرعی بودی منت وشفاعت
چناں کردی کہ سخن سید بالا آمدی وگفتی
کہ باسادات سخن شریعت نباید کرد با
ایشان سخن بمروّت باید کرد الی آخرہ۔

حالا از صاحب رسالہ استفسار دو
امرمی رود یکی آنکہ برائے تائید کلام
خود حوالہ کتابی درامرے نمودن واز ما
سبق و مالحق بہ تصرف وتحریف چشم
پوشیدن داخل خیانت ست یانہ۔

دیگر آنکہ قطع نظر از آنکہ دراخبار
الاخیار مناقب حضرت شیخ احمد شیبانی
ذکر فرمودہ است صاحب رسالہ

جاتے اوراس جگہ کو چومتے وہاں کی
گرد چہرے اور بالوں پر ملتے اوراگر
وہاں پتھر ہوتا تو اسے دھوکر اس کا
پانی پی جاتے اور بدن اور کپڑوں پر
گلاب کی طرح چھڑکتے اوراگر کسی
شخص کا کسی سید پر کوئی دعویٰ ہوتا یا
شرعی خصومت ہوتی تو ایسی منت
سماجت کرتے کہ سید کی بات اوپر ہو
جاتی اور کہتے کہ سیدوں کے ساتھ
شریعت کی نہیں مروت کی بات کرنی
چاہیے الخ۔

اب صاحب رسالہ سے
دو باتیں دریافت طلب ہیں۔ نمبر
ایک یہ کہ اپنے کلام کی تائید کیلئے کسی
معاملہ میں کسی کتاب کا حوالہ دینا اور
سیاق وسباق سے بطور تصرف وتحریف
آنکھیں بند کرلینا خیانت میں داخل
ہے یا نہیں؟

نمبر دو اس سے قطع نظر کہ اخبار الاخیار
میں حضرت شیخ احمد شیبانی کے
مناقب مذکور ہیں۔ صاحب رسالہ کا

خود ادعاء حصر استناد خود بعلماء ومشائخ
معتمدین امت نمودہ است بریں
تقدیر تشنیعات وتعریضات او درحق
مجوزین وعاملین مولد ہمہ برباد شدند
کہ حال مستندین ومعتمدین او ایں
چنان ست فافهم ولا تتكلم۔

قولہ۔ نفس قیام برائے تعظیم
مطابق بیان شرعی علی الاطلاق مکروہ
است الخ۔

اقول۔ ایں ادعائے ست
مخالف تحقیق ائمہ محققین وتصریح
جمہور علماء دین اگر تحقیقات آنحضرات
را دریں جا بالاستیعاب قصد نمودہ آید
کتابی ضخیم گردد لہذا نظر بر اختصار
چیزے از علماء مشہورین معتمدین
صاحب رسالہ وامثالش ذکر می کنم
در درمختار گفتہ وفی الوهبانية
يجوز بل يندب القيام
تعظيما للقادم

خود یہ دعویٰ ہے کہ اس نے امت
کے قابل اعتماد علماء مشائخ ہی سے
استناد کیا ہے اس تقدیر، عمل میلاد کو
جائز قرار دینے والوں، اسے کرنے
والوں کے حق میں اسکی ساری
تعریضات وتشنیعات برباد ہوگئیں
کیوں کہ اسکے معتمدین ومستندین کا
حال ایسا ہے، بس سمجھو بولو مت۔

قولہ۔ شرعی بیان کے مطابق
نفس قیام تعظیمی علی الاطلاق مکروہ۔

اقول۔ آئمہ محققین کی تحقیق
اور جمہور علماء دین کی تصریح کے
خلاف یہ محض ایک دعویٰ ہے۔ اگران
حضرات کی تمام تحقیقات کا قصد کیا
جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائیگی۔
اس لئے اختصار کے مدنظر صاحب
رسالہ کے معتمد کچھ مشہور علماء اور
ان کے امثال کا تذکرہ کررہا ہوں
۔ درمختار میں کہا ہے۔ وہبانیہ میں
ہے آنے والے کیلئے قیام تعظیمی نہ
صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ ویسے

كما يجوز القيام ولو للقارى
بين يدى العالم الخ۔

شامی درحاشیہ نوشتہ ای انکان
ممن يستحق التعظيم وقال
فى الغنية قيام الجالس فى
المسجد لمن دخل عليه
تعظيما وقيام قارى القرآن
لمن يجئى تعظيما لا يكره اذا
كان لمن يستحق التعظيم وفى
مشكل الآثار القيام لغيره ليس
بمكروه بعينه انما المكروه
محبة القيام لمن قام له الخ۔

درشرح منیہ گفتہ لا يكره
قيام القارى للقادم تعظيما اذا
كان مستحقا للتعظيم الخ
وہمچنان است در قاضی خان و
عالمگیری وغیرہ۔

ودرلمعات بعد ذکر اقوال گفتہ
والصحيح ان احترام اهل
الفضل من اهل العلم و
الصلاح و الشرف بالقيام

ہی جیسے عالم کے روبرو کھڑا ہو جائز
ہے چاہے قیام کرنے والا قرأت ہی
کیوں نہ کررہا ہو۔

شامی نے حاشیہ میں لکھا ہے
۔یعنی اگر آنے والا تعظیم کا مستحق ہو
اور غنیّۃ میں کہا ہے کہ مسجد میں بیٹھے
شخص کا اور قرآن کی تلاوت کرنے
والے کا، اپنے پاس آنے والے
کیلئے تعظیماً قیام کرنا مکروہ نہیں تب
جب آنے والا تعظیم کا حقدار ہو۔

مشکل الا ثار میں ہے غیر کے
لئے قیام مکروہ لذاتہ نہیں ہے مکروہ
اُس شخص کا قیام پسند کرنا ہے جس
کے لئے قیام کیا گیا ہے۔

شرح منیہ میں کہا ہے قاری کا
آنے والے کی خاطر قیام تعظیمی
مکروہ نہیں جبکہ آنے والا تعظیم
کا حقدار ہو الخ۔قاضی خان۔
عالمگیری وغیرہ میں یونہی ہے۔

لمعات میں اقوال کا تذکرہ
کرنے کے بعد کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ
فضل،علم صلاح اور شرف والوں کے

جائز الخ۔

واگر برینہمہ تسلی نیاید تا بہ بیند کہ
قطب اسماعیلیہ در مظاہر حق نوشتہ
" وقت تلاوت کے تعظیم کسی کی
نکرے مگر عالم باعمل اور استاد
ووالدین کے لئے قیام و تعظیم جائز
ہے" الخ۔

قولہ۔فقال لا تقوموا
كما يقوم الاعاجم الخ۔

اقول۔ اولاً ارباب تحقیق
درمیان احادیث شریفہ تطبیق فرمودہ
تصریح نمودہ اند کہ ازیں احادیث نہی
عام علی الاطلاق از قیام اکرام ثابت
نمی تواند شد و اگر صاحب رسالہ را
بران اعتماد نیاید تا بہ بیند کہ شاہ ولی اللہ
دہلوی در حجت بالغہ بعد ذکر ورود
احادیث مختلفہ نوشتہ وعندى لا
اختلاف فيها فى الحقيقة
فان المعانى التى يدور عليها
الامر و النهى مختلفة فان

لئے تعظیم بہ ذریعۂ قیام جائز ہے الخ۔

اور اگر ان تمام باتوں سے تسلی
نہ ہو تو دیکھے کہ مظاہر حق میں قطب
اسماعیلیہ نے کیا لکھا ہے" وقت
تلاوت کے تعظیم کسی کی نہ کرے مگر
عالم باعمل اور استاد و والدین کے
لئے قیام و تعظیم جائز ہے"

قولہ۔فرمایا عجمیوں کی طرح
قیام نہ کرو۔الخ

اقول۔اولاً ارباب تحقیق
نے احادیث شریفہ میں تطبیق دیکر
صراحت کی ہے کہ ان احادیث سے
علی الاطلاق قیام تعظیمی سے نہی
ثابت نہیں ہوسکتی اگر صاحب رسالہ
کو بھروسہ نہ ہو تو دیکھ لے، شاہ ولی
اللہ دہلوی نے حجت بالغہ میں باہم
مختلف احادیث کے تذکرہ کے بعد
لکھا ہے۔

میرے نزدیک درحقیقت کوئی
اختلاف نہیں کیونکہ جن معانی پر امر و
نہی دائر ہیں وہ مختلف ہیں۔ کیونکہ

العجم کان من امر هم ان یقوم الخدم بین ایدی سادتهم وهو من افراطهم فی التعظیم حتیٰ کاد یتحاتم الشرك فنهیٰ عنه والیٰ هذا وقعت الاشارة فی قوله علیه الصلوٰة والسلام کما یقوم الا عاجم۔ الخ۔

عجمیوں کا دستور یہ تھا کہ خدام اپنے مالکوں کے سامنے کھڑے رہا کرتے تھے، تعظیم میں ان کا یہ افراط تھا قریب تھا کہ شرک کو مضبوطی ملتی تو اس سے نہی فرمادی اور اسی کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کما یقوم الاعاجم میں اشارہ ہے۔

وثانیا عامۂ طائفه که تحسین وتصحیح ائمه فن را بادنی کلام کسی معتبر نمی دارند پس احتجاج باین چگونه جائز صحیح می شمارند۔

ثانیاً جب اس گروہ کے عام لوگ ائمۂ دین کی تحسین وتصحیح کو کسی کے معمولی کلام سے معتبر نہیں سمجھتے پھر اسطرح کی روایت سے کس طرح وہ استدلال درست سمجھتے ہیں۔

برحاشیه نسخه سنن ابو داوٗد مطبوعه دہلی که باہتمام کبراء اسماعیلیه مطبوع گردیده است از مرقاۃ الصعود آورده قال الطبرانی هذا الحدیث ضعیف مضطرب السند فیه من لا یعرف۔

کبراء اسماعیلیہ کے زیر اہتمام دہلی میں مطبوعہ نسخۂ سنن ابوداوٗد کے حاشیہ پر مرقاۃ الصعود سے منقول ہے "طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مضطرب السند ہے اسکی سند میں کچھ مجہول روای ہیں"

قولهٗ-عن انس لم یکن شخص احب الیهم من رسول الله صلی الله علیه وسلم

قولہٗ-حضرت انس سے مروی ہے کہ صحابہ کی نظر میں رسول اللہ ﷺ سے محبوب کوئی شخص نہیں تھا

وکانو اذا رأوه لم یقوموا لما یعلمون من کراهته الخ۔

اور وہ لوگ جب انہیں دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ سرکار کو یہ پسند نہیں۔

اقول-اولاً که دریں روایت نفی قیام مقید بوقت رویت ست پس مثبت ادعاء اطلاق نیست دوم ایں قضیه مهمله ست ومهمله درقوت جزئیه پس ادعاء کلیت وعموم ازاں کے ثابت خواهد بود ازهمیں جاست که حجة الاسلام مستند صاحب رساله گفته۔

اقول-اولاً اس روایت میں مقید بقید وقت دیدار قیام کی نفی ہے اسلئے اطلاق کا دعویٰ اس سے ثابت نہ ہوگا۔ ثانیاً یہ قضیہ مہملہ ہے اور مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے پس اس سے کلیت اور عموم کا دعویٰ کب ثابت ہوگا؟ اسی بنا پر صاحب رسالہ کے مستند حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے:

بل کان الصحابة لا یقومون لرسول الله ﷺ فی بعض الاحوال کما رواه انس رضی الله عنه ولکن اذا لم یثبت فیه نهی عام فلا نری به بأسا فی البلاد التی جرت به العادة فیها باکرام الداخل بالقیام الیٰ آخره۔

بلکہ صحابہ بعض حالات میں رسول اکرم ﷺ کیلئے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں جب عام نہی ثابت نہیں ہے۔ اسلئے آنے والے کے لئے بذریعۂ قیام اکرام کا جن ممالک میں رواج ہے اس میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ الخ۔

امالفظ کراہت پس درلمعات گفته

رہ گئی بات لفظ کراہت کی پس لمعات میں کہا ہے کہ

والكراهة انما كانت
لـلـتـكـلف ولـم يـكـن
معتاداً الخ۔

قولہ۔ من گفتم کہ احادیث
جواز قیام خود ثابت نیست الخ۔

اقول۔ کسیکہ مطالعہ کتب ائمہ
دین نمودہ است کذب ایں قول
بروے اظہر من الشمس بودہ است
دریں جا عبارات چند باید شنید۔
قاضی عیاض علیہ الرحمہ در شفا
آوردہ و عن عمر وبن السائب
ان رسول الله ﷺ كان
جالسا يوما فاقبل ابوه من
الرضاعة فوضع له بعض
ثوبه فقعد عليه ثم اقبلت امه
فوضع لها ثوبه من جانبه
الآخر فجلست عليه ثم اقبل
اخوه من الرضاعة فقام
رسول الله ﷺ فاجلسه
بين يديه الحديث ۔

کراہت تکلف کی بنا پر تھا۔ اور قیام کا
رواج نہیں تھا۔

قولہ۔ میں نے کہا کہ جواز
قیام کی حدیثیں خود ثابت نہیں ہیں
الخ۔

اقول۔ جس نے بھی ائمہ
دین کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اس
پر اس بات کا جھوٹ اظہر من الشمس
ہے۔ یہاں چند عبارتیں سننی چاہئے
قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفا
میں نقل فرمایا ہے عمر و ابن سائب
سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ
ایک دن بیٹھے تھے کہ ان کے پدر
رضاعی کی آمد ہوئی سرکار نے اپنے
کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے
بچھا دیا جس پر وہ بیٹھے پھر ان کی
رضاعی ماں تشریف لائیں تو دوسرا
حصہ بھی بچھا دیا جس پر وہ بیٹھیں پھر
ان کے رضاعی بھائی آئے تو سرکار
ان کی خاطر کھڑے ہوگئے اور انہیں
اپنے روبرو بٹھایا۔ الحدیث۔

علامہ خفاجی در شرح گفتہ و
فيه دليل على انه يجوز
القيام تعظيما لمن يستحق
التعظيم خلافا لمن قال انه
مکروہ الخ۔
ونیز علامہ خفاجی در شرح شفا
فرمودہ وكان صلى الله يكرم
من يدخل عليه بالقيام
ويلاطفه الخ۔
امام نووی در اذکار بعد بیان
استحباب قیام برائے اکرام نوشتہ و
على هذا الذى اخترناه
استمر السلف والخلف وقد
جمعت في ذلك جزءً و ذكرت
فيه الاحاديث والآثار و
اقوال السلف وافعالهم الدالة
على ما ذكرته الخ۔
حالاً میگویم کہ ائمہ محققین متندین
صاحب رسالہ تصریح فرمودہ اند کہ احادیث
در نہی صریح قیام ثابت و صحیح نیست۔
در لمعات فرمودہ قال الشيخ
محى الدين النووى القيام

علامہ خفاجی نے شرح میں تحریر
فرمایا: "اور اس میں اس بات پر
دلیل ہے کہ مستحق تعظیم کے لئے
قیام تعظیمی جائز ہے اس کے خلاف
جس نے اسے مکروہ کہا۔ الخ۔
امام نووی نے اذکار میں قیام
تعظیمی کا بیان کرنے کے بعد فرمایا:
"ہمارے اسی مسلک مختار پر
سلف و خلف کا عمل رہا ہے اور اس
سلسلہ میں میں نے ایک جزء جمع کیا
ہے جس میں میں نے اُن احادیث
و آثار، اور سلف کے اقوال و افعال کا
تذکرہ کیا ہے جو ہماری ذکر کردہ
باتوں پر دلالت کرتی ہیں۔ الخ
اب میں کہتا ہوں کہ صاحب
رسالہ کے مستند محققین نے صراحت
کی ہے کہ قیام کی صریح نہی کی
حدیثیں ثابت اور صحیح نہیں۔ لمعات
میں فرمایا ہے۔
شیخ محی الدین نووی نے کہا
ہے کہ اہل فضل کی آمد پر قیام مستحب

للقادم من اهل الفضل
مستحب و قد جاءت فیه
احادیث ولم یصح فی النهی
عنه شئی صریح الیٰ آخره ۔

قولہ-در عہد حیات وحضور
آں علیہ السلام از اصحاب قیام برائے
تعظیم ثابت نیست الخ۔

اقول- ایں ادعاء صحیح نیست
اینک محققین قیام درعہد حیات وحضور
آں سرور علیہ السلام ثابت فرمودہ اند
علامہ خفاجی در شرح شفا فرمودہ
اما القیام للعلماء و الصلحاء
فیستحب وکان النبی ﷺ اذا
جاء قام له الصحابة الخ وحق ہمیں
ست کہ قیام درعہد وزمان نبوت اقتران
بود اما تکلف واعتیاد بداں مروج نہ بود۔

درلمعات گفتہ والحق ان
القیام عند الدخول کان واقعا فی
زمنه ﷺ والکراهة انما کانت
للتکلف ولم یکن معتاداً الخ ۔

ہے اس سلسلہ میں احادیث وارد
ہیں ۔ اور نہی کے بارے میں کوئی
حدیث صریح صحیح نہیں الخ

قولہ-سرکار کی حیات اور
موجودگی میں اصحاب سے قیام
تعظیمی ثابت نہیں الخ۔

اقول- یہ دعویٰ صحیح نہیں
محققین نے سید عالم ﷺ کی حیات
میں ان کے سامنے قیام ثابت فرمایا
ہے ۔ علامہ خفاجی نے شرح شفا
میں فرمایا ہے ۔علماء اور صالحین کے
لئے قیام مستحب ہے۔ نبی ﷺ جب
آتے تو صحابۂ کرام ان کے لئے اٹھ
کھڑے ہوتے اور حق یہی ہے کہ
قیام عہد نبوت میں تھا ، لیکن تکلف
اور عام رواج نہ تھا الخ۔

لمعات میں کہا ہے کہ حق یہ ہے
کہ بوقت آمد قیام حضور ﷺ کے
زمانہ میں تھا کراہت بوجہ تکلف تھی
اور اس کا رواج نہیں تھا۔الخ۔

قولہ ۔تعظیم کسی بدون مشاہدۂ
او دیوانگی بحت ست الخ۔

اقول- ائمۂ دین تصریح
فرمودہ اند کہ تعظیم آنحضرت ﷺ
وقت حکایت ذکر شریف مانند تعظیم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است در
حالت حضور پرنور پس برائے ابطال
تعظیم جناب رسول کریم ﷺ مشاہدہ
را شرط تعظیم قرار دادن و تعظیم بے
مشاہدہ را دیوانگی بحت نام نہادن الحاد
محض ست۔

امام ابوالفضل قاضی عیاض علیہ
الرحمہ درشفا فرمودہ و اعلم ان
حرمته ﷺ بعد موته و
توقیره و تعظیمه لازم کما کان
حال حیاته وذلك عند ذکره
وذکر حدیثه الیٰ آخره۔

ونیز درشفا فرمودہ قال
مطرف کان اذا اتی الناس
مالکا خرجت الیهم الجاریة
فتقول لهم یقول لکم الشیخ

قولہ-کسی کی تعظیم بغیر اسے
دیکھے نرا پاگلپن ہے۔الخ۔

اقول- ائمۂ دین نے
صراحت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ
کے ذکر شریف کی حکایت کے وقت
ان کی تعظیم ویسی ہی ہے جیسے ان کی
پرنور موجودگی میں ۔ اسلئے جناب
رسول کریم ﷺ کی تعظیم باطل قرار
دینے کے لئے مشاہدہ کو شرط تعظیم
قرار دینا اور بے مشاہدہ تعظیم کا نام
خالص دیوانگی رکھنا نرا الحاد ہے۔

امام ابو الفضل قاضی عیاض
علیہ الرحمہ نے شفاء شریف میں فرمایا
ہے کہ تم جان لو کہ حضور ﷺ کے
وصال کے بعد اُن کے اور ان کی
حدیث کے تذکرہ کے وقت ان کا
احترام ان کی تعظیم وتوقیر ویسی ہی
ضروری ہے جیسی ان کی حیات میں۔

مطرف نے کہا کہ جب لوگ
امام مالک کے پاس علم حاصل
کرنے آتے تو ایک کنیز آ کر پوچھتی

تریدون الحدیث او المسائل
فان قالوا المسائل خرج
علیھم بسرعة وان قالوا الحدیث
دخل مغتسله و اغتسل
وتطیب ولبس ثیابا جُدُداً او
لبس ساجه وتعمم ووضع
علی رأسه رداء ه وتلقی له
منصة فیخرج للناس ویجلس
علیها و علیه الخشوع ولا
یزال یتبخر بالعود حتیٰ
یفرغ من حدیث رسول الله
صلی الله علیه وسلم الیٰ
آخره۔

علامہ خفا جی در شرح فرمودہ
"فجعل مجلس حدیثه
کمجلسه حیاً" الیٰ آخره۔
ونیز در شفا آوردہ "ولما
کثر علیٰ مالك الناس

کہ شیخ تم سے دریافت کررہے ہیں
کہ تم حدیث سیکھنے آئے ہو یا مسائل
اگر وہ لوگ جواب دیتے کہ مسائل تو
آپ علی الفور تشریف لے آتے اور
اگر کہتے کہ حدیث تو غسل خانہ جا کر
غسل کرتے، خوشبو لگاتے، نئے
کپڑے پہنتے طیلسان اوڑھتے،
عمامہ باندھتے چادر سر مبارک پر
رکھتے اور ان کے لئے تخت عروس
کیطرح ایک تخت بچھایا جاتا تب
باہر لوگوں کے پاس آتے اور انتہائی
خشوع کے ساتھ اس پر تشریف
رکھتے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث
سے فارغ ہونے تک اگر بتی
سلگائے رکھتے۔الخ

علامہ خفا جی نے شرح میں
فرمایا۔ کہ انہوں نے مجلس حدیث
کو سرکار کی حیاتِ ظاہری والی مجلس
جیسا قرار دیا ہے۔الخ۔

نیز شفاء میں منقول ہے۔اور
جب امام مالک کے پاس لوگوں کی
کثرت ہوئی تو ان کو مشورہ دیا گیا

قیل لو جعلت مستملیا
یسمعهم فقال قال الله تعالی
یایها الذین اٰمنوا لا ترفعوا
اصواتکم الآیة ۔ وحرمته حیاً
و میتاً سواء الخ ۔ علامہ خفاجی در
شرح فرمودہ "فقاس منع رفع
الصوت فی مجلس قرأة
الحدیث علی منعه فی مجلسه
حال حیاته الخ ۔

ونیز در شفا آوردہ "قال ابو
ابراهیم التجیبی واجب علیٰ
کل مؤمن متیٰ ذکره صلی الله
علیه وسلم وسلم او ذکر
عنده ان یخضع و یخشع و
یسکن من حرکته و یا خذ فی
هیبته و اجلاله لما کان یا
خذبه نفسه لوکان بین یدیه
صلی الله علیه وسلم الخ۔

علامہ خفاجی در شرح گفتہ

کہ کاش آپ کوئی املا کرانے والا
مقرر کردیتے جو ان کو سنا دیتا تو
انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے اے ایمان والو اپنی آواز بلند نہ
کرو۔الآیۃ ۔ حالت حیات وموت
میں ان کا احترام یکساں ہے۔الخ

علامہ خفاجی نے شرح میں فرمایا ہے
کہ انہوں نے قرأۃ حدیث کی مجلس
میں آواز بلند کرنے کی ممانعت
کا قیاس سرکار کی حالت حیات والی
مجلس میں آواز بلند کرنے کی
ممانعت پر کیا،الخ۔

اور نیز شفامیں میں منقول ہے:
"حضرت ابو ابراہیم تجیبی نے
فرمایا کہ جب مومن حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا خود تذکرہ کرے یا اس
کے پاس اُن کا تذکرہ ہو تو اس پر
فرض ہے کہ وہ خشوع وخضوع کا
مظاہرہ کرے، پرسکون ہو جائے،
اور اپنے اوپر ہیبت و اجلال یوں
طاری کرے گویا وہ ان کے روبرو
ہے۔الخ

علامہ خفاجی نے شرح میں فرمایا:

"فیفرض ذلك و یلاحظه و یتمثله فکانه عنده" الخ۔

بالجملۃ تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بخیال و تصور حاضریٔ خود در حضور وقت حکایت ذکر شریف در مجلس منیف بے مشاہدہ دیوانگی گفتن و مشاہدہ را شرط تعظیم گردانیدن ضلالت است۔

قولہ- از خصائص حضرت رسول و جناب بتول ست الیٰ قولہ اظہار محبت نمودن بود الخ۔

اقول- ادعائے جزم تخصیص بے نقل از ائمۂ دین و بے اقامت دلیل قابل ذکر نیست و مراد نبودن اجلال در قیام جناب سیدہ محل کلام ست در مظاہر حق بذیل ایں قیام آوردہ۔

"و اسمیں یہ تاویل کرنی کہ وہ قیام محبت و اقبال کا تھانہ قیام تعظیم و اجلال یہ خالی بعد سے نہیں اور طیبی نے بھی محی السنۃ سے نقل کیا ہی کہ

یہ مان لے کہ وہ ان کے سامنے ہے ، انھیں ملاحظہ کر رہا ہے اور یوں تصور کرے کہ وہ ان کی بارگاہ میں ہے۔

الحاصل ، باعظمت محفل میں ، ذکر شریف کی حکایت کے وقت ، بارگاہ میں حاضری کا خیال اور تصور کر کے بلا دیکھے آنحضرت ﷺ کی تعظیم کو دیوانگی کہنا اور مشاہدہ کو شرط تعظیم قرار دینا گمراہی ہے۔

قولہ- سیدہ فاطمہ کے لئے حضور کا قیام یہ حضرت رسول و جناب فاطمہ بتول کی خصوصیت اور اظہار محبت کی خاطر ہے۔

اقول- ائمۂ دین سے نقل اور اقامتِ دلیل کے بغیر تخصیص کا یقینی دعویٰ ناقابلِ ذکر ہے۔ اور جناب سیدہ کے قیام میں تعظیم کی نفی محل کلام ہے۔ مظاہر حق میں اس قیام کے ضمن میں نقل کیا ہے۔

"اور اس میں یہ تاویل کرنی کہ وہ قیام محبت و اقبال کا تھا ، نہ قیام تعظیم و اجلال یہ خالی بُعد سے نہیں اور طیبی نے بھی محی السنہ سے نقل کیا ہے کہ:

اجماع کیا ہے جمہور علماء نے ساتھ اس حدیث کے اوپر اکرام اہل فضل کے یعنی علماء و صلحاء کے اور امام محی الدین نووی نے کہا کہ یہ قیام اہل فضل کے لئے بیچ وقت آنے کی مستحب ہی اور حدیثین اس باب میں وارد ہوئی ہے اور بیچ نہی اس کی صریحا کچھ صحیح نہیں ہوئی الخ۔

قولہ- مقصود آنحضرت اعانت سعد بود در نزول حمار بسبب مجروح بودن الخ۔

اقول- اگر چہ بعض علماء حمل حدیث بریں احتمال ابعد نمودہ اند اما مخالف جماہیر محققین و مخالف ظاہر احادیث است کہ بریں تقدیر حکم بہ یک دو کس کفایت می فرمود کہ "انزل سعداً" حالانکہ خطاب عام بلفظ جمع فرمودند" قوموا الیٰ سیدکم ۔ از ہمیں جا است کہ اجلۂ محققین از فقہاء و محدثین احتجاج بایں حدیث برائے استحباب و مشروعیت قیام اکرام برائے

"اجماع کیا ہے جمہور علماء نے ساتھ اس حدیث کے اوپر اکرام اہل فضل کے یعنی علماء و صلحاء کے اور امام محی الدین نووی نے کہا ہیکہ یہ قیام اہل فضل کیلئے بیچ وقت آنے کے مستحب ہے اور حدیثیں اس باب میں وارد ہوئی ہیں اور بیچ نہیں اس کی صریحاً کچھ صحیح نہیں ہوا۔ الخ"

قولہ- حضرت سعد کے زخمی ہونے کے سبب آنحضرت کا مقصد انہیں دراز گوش سے اتارنے میں مدد کرنا تھا۔ الخ۔

اقول- اگر چہ بعض علماء نے اسی بعید ترین احتمال پر حدیث کو محمول کیا ہے لیکن یہ ظاہر احادیث اور جمہور محققین کے خلاف ہے۔ کہ اس تقدیر پر ایک دو افراد کو یہ حکم دینا کافی تھا۔ کہ حضرت سعد کو اتار لو۔ حالانکہ لفظ جمع کے ساتھ عام خطاب فرمایا کہ "قوموا الیٰ سیدکم" اسی وجہ سے اہل فضل کے لئے قیام تعظیمی کے جواز و استحباب پر

اہل فضل فرمودہ اند مانند امام نووی و
امام بخاری وامام مسلم وغیرہم۔
پس نزاع یک دو کس از علماء
دراں قابل التفات نیست۔

علامہ خفاجی در شرح شفا فرمودہ
"و حمل حدیث سعد علیٰ انه
کان مریضا وقد م راکبا فامر هم
صلی الله علیه وسلم بالقیام
لیعینوه فی النزول عن دابته
خلاف الظاهر الیٰ آخره"۔

در حاشیہ صحیح بخاری کہ باہتمام
مولوی احمد علی در دہلی مطبوع شدہ
بذیل حدیث مذکور آوردہ۔
"فیه استحباب القیام
للسادات کذا فی الکرمانی
قال فی المجمع احتج به
الجماهیر لا کرام اهل
الفضل بالقیام اذا اقبلوا

اسی حدیث سے جلیل الشان محققین
فقہاء ومحدثین نے استدلال کیا ہے۔
جیسے امام نووی، امام بخاری امام مسلم
وغیرہم۔اس لئے ایک دو عالم کا اس
بارے میں اختلاف نا قابل التفات
ہے۔

علامہ خفاجی نے شرح شفاء میں
فرمایا ہے۔"حضرت سعد کی حدیث کو
اس بات پر محمول کرنا کہ وہ بیمار تھے،
سوار ہو کر آئے تھے اور سرکار نے
صحابہ کو قیام کا حکم اسلئے دیا تھا کہ
سواری سے اتارنے میں وہ ان کی
مدد کریں خلافِ ظاہر ہے الخ۔

مولوی احمد علی کے زیر اہتمام،
دہلی میں چھپی صحیح بخاری کے حاشیہ
میں مذکور ہے کہ
"اس میں بزرگوں کے لئے
قیام کا استحباب ہے۔کرمانی میں ایسا
ہی ہے مجمع میں کہا کہ اہل فضل کی آمد
پر بذریعۂ قیام ان کی تعظیم کیلئے اسی
حدیث سے جمہور نے استدلال کیا

و اما القیام المنهی عنه فانما
هو فیمن یقومون علیه وهو
جالس طول جلوسه انتهی
مختصرا" الخ۔

و در حاشیہ نسخہ سنن ابو داؤد کہ
باہتمام مولوی نوازش علی اسماعیلی
مطبوع شدہ از فتح الودود آوردہ قولہ
قوموا الیٰ سید کم احتج به
المصنف والبخاری ومسلم
علیٰ مشروعیة القیام قال
مسلم لا اعلم فی قیام الرجل
للرجل حدیثا اصح من هذا
ونازعه فیه طائفة منهم ابن
الحاج الیٰ آخره۔

قولہ۔طرفہ آنست جماعتی از
مجوزین عمل مولد بہ منع قائل اند الیٰ قولہ
ایں مقابلہ خانہ جنگی ست کہ کفی
الله المؤمنین القتال الخ۔

ہے ممنوع قیام یہ ہے کہ لوگ کسی کے
لئے کھڑے رہیں اور وہ طویل وقفہ
تک بیٹھا رہے۔انتہی مختصرا۔

سنن ابوداؤد کے اُس نسخہ کے
حاشیہ پر فتح الودود سے منقول ہے جو
نسخہ مولوی نوازش علی اسماعیلی کے
اہتمام میں چھپا ہے۔"رسول اللہ ﷺ
کے قول "قوموا الیٰ سیدکم"
سے مصنف، امام بخاری اور امام مسلم
نے قیام کے جواز پر استدلال کیا ہے
۔امام مسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کا
دوسرے شخص کے لئے قیام کے
بارے میں اس سے صحیح ترین حدیث
میرے علم میں نہیں ۔اس سلسلہ میں
ایک گروہ کا اختلاف ہے جس میں
ابن الحاج بھی ہیں۔الخ۔

قولہ۔طرفہ یہ کہ عمل میلاد کو
جائز قرار دینے والوں کی ایک
جماعت نے بھی قیام کی ممانعت کا
قول کیا ہے ۔الیٰ قولہ۔یہ مقابلہ
خانہ جنگی ہے کہ کفی اللہ
المؤمنین القتال الخ۔

اقول-این چہ اظہار سفاہت
ست کہ از غیظ وغضب مغلوب شیطان
گردیدہ بار بار بضلالت وتکفیر اکابر
دین کہ مجوزین این عمل اند اشعار می
نماید واز خدائے تعالیٰ خوفش نمے آید
وقطع نظر ازاں میگویم کہ منع قیام از
ائمہ وعلماء مشہورین بہ نقل صحیح باثبات نر
سانیدہ ناحق روئ کاغذ سیاہ گردانیدہ
اما آنچہ نوشتہ کہ در کتاب باران رحمت
ست کہ ابن حجر مکی در فتاویٰ و شیخ
نور الدین در حاشیۂ مواہیب بدعت
ولا اصل'' نوشتہ اند پس اول تصحیح نقل
ضرور ست و ثانیاً بر تقدیر صحت نقل
از قول ابن حجر مکی و شیخ نور الدین
وہمچناں از قول صاحب سیرت شامی
حکم ضلالت مجوزین آں

اقول- کیسا اظہار ہے
حماقت کا ؟ کہ غیظ وغضب میں
شیطان کا مغلوب ہو کر اس عمل کو
جائز قرار دینے والے اکابر دین کی
تکفیر وضلالت کی جانب بار بار
اشارہ کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کا
اسے خوف نہیں ہوتا۔
اس سے قطع نظر میرا کہنا ہے
کہ قیام کی ممانعت، مشہور علماء اور
ائمہ سے نقل صحیح ثابت نہ کر کے اس
نے ناحق کاغذ کا چہرہ سیاہ کیا ہے۔
رہ گئی وہ بات جو اس نے لکھی
کہ ''باران رحمت میں ہے کہ ابن
حجر مکّی نے اپنے فتاویٰ میں اور شیخ
نور الدین نے مواہب کے حاشیہ میں
لکھا ہے کہ ''وہ بدعت ہے اور اس کی
اصل نہیں''، پس اولاً تصحیح نقل ضروری
ہے۔ ثانیاً صحت نقل کی تقدیر پر ابن
حجر مکی، شیخ نور الدین اور یونہی صاحب
سیرت شامی کے قول سے عمل میلاد
کو جائز قرار دینے والوں پر گمرہی کا

کجا لازم ست آیا نمی داند کہ آخر جمہور
ائمۂ دین بلکہ خود حضرات مذکورین ہم
قائل تقسیم بدعت بودہ اند وبسیاری از
امور را باوجود اطلاق بدعت ہمچو صحابۂ
کرام جائز و مستحسن فرمودہ اند وہمچناں
اطلاق لفظ ''لا اصل'' حسب قول علماء
بالاتقان کئے مستلزم ضلالت وخروج از
اصل ایمان ست پس استدلال
صاحب رسالہ بآں محض باطل وخوانندۂ
کفی اللہ المؤمنین القتال درین مقام
از حلیۂ علم دین عاطل است از ہمیں
جاست کہ شیخ الاسلام برہان الدین
حلبی در انسان العیون فی سیرۃ الامین
المامون قول صاحب سیرت شامیہ را
تفسیر بہ بدعت حسنہ مستحبہ فرمودہ اندو
تقسیم آنرا ثابت نمودہ اند دریں مقام
برائے تفہیم مرام مثالے دیگر از کلام
علماء کرام باید شنید۔

حکم کہاں سے لازم ہے۔ اسے پتہ
نہیں کہ آخر جمہور ائمۂ دین بلکہ خود
مذکورہ حضرات بھی تقسیم بدعت کے
قائل رہے ہیں۔ اور صحابۂ کرام کی
طرح ہی بہت سارے امور پر بدعت
کے اطلاق کے باوجود جائز اور مستحسن
ہونے کا حکم لگایا ہے۔ یونہی علماء کے
فرمان کے مطابق لفظ ''لا اصل'' کا
اطلاق یقینی طور پر گمراہی اور اصل ایمان
سے خروج کو کب مستلزم ہے؟۔ اس لئے
صاحب رسالہ کا اُس لفظ سے استدلال
کرنا محض باطل ہے۔ اور کفی اللہ
المؤمنین القتال'' پڑھنے والا علم اور
دین کے زیور سے عاری ہے، اسی وجہ
سے شیخ الاسلام برہان الدین حلبی نے
''انسان العیون فی سیرۃ
الامین المامون ''میں صاحب
سیرت شامیہ کے قول ''بدعت'' کی
تفسیر بدعت حسنہ مستحبہ سے فرمائی ہے
اور اس کی تقسیم ثابت کی ہے۔ یہاں
مقصود کی تفہیم کے لئے علماء کرام کے
کلام سے دوسری مثال سنی چاہیئے۔

در مجمع البحار فرموده قد كتبت فی شان الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم عند الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرهٗ هل له اصل فکتب الجواب عن الشیخ ابن حجر او غیره بمانصه سئل نفع الله به بما صورته جرت عادة الناس انهم اذا اعطوا طیباً او ریاحین او غیرها او شموه ان یصلوا علی النبی ﷺ فهل لذلك اصل وما حكمه فاجاب بقوله اما الصلوٰة عند ذلك ونحوه فلا اصل لها ومع ذلك فلا كراهة فی ذلك عند نا الخ ملخصاً۔

قولہ۔ اگر نفس قیام را از بعض کتب ضعیفہ فقہ ثابت خواہند کرد بریں قیام خاص حجت از کجا خواہند آورد الی آخرہ۔

مجمع البحار میں فرمایا ہے۔ میں نے خوشبو لگاتے وقت نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بارے میں اپنے شیخ، شیخ علی متقی قدس سرہٗ کو لکھا کہ کیا اس کی کوئی اصل ہے؟ تو انہوں نے شیخ ابن حجر وغیرہ کے حوالہ سے اسطرح جواب لکھا۔ ”شیخ سے سوال کیا گیا۔ اللہ ان سے لوگوں کو نفع پہونچائے، سوال کی عبارت یوں ہے۔ ”جب لوگوں کو خوشبو یا کوئی خوشبودار چیز وغیرہ دیجاتی ہے یا کوئی اچھی بو وہ سونگھتے ہیں تو ان اوقات میں انہیں نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی عادت ہوگئی ہے کیا اس کی کوئی اصل ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے تو انہوں نے اپنے اس قول سے جواب دیا۔ کہ ان اوقات میں درود کی کوئی اصل تو نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میرے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں“ الخ ملخصاً“۔

قولہ۔ اگر نفس قیام فقہ کی بعض ضعیف کتابوں سے ثابت بھی کرلیں تو اس خاص قیام پر دلیل کہاں سے لائینگے الخ۔

اقول۔ ظاہر اَقوت وضعف و اعتماد و بے اعتمادیٔ کتب فقہ وحدیث وابستہ بہواء نفس خود میداند ورنہ مستندات خود را جائے در کتب قویہ وجائے در ضعیفہ داخل کردن وبنائے آں بر موافقت و مخالفت غرض خود نہادن جائز نبود وہرگاہ کہ درماسبق از محققین مشروعیت و ندب ایں نوع اکرام ثابت گردیدہ پس برائے بجا آوردن آں بقصد اعلان تکریم آنحضرت ﷺ چہ حاجت بحجت دیگر ست ہیچ مسلمانے جواز تکریم آنحضرت ﷺ را با امور جائزہ حرام نہ تواند گفت و اگر بر خلاف تحقیق جمہور محققین کراہت خصوص قیام برائے اکرام داخل وقت قدوم تسلیم ہم کردہ آید تاہم بر تحریم ومنع ایں تکریم خاص حجت از کجا خواہند آورد۔

اقول۔ بہ ظاہر فقہ وحدیث کی کتابوں کا قوی ہونا یا قابل اعتماد ہونا یونہی ضعیف ہونا یا نا قابل اعتماد ہونا۔ اپنی نفسانی خواہشات سے وابستہ سمجھتا ہے ورنہ اپنی مستند کتابوں کو کبھی قوی کتابوں میں اور کبھی ضعیف کتابوں میں داخل کرنا اور اس کی بنیاد اپنی غرض سے موافقت اور مخالفت پر رکھنا ممکن نہ ہوتا۔ جب پہلے اکرام کی اس نوع کا جواز و استحباب محققین سے ثابت ہو چکا تو اسے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم ظاہر کرنے کی غرض سے بجا لانے پر دوسری دلیل کی کیا ضرورت ہے؟۔ کوئی بھی مسلمان جائز امور سے آنحضرت ﷺ کی تعظیم کو حرام نہیں کہہ سکتا۔ اور اگر جمہور کی تحقیق کے خلاف بوقت قدوم اکرام کے لئے خاص قیام کی کراہت تسلیم بھی کرلی جائے تاہم اس خاص تکریم کی ممانعت اور حرمت پر دلیل کہاں سے لائیں گے؟۔

قولہ- فہم شما کہ عالم برخلاف
خیر البشر فتویٰ ندہد الیٰ قولہ دشمنان
دین ہمیشہ باکتساب فنون وتحصیل علم
کمال پیدا کردہ الیٰ قولہ استیصال دین
نمایند ؎

لوکان فی العلم من دون التقی شرف
لکان اشرف خلق اللہ ابلیس
الخ۔

اقول- ایں تطویل کلام دریں
مقام تلبیس بیجا ست و مغالطہ نازیبا
سلمنا کہ اہل علم دیندار ودنیادار واتقیا و
اشرار ہردو قسم باشند اما جماعت بسیار
از مجوزین عمل مولد خصوصاً ومقسمین
معنی بدعت بسوی حسنہ و سیئہ عموماً
کہ معروف ومشہور واستناد باقوال
شان در کتب دینیہ مذکور و
مسطور ست بودن شان از علمائے

قولہ- آپ کا یہ سمجھنا کہ عالم
خیر البشر کے خلاف فتویٰ نہیں دے
گا الیٰ قولہ۔ دین کے دشمنوں نے
ہمیشہ فنون کے اکتساب اور علوم کی
تحصیل میں کمال پیدا کیا ہے۔ اور
دین کی جڑیں اکھاڑی ہیں۔ اگر بلا
تقویٰ علم میں کوئی شرف ہوتا تو
ابلیس اللہ کی مخلوق میں سب سے
اشرف ہوتا الخ۔

اقول- یہ طولِ کلام بے جا
تلبیس اور نازیبا مغالطہ ہے۔ ہمیں
بھی تسلیم ہے کہ اہل علم دونوں قسم
کے ہوتے ہیں۔ دیندار بھی، دنیادار
بھی، اشرار بھی اور متقی و پرہیز گار
بھی۔ لیکن عمل میلاد کو جائز قرار
دینے والوں کی کثیر جماعت خصوصاً
اور سیئہ اور حسنہ کی جانب بدعت
کے معنی کی تقسیم کرنے والے عموماً۔
معروف ومشہور لوگ رہے ہیں جن
کے اقوال سے استناد دینی کتابوں
میں مذکور ومسطور ہے۔ اور جن کا علماء

راسخین وائمۂ شرع مبین وارکان دین
متین ومتصف باتباع شریعت ومعرض
از دنیا و راغب آخرت ثابت ست
باخبار متواترہ ویقینی ست کالشمس فی
الہاجرہ و خود صاحب رسالہ و
مقتدایانش باآنحضرات استنادمی آرند
و در شیوخ دین خودمی شمارند اگر حالا
اسماعیلیہ بجہت استحسان مجلس شریف
ودیگر مستحسنات بریشان ضلالت وبے
دینی لازم کنند وسلوک را بر طریقہ
ایشان گمرہی قرار دہند و آنحضرات را
از دشمنان ومخالفان دین رسول کریم
ومتبعان ابلیس رجیم شمارند وسلسلۂ دین
خود را ہم برزنند وہمچو صاحب رسالہ
ایں الفاظ تشنیع برزبان آرند اگر دریں
سواد تیرہ ہند ایں حرکات شنیعہ
راطلاقت لسانیٔ خود دانند اما برائے
روز محشر چہ جواب دارند۔

راسخین، ائمۂ شرع مبین اور دین متین
کے ارکان سے ہونا، اتباع شریعت
سے متصف ہونا دنیا سے بے رغبت
اور آخرت کی طرف راغب ہونا، متواتر
اخبار کی بناء پر آفتاب نصف النہار
کی طرح ثابت ویقینی ہے۔ خود
صاحبِ رسالہ اور اس کے پیشوا حضرات
ان سے استناد کرتے ہیں اور اپنے
دینی شیوخ میں ان کا شمار کرتے ہیں۔
اب اگر اسماعیلی لوگ مجلس
شریف اور دیگر مستحسنات کے استحسان
کی وجہ سے ان پر گمراہی اور بے دینی
لازم گردانیں ان کی راہ پر چلنے کو ضلالت
قرار دیں، ان حضرات کو رسول کریم
کے دین کا دشمن اور ابلیس رجیم کا پیروکار
سمجھیں اور اپنے دین کے سلسلہ کو بھی
توڑ ڈالیں اور صاحب رسالہ کی طرح
ایسے برے الفاظ زبان پر لائیں۔ اگر
ان قبیح حرکتوں کو ہندوستان کی اس
تاریک دھرتی پر اپنی زور بیانی سمجھ
بھی لیں تو بروز محشر کیا جواب
دیں گے؟

قولہ-عقل بالبداہت میداند
کہ موخر از مقدم ہمیشہ اکمل می باشد الخ۔

اقول-اگر مراد ازیں کلیہ ست
دعویٔ بداہت عقل باطل ست والا قطع
نظر از انکہ مثبت مرام نیست در خصوص
ایں مادہ صادق ہم نیست کہ صاحب
رسالہ وکافۂ اسماعیلیہ حاشا کہ در کمال
بحصۂ صدم وہزارم ہم از آنحضرات
رسیدہ باشند چہ جائے آنکہ اکمل
گردیدہ باشند۔

قولہ- فضیلت تقدم زمانی
مرقد ماء راست واں مستلزم عدم
اعتبار متاخرین وسقوط ایشان از پایۂ
استناد نیست الی قولہ ۔
فیض روح القدس از باز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد
الخ۔

اقول-ازیں قول خود
برپائے خود تیشہ می زند و بیخ

قولہ-عقل بداہۃً جانتی ہے
کہ موخر مقدم سے ہمیشہ کامل ترین
ہوتا ہے الخ۔

اقول- اگر اس سے مراد
کلیہ ہے تو یہ دعویٰ بداہت عقل سے
باطل ہے۔ ورنہ اس سے قطع نظر کہ
مقصود کا مثبت نہیں ہے اس خاص
مادہ میں صادق بھی نہیں کہ صاحب
رسالہ سمیت پورا اسماعیلی گروپ
کمال میں اُن حضرات کے سویں
ہزارویں حصہ تک بھی نہیں پہونچ سکتا
چہ جائیکہ ان سے کامل ترین ہو۔

قولہ-متقدمین کو تقدم زمانی
کی فضیلت حاصل ہے لیکن یہ بات
متاخرین کے غیر معتبر ہونے اور ان
کے درجۂ استناد سے ساقط ہوجانے
کو مستلزم نہیں،الی قولہ-روح القدس
کے فیض کی اگر دوبارہ مدد ہوجائے تو
دوسرے بھی وہ کرلیں گے جو مسیحا
نے کیا ہے۔الخ۔

اقول-اس قول سے خود
اپنے پیر کلہاڑی مارتا ہے اور اپنے

بسیارے از دعاویٔ خود را میکند اما
مخالف را از موافق وضار را از نافع نمی
شناسد چنانچہ از سراپائے مناقشات ایں
اسماعیلی وسائر اسماعیلیہ ظاہر ست۔

قولہ - پس سعادت مند از ما
آنکس ست کہ در ہر کہ صفات عالم دیندار
دریابد بقول وفعل او تمسک نماید الخ۔

اقول - پس نہایت شقاوت
آنست کہ باوجود موجود بودن صفات
علمائے دیندار در ائمۂ دین کہ مجوزین
عمل مولد اند بر تحقیقات ومستحسنات
ایشان اطلاق ضلالت و بے دینی نمودہ
آید بارے چہ میگوید در حق شاہ ولی
اللہ دہلوی جد امجد ومنتہی السند
مقتداء خود واستاذ ووالد ومرشد شاہ
عبد الرحیم صاحب وشیوخ سند
دین شاہ ولی اللہ صاحب مثل
صاحب حصن حصین وحافظ سخاوی

بہت سارے دعوؤں کی جڑ کھودتا
ہے، جانتا ہی نہیں کہ موافق کیا ہے؟
مخالف کیا ہے؟ مفید کیا ہے اور مضر
کیا ہے؟ جیسا کہ اس اسماعیلی اور
باقی اسماعیلی حضرات کی بحثوں سے
ظاہر ہے۔

قولہ-پس ہم میں سعادت
مند وہ ہے جو ہر اس شخص کے قول و
فعل پر عمل پیرا ہو جس کے اندر عالم
دیندار کی صفات پالے۔

اقول-پس بڑی بدبختی کی
بات ہے کہ اس عمل میلاد کو جائز قرار
دینے والے ائمۂ دین کے اندر علماء
دیندار کی صفات موجود ہونے کے
باوجود ان کی تحقیقات اور استحسانات
پر گمراہی اور بے دینی کا اطلاق کیا
جائے اپنے پیشوا کی سند کے منتہی
اور اس کے دادا شاہ ولی اللہ دہلوی
اُن کے والد استاذ اور مرشد شاہ
عبد الرحیم صاحب، شاہ ولی اللہ
صاحب کے دینی سند کے شیوخ مثلاً
صاحب حصن حصین ، حافظ سخاوی

وابن حجر عسقلانی وجلال سیوطی وغیرہم
ایں حضرات راموصوف بصفات عالم
دیندار میداند یا از متصفین بصفات
اہل دنیاواز اشرار۔

قولہ- خاتمہ دانستنی ست کہ
نام ماسنی ست الخ۔

اقول-اگرسنی در اصطلاح
جدید صاحب رسالہ ہماں راگویند کہ
بحسب ظاہر بادعاء اتباع سنت عقائد
فاسدہ ایجاد ساختہ وباتباع وموافقت
اہل اہواء فاسدہ، سابقہ پرداختہ درحق
ائمہ اہلسنت از صحابۂ کرام ودیگر علماء
اعلام درفروع احکام بے فہم مرام حکم
تحمیق وتجہیل وتحقیر بلکہ تفسیق وتضلیل و
تکفیر لازم نماید تاالبتہ ایں ادّعاء طائفہ
اسماعیلیہ می شاید ورنہ فی الحقیقت ایں
ادّعاء ہماں مثل ست کہ اہل اعتزال
خود را خالق افعال دانند اما معہذا

ابن حجر عسقلانی ، اور جلال الدین
سیوطی وغیرہم کے بارے میں کیا کہتا
ہے ان حضرات کو عالم دیندار کے
صفات سے متصف جانتا ہے یا اہل
دنیا اور اشرار کی صفات سے۔

قولہ- خاتمہ- ”جاننا چاہیئے
کہ ہمارا نام سنی ہے“

اقول- صاحب رسالہ کی نئی
اصطلاح میں اگرسنی اسی کو کہتے ہیں
کہ جس نے باعتبار ظاہر اتباع سنت
کا دعویٰ کر کے عقائد فاسدہ کی ایجاد
کر لی ہو، اور جو زمانۂ گذشتہ کے
فاسد خواہشات والوں کی موافقت
اور تقلید میں ، پڑ کر صحابۂ کرام اور
دیگر سرکردہ علماء اہلسنت کے لئے ،
مقصد سمجھے بغیر فروعی احکام کے تعلق
سے تحمیق وتجہیل اور تکفیر بلکہ تفسیق ،
تضلیل اور تکفیر تک لازم جانتا ہو۔تو
یقیناً یہ دعویٰ اسماعیلی گروہ کے شایان
شان ہے ورنہ درحقیقت یہ دعویٰ ایسا
ہی ہے جیسا کہ معتزلہ اپنے آپ کو
خالق افعال سمجھتے ہیں اور اس کے

خودراموحد واہل توحید نامند وبر اہل
سنت بسبب اثبات صفات شرک
لازم گردانند۔

اما کلماتیکہ صاحب رسالہ متضمن
ذم وطعن برائمہ دین ومدح ومنقبت
خود بار بار برائے اظہار تبحر خویش
درمیان می نہد غیر از طول کلام خارج از
مرام فائدہ نمی دہد وجواب جملہ خرافات
از ماسبق آشکار پس حاجت اعادہ وتکرار
نیست۔

قولہ- ہرصاحب ہمت کہ
درعزیمت تحریر جواب ایں کتاب شوند
توقع ست کہ ایں دوسہ امر راپیش نہاد
خاطر مبارک نمایند اول آنکہ آنچہ در
ینجا ایراد یافتہ است مؤید ست
بنصوص کتاب وسنت وآثار اصحاب
وعلماء ومشائخ معتمدین امت پس

باوجود اپنا نام موحد اور اہل توحید
رکھتے ہیں اور اہل سنت پر خدا کے
لئے صفات کے اثبات کے سبب
شرک لازم قرار دیتے ہیں۔

رہ گئے وہ کلمات جو ائمۂ دین
پر طعنہ اور ان کی مذمت پر اور خود کی
مدح ومنقبت پر مشتمل ہیں جنھیں بار
بار اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے
درمیان میں رکھتا ہے سوائے مقصود
سے خارج کلام کو طول دینے کے ان
کا کوئی فائدہ نہیں ۔ ان سارے
خرافات کا جواب ماسبق سے ظاہر
ہے اسلئے دوبارہ ذکر کرنے کی
ضرورت نہیں۔

قولہ- جو صاحب بھی اس
کتاب کا جواب لکھنے کی ہمت کریں
ان سے دوتین باتوں کو خاطر مبارک
کے سامنے رکھنے کی توقع ہے۔اول
یہ کہ جو بھی یہاں مذکور ہوا ہے، وہ
کتاب وسنت کے نصوص اصحاب اور
امت کے قابل اعتماد وعلماء ومشائخ
کے آثار سے تائید یافتہ ہے اس لئے

درحقیقت تردید و تنقیص متوجہ بحال
این حضرات باشد نہ بمؤلف کہ ناقل
ومبلغ ست وبس الخ۔

اقول۔کسیکہ چشم بصیرتش بنور
انصاف مکحل ست نیک میداند کہ
صاحب رسالہ برائے مغالطہ درمیدان
کذب مرکب خودمیدواند چہ دربیان
مراد آیات و معانی احادیث کہ
برخلاف جمہور مفسرین وشراح محدثین
محققین جابجا قدم انداختہ و در بعض
مقامات گویا کہ بہ تحریف پرداختہ و
ہمچنان درآثار اصحاب وعلماء ومشائخ
خرافات خودخلط نمودہ ومقدمات خبط
وبے ربط افزودہ پس دعوئے اینکہ آنچہ
ایراد یافتہ است مؤید است بہ نصوص
الی قولہ مبلغ و ناقل ست این ادعاء
کذب باطل ست۔

درحقیقت اُس کی تردید و تنقیص ان
حضرات کی طرف متوجہ ہوگی نہ کہ
اس مؤلف کی طرف جوصرف ناقل
اور مبلغ ہے الخ۔

اقول۔ جس کی بصیرت کی
آنکھوں میں نور انصاف کا سرمہ لگا
ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ
صاحب رسالہ مغالطہ دینے کے لئے
جھوٹ کے میدان میں اپنا گھوڑا دوڑا
رہا ہے اس لئے کہ آیتوں کی مراد اور
احادیث کے معانی کے بیان میں
اس نے جمہور مفسرین اور محقق
شارحین حدیث کے برخلاف قدم رکھا
ہے اور بعض مقامات میں تو گویا اس
نے تحریف کرڈالی ہے۔ یونہی اصحاب
علماء اور مشائخ کے آثار میں اپنے
خرافات کی آمیزش کرڈالی ہے اور
بے ربط اور خبطی مقدمات کا اضافہ کر
دیا ہے پس یہ دعویٰ " کہ جو کچھ
یہاں مذکور ہوا ہے وہ نصوص سے تائید
یافتہ ہے۔ الیٰ قولہ۔ مؤلف صرف مبلغ
وناقل ہے" جھوٹا اور باطل ہے۔

قولہ۔ دوم آنکہ در برابر ہر
حجت وبرہان این رسالہ احتجاج باقوال
وروایات اہل حق نماید واستناد براسخین
علماء ومشائخ فرماید الخ۔

اقول۔ ہرچند نجد یہ را قرارے
نیست گاہی کسی را وقت توہم موافقت
بمدح می ستایند ووقتی دیگر بادنیٰ مخالفت
ہوائے خود داخل اہل ضلالت می نمایند
فقیر برائے تکمیل الزام احتجاج بہمان
اہل حق از مشہورین کہ مستندین صاحب
رسالہ اند التزام کردہ ام واگر یک دو جا
از دیگر علماء دین آوردم آنہم بعد ازان
ست کہ در دیگر رسائل این طائفہ و
کبرائی شان استناد و ذکر آنہا
دیدم و نیز استناد بدان کتب کردہ
ام کہ وجود و اعتبار آنہا در عامۂ
امصار نزد علماء بدرجہ کثرت

قولہ۔ دوم یہ کہ اس رسالہ کہ ہر
حجت و برھان کے بالمقابل، مؤلف
نے اہل حق کی روایتوں اور اقوال
سے احتجاج کیا ہے اور راسخین علماء و
مشائخ سے استناد کیا ہے۔

اقول۔ ہرچند کہ نجدی گروہ کو
قرار نہیں کبھی کسی کی، موافقت کے
توہم کے وقت مدح وستائش کرتے
ہیں اور دوسرے وقت اپنی خواہش
نفسانی سے معمولی مخالفت کی بناء پر
اسی کو داخل ضلالت کردیتے ہیں۔
الزام کی تکمیل کیلئے فقیر نے انہیں
مشہور اہل حق سے احتجاج کا التزام
کیا ہے جو صاحب رسالہ کے نزدیک
مستند ہیں۔ اگر ایک دو مقام پر
دوسرے علماء سے استدلال بھی کیا
ہے تو اس کے بعد ہی کہ اس گروہ
کے دیگر رسائل میں ان کے بڑوں کا
ان سے استناد اوران کا ذکر دیکھ لیا۔
نیز میں نے انہیں کتابوں سے استناد
کیا ہے جن کا وجود و اعتبار عام
شہروں میں علماء کے نزدیک کثرت

واشتہار ست نہ از رسائل مجہولہ وغیر
معتمدہ مانند رسالۂ مصری ونور الیقین و
باران رحمت وغیرہا مایۂ افتخار صاحب
رسالہ کہ تاہنوز وجود آنہا در اختطار و
اخفاء ست فضلاً عن
الشہرۃ والا عتبار۔

قولہ۔ چنان نہ کنند کہ جواب
بعض مقدمات رسالہ نویسند واز پاسخ
دیگر مطالب قطع نظر نمایند والا ایں
جواب ناقص شمردہ شود وقابل رد وطرد
نہ باشد الخ۔

اقول۔ اولاً ایں کلامے ست
عجب خارج از قانون عقل وادب و
ثانیاً ایں آرزوئے صاحب رسالہ ہم
حق تعالیٰ بردست بندۂ ضعیف بظہور
رسانید کہ از جمیع استدلالات واقوال
صاحب رسالہ کہ متعلق بحث ومقام
ومدار اصل مرام بودہ انداجوبۂ شافیہ
دادہ بطلان ہمہ خرافات ظاہر گردانید۔

قولہ۔ سیویم آنکہ پیش از

واشتہار کے درجہ میں ہے نہ کہ رسالۂ
مصری، ونور الیقین و بارانِ رحمت
وغیرہ جیسی ناقابل اعتماد اور گمنام
رسائل سے جو صاحب رسالہ کے سر
مایۂ افتخار ہیں لیکن ابتک ان کا وجود
مخفی اور مستتر ہے۔ چہ جائے کہ وہ
مشہور ومعتبر ہوں۔

قولہ۔ ایسا نہ کریں کہ رسالہ
کے بعض مقدمات کا جواب لکھیں اور
دیگر مطالب کے جواب سے صرف
نظر کریں۔ ورنہ یہ جواب ناقص سمجھا
جائے گا اور لائق رد وطرد نہ ہوگا الخ۔

اقول۔ اولاً عقل وادب کے
قانون کے برخلاف یہ عجیب بات
ہے۔ ثانیاً صاحب رسالہ کی یہ آرزو
بھی حق تعالیٰ نے اس بندۂ ضعیف
کے ہاتھوں پوری کروادی کہ بحث و
مقام سے متعلق اور مدار مقصود
صاحب رسالہ کے تمام استدلالات
اور اقوال کا شافی جواب دے کر تمام
خرافات کا بطلان ظاہر کر دیا۔

قولہ۔ سوم یہ کہ تحریر جواب

تحریر پاسخ ہمگی رسالہ را از بدایت
تانہایت لفظ بہ لفظ مطالعہ فرمایند الخ۔

اقول۔ بریں ایمائے صاحب
رسالہ ہم عمل نمودم وبعد مطالعہ اش
بتمامہا از حضرت رب کریم دعائے
توفیق خیر طلب داشتہ وحمیت نفس و
حمایت کسی در خیال نگزاشتہ لب بہ
جواب کشودم وہر مطلب را مستند بہ
تحقیقات ائمۂ دین نمودم اگر صاحب
رسالہ نفسانیت واعتساف بگزارد ورو
براہ تحقیق حق وانصاف آرد امید قوی
ست کہ بعد مطالعۂ جواب از تضلیل
مجوزین مولد وعاملین آں باز آید واز
خرافات خود توبہ نماید۔

قولہ۔ چہارم آنکہ ہنگام
مخاطبت ومناظرہ بہ سب وشتم پیش
نیایند بلکہ سررشتۂ پاس وادب وحفظ
مراتب مخاطب از دست نگذارند الخ۔

سے پہلے پورے رسالہ کا از ابتداء تا
انتہاء لفظ بہ لفظ مطالعہ فرمائیں الخ۔

اقول۔ صاحب رسالہ کے
اس مشورہ پر بھی میں نے عمل کیا اور
اس کا پورا مطالعہ کرنے کے بعد رب
کریم کی بارگاہ سے توفیق خیر کی دعاء
مانگ کر اور نفس کی حمیت اور کسی کی
حمایت کا خیال نہ لاکر جواب کے
لئے لب کھولا۔ اور ہر مقصود کو ائمۂ
دین کی تحقیقات سے مستند کیا اگر
صاحب رسالہ نفسانیت اور انکار براہ
شرارت، ترک کردے اور انصاف و
تحقیق حق کیطرف رخ پھیردے تو
پوری توقع ہے کہ جواب کے مطالعہ
کے بعد عمل میلاد کو جائز قرار دینے
والوں، اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کو
گمراہ قرار دینے سے باز آجائے گا۔ اور
اپنی خرافات سے توبہ کرلے گا۔

قولہ۔ چہارم یہ کہ خطاب اور
مناظرہ کے وقت گالی گلوچ سے
پیش نہ آئیں بلکہ ادب ولحاظ کا رشتہ
اور مخاطب کے درجات کی نگہداشت
ہاتھ سے نہ جانے دیں الخ۔

اقول - اگر صاحب رسالہ را
حفظ مرتبت خود محبوب بود از اول شیمۂ
کریمۂ ارباب شرافت و کرامت چرا
از دست داد و ہمچو اسافل در پئے تحقیر
وتجہیل اکابر دین چرا افتاد و در سب و
شتم و تفسیق و تضلیل چرا کشاد و اگر خار
شبۂ در کلام اکابر دین بخاطرش خلیدہ
بود چرا بطور طلبۂ حق از اساتذۂ خویش
و دیگر علمائے حق اندیش طلب تحقیق
حق نہ نمود از طرف خود کف لسان در
شان ائمۂ دین نہ ساختن و بے باکانہ
علم طعن و تجہیل و تفسیق افراختن و از
دیگران حفظ مرتبت خود طلب نمودن و
برائے تعظیم و تکریم خویش و طائفہ
خویش فرمودن نہات عجیب و بغایت
غریب ست ع
دہن خویش بدشنام میالا صائب۔
امامعہذا وقت مطالعۂ ایں

اقول - اگر صاحب رسالہ کو
اپنے رتبہ کی نگہداشت پیاری تھی تو
اس نے شروع ہی سے ارباب
شرافت و کرامت کی عادت کریمہ
کیوں چھوڑی؟ اور نیچ لوگوں کی
طرح اکابر دین کی تجہیل اور تحقیر کے
درپئے کیوں ہوا؟۔ اور گالی گلوچ،
تفسیق و تضلیل کا دروازہ کیوں
کھولا؟۔ اگر اکابر دین کے کلام کے
درمیان اس کے دل میں شبہات کا
کانٹا چبھ گیا تھا تو اس نے طالبان
حق کی طرح اپنے اساتذہ اور دیگر
حق اندیش علماء سے طلب تحقیق حق
کیوں نہیں کی؟ اپنی طرف سے ائمۂ
دین کی شان میں کفِ لسان نہ کرنا،
اور بے باکانہ طعن، تجہیل اور تفسیق کا
پرچم بلند کرنا اور دوسروں سے اپنے
مرتبہ کی نگہ داشت طلب کرنا اور اپنی
اور اپنے گروہ کی تعظیم و تکریم کی فرمائش
کرنا انتہائی عجیب و غریب۔ ع
اے صائب، اپنا منہ گالی سے آلودہ نہ کرو۔
لیکن اس کے باوجود اس جواب

جواب خواہند دید کہ احقر العبید ہرگز
مثل صاحب رسالہ ملتزم طعن و تشنیع
نگردید و اگر جائے یکدو حرف مذکور
ست ابتداء از صاحب رسالہ و احقر
معذور ع
کلوخ انداز را پاداش سنگ ست
وایں مصرعہ ہم ع
آخر اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست
معروف و مشہور۔
قولہ - پنجم آنکہ یا قوم
ان کان کبر علیکم مقامی و
تذکیری بآیات اللہ فعلی اللہ
توکلت فاجمعوا امرکم و
شرکاء کم الخ ۔
اقول - ایں آیات کریمہ کہ در
قول جناب حضرت نوح علیٰ نبینا
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در مقابلۂ کفار
منکرین توحید و نبوت وارد گردیدہ ایراد
آن دریں مقام چہ مناسبت دارد مگر
آنکہ حسب عقیدۂ طائفہ اسماعیلیہ

کے مطالعہ کے وقت آپ دیکھیں گے
کہ احقر العباد نے صاحب رسالہ کی
طرح ہرگز طعن و تشنیع کا التزام نہیں کیا
ہے اور اگر کہیں ایک دو باتوں کا
تذکرہ ہے تو اس کی ابتداء صاب
رسالہ نے کی ہے احقر معذور ہے۔
اینٹ کا جواب پتھر اور یہ مصرعہ بھی
کہ اے بادصبا یہ سب تیرا ہی لایا
ہوا ہے۔ مشہور و معروف ہے۔
قولہ - پنجم یہ کہ اے میری
قوم اگر تم پر میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی
نشانیاں یاد دلانا شاق گذرا ہے تو
میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو مل کر
کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں
سمیت اپنا کام پکا کرلو الآیۃ
اقول - یہ آیت کریمہ
حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کے قول میں منکرین توحید و
نبوت، کفار کے مقابلہ میں وارد ہوئی۔
اس کا اس مقام میں ذکر کرنا کیا
مناسبت رکھتا ہے؟ مگر یہ کہ اسماعیلی

دریںجا ہم اشعار ست بآنکہ علمائے
اعلام و اولیائے کرام را کہ قائل
استحسان عمل مولد اند گواز شیوخ دین
ایں طائفہ باشند از اہل ضلالت مے
شمارد و خارج از مسلمین مے انگارد پس
بطلان ایں خیال از ماسبق روشن و
فساد جملہ اوہامش در ماتقدم مبین و ھا
انا اختم الکلام و اسأل اللّٰہ
تعالیٰ حسن الاختتام لی
ولجمیع اھل الاسلام ربنا
اغفرلنا ولاخواننا الذین
سبقونا بالایمان ولا تجعل
فی قلوبنا غلا للذین آمنوا
ربنا انك رؤف رحیم و صلی
اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ الکریم
وحبیبہ الرحیم سیدنا و
مولانا محمد صاحب الخلق
العظیم و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ
اولی القدر الفخیم والفیض
العمیم فقط۔

عقیدہ کے مطابق یہاں بھی اس بات
کی طرف اشارہ ہے کہ وہ سرکردہ علماء و
اولیاء کرام جو عمل میلاد کے استحسان کے
قائل ہیں خواہ وہ اس گروہ کے مشائخ
دین ہی کیوں نہ ہوں وہ انہیں گمراہ
سمجھتا ہے اور جماعت مسلمین سے
خارج جانتا ہے پس اس خیال کا
بطلان ماسبق سے روشن اور اس کے
تمام اوہام کا فساد ماضی میں خوب
ظاہر ہے۔

اور اب میں گفتگو ختم کر رہا ہوں۔
اور اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے
لئے اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی دعاء
کرتا ہوں۔ اے ہمارے پروردگار
ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی
مغفرت فرمادے جو ایمان کے ساتھ
رخصت ہو چکے ہیں اور ہمارے دلوں
میں ایمان والوں کیلئے چھل کپٹ نہ رکھ،
اے ہمارے پروردگار بے شک تو رحمت و
رافت والا ہے اور اللہ درود نازل فرمائے اپنے
مکرم نبی اور صاحب رحمت محبوب ہمارے
سردار ہمارے آقا محمد صاحب خلق عظیم پر، اور
ان کے اُن آل و اصحاب پر جو عظیم رتبہ اور
عام فیض والے ہیں۔ فقط

قوم وملت اور مسلک اہلسنت کا بیباک ترجمان

ماہنامہ ضیاء الصمد

اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

آپ اپنی دینی، اور مذہبی معلومات میں اضافہ کیلئے پہلی فرصت میں سالانہ فیس ۱۲۵ روپئے ارسال فرما کر ادارہ کا تعاون کریں۔ اور اپنی ممبری شپ قائم کرائیں۔

جامع مسجد، پھپھوند شریف، ضلع اوریا، یوپی۔ 206247

چیک یا ڈرافٹ:۔ "جامعہ صمدیہ" JAMIA SAMADIA

MAKTABA SAMADIA

AT/P.O. PHAPHUND SHARIF DISTT. AURAIYA PIN: 206247 (U.P.)
Ph. : (05683) 240162, 240317